دار التصنیف والتالیف امیریہ

عروج سخن

مجموعہ مراثی

جناب سید خورشید حسن صاحب عارف خلف جناب دولھا صاحب عروج اعلی اللہ مقامہ

نبیرہ

میر انیس اعلی اللہ مقامہ

جسمیں حضرت عروج کے کل مراثی سلام رباعیوں کا مجموعہ ہے

باہتمام محمد جواد نظامی پریس، لکھنؤ میں چھپے

میر ببر علی انیسؔ اعلی اللہ مقامہٗ

میر خورشید علی نفیسؔ اعلی اللہ مقامہٗ

میر خورشید حسن عروجؔ اعلی اللہ مقامہٗ

فہرست مراثی

نمبر شمار	مطلع	در احوال
۱	عندلیب چمنستانِ فصاحت ہوں میں	جنابِ عباسؑ
۲	جب ہوا رن میں عیاں روزِ دہم نورِ سحر	جنابِ حُرؑ
۳	خلق میں خلقتِ آدم کا سبب کون ہوا	جنابِ علی اکبر
۴	رن میں جب بہرِ وغا حُرؑ دلاور آیا	جنابِ حُرؑ
۵	رن میں جب مسلمِ بے کس کے پسر قتل ہوئے	حضرت عونؑ و محمدؑ
۶	دل محوِ جمالِ رُخِ زیبائے سُخن ہے	جنابِ عباسؑ
۷	ذرّہ ہوں آستانِ درِ بوتراب کا	جنابِ سید الشہداؑ
۸	ہمیشہ چرخِ کہن رنگِ نو دکھاتا ہے	〃
۹	رنگیں ہے گلستانِ سُخن کس کی ثنا سے	〃
۱۰	رن کی جب قاسمِ ذیجاہ نے رخصت پائی	جنابِ قاسمؑ
۱۱	اکبرؑ کو جب حسینؑ سے رن کی رضا ملی	جنابِ علی اکبرؑ
۱۲	اے زباں آلِ پیمبرؐ کی ثنا خواں پھر ہو	جنابِ عونؑ و محمدؑ
۱۳	قاسم کو جب حسینؑ سے اذنِ وغا ملا	جنابِ قاسمؑ
۱۴	اسدِ بیشۂ حیدر کی ہے آمد رن میں	جنابِ عباسؑ
۱۵	ہے شمعِ بزمِ حسنِ فصاحت زباں مری	〃
۱۶	منتخب عالمِ ایجاد میں ہے کام مرا	جنابِ سیّد الشہداؑ
۱۷	پھر گلشنِ سُخن میں ہے آمد بہار کی	جنابِ قاسمؑ
۱۸	حسنِ سُخن ثنائے شبیہِ رسول ہے	جنابِ علی اکبرؑ
۱۹	صبحِ عاشورِ محرم ہے قیامت کی سحر	جنابِ سید الشہداؑ

غلط نامہ مجلد مراثی عروج سخن

مطلع	مرثیہ	بند	مصرع	غلط	صحیح	
جب ہوا رن میں عیاں روز دہم نور سحر	۲	۱۶	۴	بارنی	بانئے	قتل شبیرؑ پہ آمادہ ہیں یہ بانئے جور
خلق میں خلقت آدمؑ کا سبب کون ہوا	۳	۷۵	۴	دو پارا	کہ بے سر	تن مرحب کو کیا جس نے کہ بے سر وہ علیؑ
〃	〃	۸۳	۵	شہ	شر	فوج شر جانے کو ہے سوئے عدم دیکھ تو لے
〃	〃	۸۹	۴	ژباں	زباں	قبضہ اُس کا دہن شیر، زباں ہے تلوار
〃	〃	رباعی	۱	ہے قول حرص کا	ہے قول یہ حرص کا	ہے قول یہ حرص کا امیری اچھی
رن میں جب بہرِ وغا حر دلاور آیا	۴	ختم مرثیہ پر رباعی	۴	سھنے	سینے	سینے میں کدورت کے سوا خاک نہیں
رن میں جب مسلم بے کس کے پسر قتل ہوئے	۵	۲۴	۶	فرس	فرسیں	چلتے ہیں دل کے اشاروں پہ فرسیں ایسے ہیں
〃	〃	۲۸	۵	تابندہ گی	تابندگی	کوسوں تابندگی رخ صفت سَیل گئی
〃	〃	۴۵	۳	ہونگے	ہونگا	گفت گو سے جو نکیرین کی ہونگا بیتاب
دل محو جمال رخ زیبائے سخن ہے	۶	۱۷	۵	ہے	ہیں	عباس فرس پر ہیں فرس دوشِ صبا پر
〃	〃	۳۰	۴	مل	صف	صف اپنی جمائے ہوئے بڑھنے لگے پیدل
ذرہ ہوں آستان در بوتراب کا	۷	۸۱	۵	مشکل رہائی بس کہ ہے	مشکل ہے بس رہائی جو	مشکل ہے بس رہائی جو قید طلسم سے
ہمیشہ چرخ کہن رنگ نو دکھاتا ہے	۸	۴۵	۳	کہا یہ شتاب	کیا یہ خطاب	تڑپ کے اصغر ناداں سے پھر کیا یہ خطاب
〃	〃	۴۹	۱	اس خطا	بس خطا	کماں کو لے کے ہوا لیس بس خطا پہ شریر
〃	۹	۶۷	۴	پدر	پسر	پدر کے پاس پسر ہے نہ بھائی بھائی کے پاس
اکبر کو جب حسین سے رن کی رضا ملی	۱۱	۹	۶	دیوان	دیوار	دیوار آہنی ہوں صفیں کارزار کی
اسد بیشۂ حیدر کی ہے آمد رن میں	۱۴	۱	۴	رد	بد	حالت لشکر کیں خوف سے ہے بد رن میں

عندلیب چمنستان فصاحت ہوں میں
طوطی گلشن سرسبز بلاغت ہوں میں
نغمہ آرائے گلستان طلاقت ہوں میں
والہ و شیفتۂ حسن سلاست ہوں میں
کیوں ترقی نہو پھر طبع کی رنگینی میں
سات پشتیں ہوئیں اس باغ کی گلچینی میں

٢

میرے گلشن کا ہر اک پھول مہکتا ہی رہا
عندلیبوں کو مرے سامنے سکتا ہی رہا
دمبدم باغ مضامین کا پھیلتا ہی رہا
رنگ معنی گل مضمون سے ٹپکتا ہی رہا
پھر مرے نغمونکے مشتاق ہیں سننے والے
پھول اب تک تو چنا کرتے ہیں چننے والے

٣

میرے اسلاف نے اس باغ کی ڈالی بنیاد
کوئی گلچیں کا نہ کھٹکا تھا نہ خوف صیاد
اُنکے دم تک تو بہت کچھ تھا یہ گلشن آباد
اب بھی پر فضل خدا سے نہیں ایسا برباد
نظر آتی ہے جو ہر وقت فضا جنت کی
سیر کرنے پہ جھلک آتی ہے ہوا جنت کی

٤

تھی اُنھیں سے چمنستان جہاں کی رونق
باغ مداحی شہ تھا مرے اجداد کا حق
سامنے اپنے تھے گلہائے مضامین کے طبق
بلبلیں لیتی تھیں آ آ کے گلستاں کا سبق
صبح شہ سننے کو آتی تھیں جو گلزاروں سے
ورق گل پہ لکھا کرتی تھیں منقاروں سے

۴۵
پہلے اس تاک کے گل جمع کیے تھے کس نے
ثمر باغ سخن بانٹ دیے تھے کس نے
مے مضمون کے بھر کے جام پیے تھے کس نے
یوں ہی یافت کے صلے حق سے لیے تھے کس نے
آج سینچا تھا ہوئے تو مزا کل پایا
باغ مدح سرور کا وہاں پھل پایا

۴۶
گو کہ وہ مرتبہ حاصل نہیں مجھکو زنہار
لیکن اب تک ہے وہی باغ مضامین کی بہار
وجد میں کرتا ہوں نغمے کبھی جب شکل ہزار
اب بھی غنچے زبر گل کرتے ہیں لالا کے نثار
زمزمے سنکے مرے صل علیٰ کہتے ہیں
کان آواز پہ ہر گل کے لگے رہتے ہیں

۴۷
چشم انصاف سے انصاف کریں اہل نظر
اسی گلشن میں رہا ہوں میں کئی عمر بسر
ملک میری ہے یہ واقف ہیں ہر اک فرد بشر
باغ مدح شہ مجھکو نہ پھلتا کیونکر
حق تھا میرا بلا خوف و خطر ہاتھ لگے
جو کسی نے نہیں پائے وہ ثمر ہاتھ لگے

۴۸
بے مشقت مجھے اللہ نے یہ باغ دیا
پنجتن خوش ہوئے قسمت جو ہوئی میری رسا
کسقدر لطف و کرم خالق اکبر نے کیا
کی وہ بخشش کہ سزاوار نہ تھا میں جس کا
بلکہ آغاز میں اسکو خبر انجام کی تھی
وہ زبان حق نے عطا کی جو مرے کام کی تھی

٩

شغل ہے اپنے مولا سے یہ کیون ہون خرسند
مجھ سے ناچیز کو بخشے یہ مضامین بلند
شدتِ لطفِ الٰہی سے ہون خود حیرتمند
در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہر کہ در طبع رسد من بہ زبان میگویم
انچہ استادِ ازل گفت ہمان میگویم

١٠

مجھ پہ ظاہر ہین سب اس باغ کے اسرار نہان
اسی گلشن سے ہے عالم مین مرا نام و نشان
کیون نہ مصروف دعا گوئی مین ہون اسکی ہر آن
دیکھئے مین نے مجھے یہ باغ رسول دو جہان
یہ بھی ادنی سی ثنا شاہ خوش انجام کی ہے
ورنہ ہر ایک ورق گل پہ مرے نام کی ہے

١١

نظرِ رحمتِ باری کا یہ سارا ہے سبب
کہ وظیفہ ہے مرا مدح شہنشاہ عرب
پہلے سطحی کی حاصل تھی بلندی مجھے کب
مدح سے آل نبی کی یہ ملا ہے منصب
عرش پر جانے کا بے شبہ قرینہ ہے یہی
کیا منبر مری معراج کا زینہ ہے یہی

١٢

طے کرون مدح کا جادہ یہ تھی میری مجال
پھر کیا اسکے کرم نے مجھے دم بھر مین نہال
ایک ذرہ کو ملا مہر سے اس کی یہ کمال
کہ سوا اوج کے ممکن ہی نہین جسکو زوال
اسکی رحمت سے سگ در شاہ نجف تک پہونچا
کوکب بخت مرا برج شرف تک پہونچا

۱۳

خود ستائی مجھے منظور نہیں ہے زنہار
اصل جوہر تھا میں نے وہ کیا ہے اظہار
میں کوئی شے نہیں اسکا ہے مجھے خود اقرار
پر خدا کو تو کوئی امر نہیں ہے دشوار
گو کہ ناچیز تھا اک ذرۂ بے قدر تھا میں
اُسکی ادنیٰ نظرِ مہر ہوئی بدر تھا میں

۱۴

مرثیے مجھ کو ملے شہ کی بدولت کیا کیا
نام بھی لکھ گیا مداحوں کے دفتر میں مرا
اُنکے احسان سے باہر نہیں کوئی بخدا
کردیا نانا کی امت کو جہنم سے رہا
سخت مشکل تھی مگر عقدہ کشائی کردی
سر کٹا کر حق و باطل میں جدائی کردی

۱۵

جائے افسوس ہے بیمار ہوا اے فلکِ سفلہ مزاج
دور میں تیرے بڑا ظلم و ستم کا ہے رواج
حق کرے جسکو عطا شاہی کونین کا تاج
ایک چادر کے لیے اسکے حرم ہوں محتاج
ہے غضب آلِ محمد پہ یہ آفت آئے
تو زمیں پر نہ گرے اور نہ قیامت آئے

۱۶

کربلا میں یہ ستم ہو گیا تو گریہ پڑا
ٹھنڈا احمد کا علم ہو گیا تو گریہ پڑا
اک زمانے کو یہ غم ہو گیا تو گریہ پڑا
سرِ شبیر قلم ہو گیا تو گریہ پڑا
حیف کی جا ہے نبی زادیاں باہر نکلیں
بیٹیاں فاطمہ زہرا کی کھلے سر نکلیں

۱۷

سنیے اب حال شہنشاہِ امم تھوڑا سا
مل کے ہم آپ کریں شاہ کا غم تھوڑا سا
قتل سادات ہوں کیا ہو یہ ستم تھوڑا سا
پانی چوبیس پہر ہو نہ بہم تھوڑا سا
بھوک میں پیاس میں کوثر کے کنارے جائیں
منی ثنا دہون سادات جو مارے جائیں

۱۸

دہم ماہِ محرم کو ہوا یہ ساماں
کہ بڑھی فوج پئے قتل شہنشاہِ زماں
تیر آئے صفِ اعدا سے کئی بار جو یہاں
اذن لے لے کے بڑھے فوج حسینی کے جواں
صادق الوعدہ وہ سب عاشقِ حیدر نکلے
تن سے دم نکلے تو سرور کے قدم پر نکلے

۱۹

داخلِ خلدِ بریں ہو چکے جب یاورِ شاہ
نکلے لڑنے کو عزیزانِ امامِ ذیجاہ
ان کی تلوار سے عاجز تھا ہر اک ظلم پناہ
ڈھونڈتا پھرتا تھا ہر اہلِ دغا امن کی راہ
بہ گئیں خون کی شطیں اہلِ جفا مارے گئے
مرتے مرتے بھی ہزاروں کو جری مار گئے

۲۰

قتل رن میں ہوا جب سیدہ مسموم کا لال
آ گیا حضرتِ عباس دلاور کو جلال
رو کے کی عرض کہ اے بادشۂ نیک خصال
ہو [illegible] بڑھ کے ہی جھٹ جانیکا بچنے کا ملال
دل ہے بیتاب نہیں صبر کی طاقت مولا
اب تو خادم کو بھی مل جائے اجازت مولا

۲۲۱

میں بھی اگر ہوتا جو ٹھہر کے روانہ ہوتے سوئے فردوس بریں
ہوتا یہ خادم بھی شریک شہدا شہ دین
پہلے میں سب پہ فدا ہوتا یہ تھا دل کو یقین
کر افسوس کہ قسمت نے یہ کوتاہیاں کین
مرنے والوں میں خجل ہو گیا سب سے خادم
عرض کچھ کر نہ سکا پاس ادب سے خادم

۲۲۲

پانچ بچے ہوئے راہی طرف ملک بقا
پہلے مسلم کے یتیموں کو ملا اذن وغا
عزم پھر عون و محمد نے کیا لڑنے کا
پھر ہوئے ابن حسن فدیۂ شاہ والا
کس کے دن مرنے کے تھے آئی اجل کن کے لیے
مجھ کو پالا تھا حضور آپ نے کس دن کے لیے

۲۲۳

میں ابھی تک نہ ہوا آپ کے قدموں پہ فدا
فاطمہؑ سے مجھے محجوب مقدر نے کیا
کہتی ہوں گی مجھے کیا بنت شہ عقدہ کشا
کیسا نادم حسنؑ سبز قبا سے میں ہوا
ثانیٔ فاطمہؑ کو شکل نہ دکھلاؤں گا
سامنے زینبؑ بیکس کے اب جاؤں گا

۲۲۴

سن کے یہ بھائی سے سلطان امم نے پوچھا
خیر فرمائیے تو آپ کو منظور ہے کیا
جوڑ کر ہاتھوں کو عباسؑ دلاور نے کہا
اسوقت ہیں دو دم نظر آیا ہوا
ایک تو حسرت ہے کٹے آپ کے شیدائی کا
دوسرے سکینہؑ کا ارمان ہے سقائی کا

۲۵

میں ابھی گھر میں گیا تھا جو بصد حسرت و یاس
تشنگی سے کسی بچے میں نہ باقی تھے حواس
دیکھ کر مجھکو ہوئے جمع سب آکر مرے پاس
روکے کہنے لگے للہ بجھا دیجیے پیاس
کیجیے سیراب دم تشنہ دہانی ہمکو
آپ چاہیں گے تو مل جائے گا پانی ہمکو

۲۶

جب سے بچوں نے کہا ہے یہ بصد درد و الم
فکر میں پانی کی اسوقت سے ہے یہ پُر غم
سنکے یہ کہنے لگے بھائی سے سلطان امم
سچ تو ہے پیاس سے بچوں کو کیا ہے بیدم
جان ہونٹوں پہ ہے اب فاطمہ کے پیاروں کی
زیست کسطرح سے ہوگی وطن آواروں کی

۲۷

کہکے یہ شاہ کو آیا جو خیال انجام
دیکھکر رونے لگے بھائی کے چہرہ کو امام
پھر یہ عباس سے کہنے لگے سلطان انام
اُٹھ گیا بچوں کی تقدیر سے اب آب و طعام
ہونگے سیراب نہ یہ پیاس کے مارے بھائی
ہاتھ کٹ جائینگے دریا پہ تمہارے بھائی

۲۸

جو کہا اُٹھو تو عباس نے شرم سے یہ کہا
جان کی اپنے ذرا بھی نہیں مجھکو پروا
ہاتھ شانوں سے کٹیں یا کہ ہو سر تن سے جدا
مجھ سے بچوں کا تڑپنا نہیں دیکھا جاتا
دل بیتاب کسیطرح نہیں مانتا ہے
جسقدر مجھکو ہے تشویش خدا جانتا ہے

۲۲۱

میں بھی اسی طرح سے جلد ہو روانہ سوئے فردوس بریں
بھیجو نہ کا دم بھی شمر کیا شہید ہوا باشندۂ دین
بیکس ہیں بس ہے فدا ہو تو یہ بیکا ہے دل کا یقین
گر قسمت میں کہ قسمت سے یہ ہوتا ہے بیاں کہیں
منتظر العوض خیل ہوا ہے کیا اب سب سے خادم
عرض کرتا ہوں کہ یہ سکتا ہوں ادب سے خادم

۲۲۲

اپنے بچے ہوئے ہیں ادای طرف مارے گئے تقیا
پہلے مسلم کے یتیموں کو ملا اذن وغا
عزم پھر عون و محمد نے کیا اُن سے کہا
پھر ہوئے ابن حسن فدیہ شاہ والا
سبکی دل ہر میں نہ بنے کہ جا کل اب کریں سے لیے
مجھکو بالا الٹھا حضور آپ نے کریں ان کے لیے

۲۲۳

میں ابھی تک نہ ہوا آپ کے قدموں پہ فدا
فاطمہ سے مجھے حضرت سے محبت ہے بہت مقتدرے نے کیا
کرتی ہیں مجھے کیا منت شوق کرتا
کہہ چکا نام حسن کا مرے سے میں ہوا
تا اپنے فاطمہ کو شکل نہ دکھلاؤں گا
سامنے زینب کے کیسے جاؤں گا

۲۲۴

سنکے یہ بھائی سے سلطان زمن نے پوچھا
خیر فرمائیے تو آپ کو منظور ہے کیا
جوڑ کر ہاتھ کہا عباس علی دلاور نے کہا
اسوقت میں دو ذرا سا ہوا
ابھی کرنے سے سکینہ کو تشنہ لبی کا
دوسرے ایمان سقائی کا

۲۵

میں ابھی گھر میں گیا تھا جو بصد حسرت و یاس
تشنگی سے کسی بچے میں نہ باقی تھے حواس
دیکھ کر مجھکو ہوئے جمع سب آ کر مرے پاس
رو کے کہنے لگے للہ بجھا دیجیے پیاس
کیجیے سیراب دم تشنہ دہانی ہمکو
آپ جاتے ہیں تو بھجوائیے گا پانی ہمکو

۲۶

جب یہ بچون نے کہا ہے یہ بصد درد و الم
فکر میں پانی کی اسوقت ہے یہ پر غم
سنکے یہ کہنے لگے بھائی سے سلطان امم
سچ تو ہے پیاس سے بچون کو کیا ہے بیدم
جان ہو تو نہیں ہے اب فاطمہ کے پیارون کی
زیست کسطرح سے ہوگی وطن آوارون کی

۲۷

کہکے یہ شاہ کو آیا جو خیال انجام
دیکھکر رونے لگے بھائی کے چہرہ کو امام
پھر یہ عباس سے کہنے لگے سلطان انام
اُٹھ گیا بچوں کی تقدیر سے اب آب و طعام
ہونگے سیراب نہ یہ پیاس کے مارے بھائی
ہاتھ کٹ جائینگے دریا پہ تمہارے بھائی

۲۸

جو کہا شہ نے تو عباس نے شرم سے یہ کہا
جان کی اپنے ذرا بھی نہیں مجھکو پروا
ہاتھ شانہ سے کٹیں یا کہ ہو سر تن سے جدا
مجھسے بچوں کا تڑپنا نہیں دیکھا جاتا
دل بیتاب کسیطرح نہیں مانتا ہے
جسقدر مجھکو ہے تشویش خدا جانتا ہے

۲۹

سنکے یہ ہوگئے خاموش شہ کون و مکان
جبکہ گھبرا کے گرا پاؤں پہ وہ شیر ژیان
عرض کی رو کے ملے اب مجھے اذن میدان
بولے شبیر کہ بہتر ہے سدھارو مری جان
ہو مبارک سفر گلشن جنت بھائی
لو اٹھو قدموں سے دیدی تمہیں رخصت بھائی

۳۰

گھر میں ہو آؤ تو جاؤ کہ یہ آخر ہے سفر
کس کو معلوم ہے آؤ کہ نہ آؤ پھر کر
دونوں بچوں کو بھی دیکھ آؤ ذرا ایک نظر
سنکے یہ قدموں سے روتا ہوا اٹھا صفدر
خیر قسمت شہ دیجاہ کا ارشاد ہوا
پھول گیا غنچۂ دل قلب حزیں شاد ہوا

۳۱

شہ کے ارشاد سے گھر میں جو گیا وہ صفدر
دیکھا سر کھولے ہوئے روتی ہیں دونوں دلبر
دونوں فرزندوں سے عباس یہ کہے اٹھ کر
کونے گوشے میں بیٹھی ہیں تمھاری مادر
پھر نہیں ملتا جو دنیا سے گذر جاتا ہے
کہدو مادر سے کہ مرنے کو پدر جاتا ہے

۳۲

نام سے مرنے کے گھبرا گئے دونوں دلدار
جا کے مادر سے یہ کہنے لگے با دل افگار
سیر کو گلشن جنت کی ہیں بابا تیار
چلئے مل لیجے کہ پھر وہ نہ ملیں گے زنہار
اب وہ چھپ جائینگے ہم سب کی نظر سے اماں
ہوگی محشر میں ملاقات پدر سے اماں

۳۳

رو کے پھر مادرِ ناشاد سے بچون نے کہا
مشک اک چھوٹی سی ہمراہ لیے ہین بابا
یون تو ہم اک کو ہی ایذاے عطش حد سے سوا
ہے مگر اصغرِ ناداں کا بہت حال برا
ہونٹ بھی اودے ہین گردن بھی ڈھلی جاتی ہے
حلق سوکھا ہے تو رکتی ہوئی سانس آتی ہے

۳۴

اس بیان سے ہی یہ ہم دونون کا مطلب اماّن
نہر پر جائینگے پانی کے لیے بابا جان
بھر کے گر مشک کو دریا سے چلین گے جس آن
ہے یقین ہمکو لڑائی کبھی ہوگی وہان
بند پانی کیے سب فوج جفا ہوویگی
جنگ خشکی سے ترائی مین سوا ہوویگی

۳۵

اور یہان پیاس سے معصومونکی حالت ہے تباہ
گر مناسب ہو تو کر دیجیے ہمکو ہمراہ
کمسنی گو ہے ہماری مگر انشاء اللہ
ہمتین ہونگی ذرا بھی نہ ہماری کوتاہ
زور مین چھوٹی سہی ہم مین لا کے بٹھا دو اماّن
پیچھے دو کہین لے کے ہون تو لا دو اماّن

۳۶

ہم بھی پوتے ہین اسد اللہ کے ہین اے مادر
جا کے میدان مین لڑین فتح سے ہمراہ پدر
اس طرف نہر پہ رو کے رہین بابا لشکر
لیکے ہم مشک کو جلدی سے چلے آئین ادھر
منہ مین کانٹے ہین زبان خشک ہے مظلومونکی
پیاس بجھ جائے کسیطرح سے معصومونکی

٣٧

جوڑ کر ہاتھونکو پھر ان پہ یہ بولے وہ غیور
خود غرض ہون یہ نہین اہل وفا کا دستور
ذہن مین اپنے نہ شاید کہین سمجھین یہ حضور
کہ انھین پیاس بجھانا ہے خود اپنی منظور
خادم شاہ ہے جو لخت جگر اُسکے ہین
ختم ہے جسپہ وفا ہم بھی پسر اُسکے ہین

٣٨

سنکے بیٹونکی زبان سے یہ غم انگیز بیان
غور سے دونونکے چہرونکو لگی دیکھنے مان
بھر کے اک آہ یہ کہنے لگی وہ سوختہ جان
میرے پیارو ان ارادونکے یہ مادر قربان
چپکے ہو خوف نظر ہے مجھے واری بچو
دل کو تڑپا دیا باتون نے تمھاری بچو

٣٩

اُٹھین فرما کے یہ فرزندون سے با دیدۂ تر
آئین نزدیک علمدار شہ جن و بشر
عرض کی آپنے باندھی ہے جو مرنے پہ کمر
لیگا ان بچونکی پردیس مین پھر کون خبر
کیسے کیا مین دل ناشاد کو سمجھاؤنگی
جب یہ مجلس سے گئے تو کسطرح بہلاؤنگی

٤٠

ماسوا اسکے ہوا اس بات کا مجکو دھڑکا
لیکے ان بچون کو بیٹھونگی کہان مین دکھیا
جب نہ وارث ہو تو پھر جینے سے ہے فائدہ کیا
پہلے میری اجل آتی تو بہت بہتر تھا
ایک مدت کی مری آس تو ٹوٹی صاحب
ہاتھ پکڑی ہے تو اب ہاتھ نہ چھوڑو صاحب

۴۱
بوسے عباس علی تھام کے ہاتھوں سے جگر
یہ تو سچ کہتی ہو لیکن ہیں اکیلے سرور
تمھیں انصاف سے کہہ دو کہ بچائیں کیونکر
جائے مرنیکو مرے سامنے اکبر سا پسر
اب نہیں کوئی بھی شبیر کے غمخوار و معین
میں ہوں یا اکبر مہرو ہیں مددگار و معین

۴۲
سنکے یہ لوٹ پڑا قلب پہ اک کوہِ الم
بھر کے اک آہ یہ کہنے لگی وہ کشتۂ غم
مجکو معلوم نہ تھی حالتِ سلطانِ امم
بہرِ حق جلد سدھارو سوئے میدانِ ستم
ظالموں کی تیغوں سے آقا کو بچاؤ صاحب
رانڈ ہونا مجھے منظور ہے جاؤ صاحب

۴۳
کہکے یہ ہو گئی خاموش وہ آوارہ وطن
بھر کے اک آہ چلا یاورِ سلطانِ زمن
روکے بچوں سے جو فرمائے تسلی کے سخن
باپ کے منہ کو لگے دیکھنے وہ غنچہ دہن
چل سکا بس نہ کوئی اشکوں سے منہ دھونے لگے
ہچکیاں لے لے کے وہ رشکِ چمن رونے لگے

۴۴
ہو کے رخصت حرمِ شہ سے بہ تعجیل تمام
جانبِ در متوجہ ہوا وہ عرش مقام
آکے سرور سے یہ کی عرض کہ یا شاہِ انام
اب اجازت ہو تو میدان میں جائے یہ غلام
روکے شبیر نے فرمایا کہ جاؤ بھائی
خاک میں چاند سی یہ شکل چھپاؤ بھائی

۱۴۵

کرکے تسلیم شہِ دیں کو بصد عزّ و وقار
آئے ہمشکلِ پیمبر سے قرین بادلِ زار
رو کے اکبر سے یہ بولے کہ چچا تیغ بیار
میری جان اپنے دیجاہ سے رہنا ہشیار
عزم فرما ہیں تو میدان میں جانے دینا
ابنِ زہرا کو کوئی آنچ نہ آنے دینا

۱۴۶

رو کے بولا یہ بھتیجا سنتے ہی چچا سے یہ کلام
پیچھے ہر اک کی کو عرض یہ آداب سے تمام
مطمئن آپ رہیں زندہ ہے جب تک یہ غلام
آنچ شبیر پہ آئے گی اے عرش مقام
تھا مناسب کہ سبھی کے پہلے کٹ جاتا میدان میں
آپ پہلے ہی ابو سے ہیں بہنا تا ادران میں

۱۴۷

دیکھ کے جوش جو اکبر کے یہ غازی نے کہا
میں خجل ہوتا ہوں ان باتوں سے اے ماہ لقا
مری جان مجھ سے تو بہتر ہے نہ دیکھا جاتا
کہ مرے سامنے تم ہو شہِ والا سے جدا
نہیں ممکن کہ میں جیتے جی یہ حالت دیکھوں
انتہا اللہ نہ دکھلائے وہ ساعت دیکھوں

۱۴۸

کہہ رہے تھے یہ ابھی حیدر کے علمدار جری
ناگہاں رن میں ہوا شور مبارز طلبی
غیظ سے سرخ ہوا چہرۂ عباس علی
دوڑ کر مشک سکینہ نے حفاظت کی تھی
لیکے اب اذن وہ جنت کا خریدار چلا
دیکھ کے اکبر کو دعا دے کے علمدار چلا

۱۴۹

دیر سے تھا درِ دولت پہ جو حاضر رہوار
بڑھ کے پکڑا کہ میں گھوڑے کے کہا با دلِ زار
سن کے یہ آقا کی صدا ہو گیا توسن ہشیار
جلوہ فرما ہوا تازی پہ وہ غازی یکبار
زلف جو رخ چمنستانِ جناں ہاتھ میں لی
واں بگڑا تو وہیں گھوڑے کی عناں ہاتھ میں لی

۱۵۰

باگ لیتے ہی اڑا صورتِ آہو گھوڑا
لیچلا مثلِ صبا دوش پہ خوشبو گھوڑا
بن گیا راہ میں چلتا ہوا جادو گھوڑا
فرق کرتا نہیں تیزی میں سرِ مو گھوڑا
گر اسی حال سے یہ صاحبِ دل جائیگا
دم میں اب لشکرِ کفار سے مل جائیگا

۱۵۱

جست یوں کرتا ہے میدان میں غازی کا سمند
صید کو دیکھ کے جس طرح جھپٹے شیرِ نژند
چوکڑی بھرنے میں آہو سے سوا ہے وہ چرند
تیز رو ایسا کہ پائے نہ کبھی جس کو پرند
اپنے راکب کا اشارہ جو یہ پا جاتا ہے
پتلیاں جھاڑ کے ہوتے ہوئے شکلِ ہوا جاتا ہے

۱۵۲

ایسا جاتا ہے اڑا گھوڑا نہیں دیکھا اب تک
پیچھوں اڑتا ہے جھپکتی ہے جو راکب کی پلک
سوئے پستی کبھی آتا ہے جو یہ چھو کے فلک
تا سمک جاتی ہے رہوار کے قدموں کی دھمک
اثرِ نقشِ قدم واں بھی عیاں ہالے سے ہیں
پشتِ ماہی پہ یہ پاؤں کے نشاں ہالے سے ہیں

۲۵۳

جلد باریک تہِ روئیں ہیں کہ جیسے ابریشم
گیسوے حورِ جناں سے ہیں سوا بال میں خم
کبھی دکھلاے سبک چال جو یہ برق شیم
جاے رکھتا ہوا اوڑتے ہوے ذرہ پہ قدم
صدقے اس چال پہ ہو نیکو پری رو جائیں
جاے گو سوں پہ زمیں سے نہ قدم چھو جائیں

۲۵۴

جلوہ گر گھوڑے پہ ہے بازوے سلطانِ امم
سر پہ ہے سایہ فگن فتحِ حسینی کا علم
رو میں ڈالے ہوے ہے ہو ادر و ان ہی ضیغم
بر میں ہے چست قبا ڈاب میں شمشیر دو دم
سر بسر شوکت و نصرت بھی ہے اقبال بھی ہے
پشت پر مہرِ نبوت کی طرح ڈھال بھی ہے

۲۵۵

ہے بہت دور ابھی بازوے شاہنشہ دیں
پر ابھی سے وہ تلاطم ہے کہ ہلتی ہے زمیں
فوجیں برہم ہیں خبر بھائی کی بھائی کو نہیں
جز اجل اور کوئی چیز نہیں ذہن نشیں
بیچ میں مرگ گلو گیر نظر آتا ہے
ایک اک موت کی تصویر نظر آتا ہے

۲۵۶

تھا ابھی راہ میں تخت جب گستر آگہ
جا کے اک پیک نے لشکر میں خبر دی ناگاہ
کہ اب آتا ہے علمدار امام ذی جاہ
ڈھونڈتا ہو جسے وہ ڈھونڈ رکھے جاے پناہ
دور جب تک ہے یہ جرار غنیمت جانو
آنا اس شیر کا اپنے لیے آفت جانو

۵۷

پیاس کا بچوں کی غازی کو جو ہے رنج و الم
مشک اک چھوٹی سی ہمراہ لیے ہے ضیغم
غور سے دیکھیں اگر غلط تو نہیں ہیں ہم
وہ بلندی پہ ستارہ سا چمکتا ہے علم
غیظ میں بازوے سلطان امم آتا ہے
فکر میں پانی کی سقائے حرم آتا ہے

۵۸

نہر کا قصد ہے غازی کا ہیں سب ہشیار
جو ترائی کی صفیں ہیں وہ ہیں سب تیار
تیغیں کھینچے ہوئے آمادہ ہیں تجربہ کار
پیچھے سرکے نہ قدم بھر بھی پیادوں کی قطار
نیزے سیدھے کیے آمادۂ پیکار رہو
آگ برسے گی ترائی میں خبردار رہو

۵۹

ذکر یہ تھا کہ عیاں اک تتق گرد ہوا
بولے جاسوس کہ دیکھو وہ دلیر آ پہنچا
دامن گرد کا پھٹنا تھا کہ خنجر چمکا
ٹاپ کی گھوڑے کے آنے لگی کانوں میں صدا
فکر میں جا پڑے سر جھک گئے سرداروں کے
دل لرزنے لگے سینوں میں جگرداروں کے

۶۰

کر لیا ہے جو تردد نے ہر اک دل میں مقام
شکل تصویر کی بن گئی ہے فوج تمام
ایک سے ایک یہی کہتا ہے آپس میں کلام
کس کو معلوم تھا پہلے کہ یہ ہوگا انجام
کیا خبر تھی کہ مقدر ہی بگڑ جائے گا
ایسے جرار سے پالا ہمیں پڑ جائے گا

٤٦١

لشکر شہ میں جو ہو پیدا اسد اللہ کا شیر
روک کر باگ کے جھکنے لگا گردن کو دلیر
کہا اعدا سے کہ اب جنگ میں ہے کس لیے دیر
بھیجو میدان میں انھیں جن سے دل جنگ کا ہے سیر
بھوکے پیاسے کے ستانے کا مزا دیکھ لو
کس طرح کرتے ہیں لاکھوں سے وغا دیکھ لو

٤٦٢

ارزق بے نسب بہت تھا لعین اپنے پہ نازان
اب ارزق ہم سے تو معلوم ہوا ہے فتح گران
جان اپنی بچے جب دو دھر ہو وہی آئے یہان
ہو گئی ہر کشتی تن غرق کے دریا میں روان
نقد جان پاس ہو جس جسکے وہ لائے جلدی
دیکھنا جسکو تماشہ ہو وہ آئے جلدی

٤٦٣

بے محل گو تھا مگر دے کے جواب مہمل
تیر سر کرنے لگا شہ کی جانب اجہل
آ گیا غیظ پڑے ابروئے جرار میں بل
ہاتھ قبضے پہ رکھا کانپ گئی فوج کی کل
تیغ رخشان صفت شعلۂ روشن نکلی
کھینچ لی جھاڑ کے اڑتی ہوئی ناگن نکلی

٤٦٤

چھائی دھانوں کی گھٹا رن میں سنسنانے لگے تیر
برق کی طرح چمکنے لگی ہر اک شمشیر
صورت رعد گرجنے لگا لشکر کثیر
کر ہمہ موسے گوش فلک ہلنے لگا چرخ اثیر
پیر گردون کو بھی دہشت سے بخار آنے لگا
جلکا گاؤ زمین خوف سے تھرانے لگا

۲۶۵

ساقیا ہاں کوئی جام آج عطا ہو جائے
جوش زن آج ترا بحرِ سخا پھر ہو جائے
دورِ جام سے اندوہ ربا پھر ہو جائے
کچھ مکدر ہے طبیعت کو جلا پھر ہو جائے
ہوگا دنیا کے کرم بھی ترا وافی مجھکو
دردِ سر کھونیکو ہے درد بھی کافی مجھکو

۲۶۶

ساقیا بادۂ گلرنگ سے ہاں بھر ساغر
دے دل آرام و مصفا و معطر ساغر
جلد اب آتشِ سیال سے کر تر ساغر
کب سے ہے میرے لبِ خشک پہ ساغر ساغر
سب ہیں مشتاق کہ ہم خمِ صہبا ٹوٹے
سال بھر بعد تو ہم رندونکی توبہ ٹوٹے

۲۶۷

آئیں اب بزم میں اے ساقیِ فرخندہ خصال
غمِ فرقت میں تری جی ہوا جاتا ہے نڈھال
اپنے میخوارون کا نشہ ذرا دیکھ تو حال
طاقتِ صبر نہیں دلمیں دکھا اپنا جمال
بزم میں دیکھتے ہیں راہ ترے آنیکی
سر کو ٹکراتے ہیں دیوارون سے میخانیکی

۲۶۸

آج میخوارون کو جی بھر کے پلا دے ساقی
غنچۂ خاطرِ ناشاد کھلا دے ساقی
دلمیں رکھتے ہیں یہ سب تری ولا اے ساقی
شیشۂ مے لبِ ساغر سے ملا دے ساقی
غیر حالت ہے بہت مے کے طلبگارون کی
آنکھیں شیشے سے لڑی ہیں ترے میخوارونکی

٧٦٩

جلد سے جلد بس اب بہر خدا دیر نہ کر
ابھی لکھنی ہے مجھے جنگ کے میدان کی خبر
حملہ کرتے ہی کہے فوج پہ ابن حیدر
میں قلم ہاتھ میں لیتا ہوں اٹھا تو ساغر
مے کے پینے کی کہاں پھر مجھے فرصت ہوگی
چل گئی تیغ جو پہلے تو قیامت ہوگی

٧٧٠

ساقیا بزم میں ہو بارش باران شراب
بڑھ کے ہم رندوں سے کوئی نہیں خواہان شراب
قلزم خم سے اٹھے آج بھی طوفان شراب
جو ازل میں تھا وہی اب بھی ہو سامان شراب
ساقی جس مے سے کہ ہوے صاحب معراج وہ دے
بچ رہی ہو جو پلانے وہاں آج وہ دے

٧٧١

بزم میں جمع ہیں سب بندۂ بیدام شراب
آج میخانے میں باقی نہ رہے نام شراب
کب سے میخوار مجھے دیتے ہیں پیغام شراب
ساقیا رندوں کو بھر بھر کے پلا جام شراب
ہے یہ خواہش کہ تری بزم میں آئیں جائیں
تجھکو دیتے ہوے ہم رند دعائیں جائیں

٧٧٢

ساقیا رندوں کی قسمت سے پھر آئی ہے بہار
ابر چھایا ہوا ہر سمت سے پڑتی ہے پھوار
تیرے مشتاق چلے آتے ہیں سارے میخوار
طاق سے شیشۂ مے بہر خدا جلد اتار
کر نہ تاخیر کہ ساقی کو تردید ہے
ہاتھ میں پہلے سے ہم رندوں کے ساغر دیدے

۷۳

کس زبان سے ترا ہم ذکر کریں شکر ادا
کہ الفت سے تری ہوتی ہے ایمان کو جلا
یہی وہ شے ہے جو کرتی ہے جہنم سے رہا
یہی وہ شے ہے جسے پیتے ہیں خاصانِ خدا
دھلے ہوتے ہیں گنہ اجر سوا ملتا ہے
یہی وہ مے ہے کہ جس مے سے خدا ملتا ہے

۷۴

ساقیا دے مجھے وہ جام شراب سرجوش
پی کے ہوں جس کو کہ مثل ہوائی مدہوش
کب سے میخانہ میں دیتا ہوں دعا بادہ نوش
آج اتنی مجھے پلوا کہ نہ باقی رہے ہوش
ہے غرض مجھ کو نہ شیشے سے نہ پیمانے سے
لڑکھڑاتا ہوا نکلوں ترے میخانے سے

۷۵

ساقیا تیرے سوا غیر کی الفت ہے حرام
پھرتے ہیں میخانہ کے گرد سحر سے تا شام
تو بلائے نہ بلائے ہمیں اس سے کیا کام
تیرے دروازہ پہ جاتے ہیں آ کے سلام
خیر ہو تیری یہی دے کے دعا جاتے ہیں
زیرِ دیوار صدا آ کے لگا جاتے ہیں

۷۶

لے وہ شمشیر بکف غیظ میں جھپٹا صفدر
خون کفار سے میدان وغا ہو گیا تر
افسرانِ سپہ شام ہوئے سب ششدر
و مسلم بھاگے کہ اتنا تھا ہر اک باقی تر
اب نہیں بچنے کی تدبیر نظر آتی ہے
تیغ میں موت کی تصویر نظر آتی ہے

۴۷۷

یک بیک سقفِ چمن میں بجلی ہوئی گھونٹے پھڑکے
پھول سے پھل تیغوں کے اڑنے لگے قبضے کھڑکے
جان جانے کے جو ہر دو لبیں سہمائے دھڑکے
طائرِ جان قفسِ جسم میں کیا کیا پھڑکے
خوفِ صیادِ اجل نے جو پریشان کیا
آشیانوں سے نکل جانے کا سامان کیا

۴۷۸

تیغ کے جاتا نہیں تلوار سے کوئی ناری
خاک میں ملگئی سر میں تھی جو نخوت ساری
جرم کے دید کے ہر اک فرد کو باری باری
ورقِ جسم پہ کر دی تھی بنا کاری
تیغ کا پھل بھی نیا رنگ دکھا جاتا تھا
ہر لعین پیکرِ تصویر نظر آتا تھا

۴۷۹

سر دو پارہ ہوئے زخموں سے بدن چاک ہوئے
رو چیں عریاں ہوئیں اور جامۂ تن چاک ہوئے
پیرہن چاک ہوئے کیا کہ کفن چاک ہوئے
لب بستہ زیادہ جو لالے تو دہن چاک ہوئے
نہ بچا فرق جو کٹ گئے گردن کوتاہ بھی کی
زخم پر اور لگا زخم اگر آہ بھی کی

۴۸۰

گردنیں جھک گئیں ضیغم نے جدھر منھ موڑا
قلعۂ کفر تھے اگر انھیں ڈھایا توڑا
اس سے غافل ہوئے جس کو بسمل چھوڑا
آبِ شمشیر پلاتے رہے تھوڑا تھوڑا
تھم گئے دیکھ کے بسمل سے جاتے جاتے
چرکہ دیتے گئے نامرد کو آتے جاتے

۱۸۱

تیغ کے ساتھ ہی پھرتی تھی نظر چار طرف
برقِ شمشیر کا یکسان تھا گذر چار طرف
اس سے ممکن تھا کسیکو نہ مفر چار طرف
دم میں جاتی تھی وہ مانند خبر چار طرف
جو شناسائی تھی لعینوں کو قضا سنتے تھے
بند آنکھیں کیے سن سن کی صدا سنتے تھے

۱۸۲

برقِ جانسوز تھی گرتے زمین پہ تو چلنے میں ہوا
جسم کے واسطے آتش تھی پئے فتح قضا
بجلی کانے کے نزدیک پہونچتے ہی صدا
عضو ایسا تھا نہ کوئی کہ جہاں ہو نہ رسا
واہمہ تھی جو سراپائے شرر میں پہونچی
بنکی درد اگر قلب و جگر میں پہونچی

۱۸۳

سامنے جسکے یہ پہونچی اجل آئی اُسکی
روح بے زخم لگے سے نکل آئی اُسکی
جو بڑھا خود سے قضا برمحل آئی اُسکی
قطع شانہ کیا اسکا تو کلائی اُسکی
شجرِ قد کی جو شاخیں تھیں انھیں چھانٹ دیا
زخم کے پھولوں کو جسم پہ پھر بانٹ دیا

۱۸۴

بر میں پہنے ہوئے ہے سرخی خون کا جو لباس
قہر کا ہے یہ نشان جینے سے اعدا کو ہے یاس
سادگی نے نہ رکھا اور تو زیور کوئی پاس
جا بجا قبضے پہ دس بیس جڑے ہیں الماس
ہاں مگر اسکا جو زیور ہے وہ گل پہنے ہے
پانی یہ جوہر کہ دو ہیں زیور گل پہنے ہے

۵۸۵

ہوش اڑ دین دیکھ کے پریوں کو سجاوٹ ایسی
مل کے دشمن سے گلے سب بھی لگاوٹ ایسی
ناز سے چلتی ہے ہم قدم کے رکاوٹ ایسی
کبھی ثابت نہ ہوا کر ہا ہو بناوٹ ایسی
خاتمہ اس کے لیے حسن خداداد کا ہے
تن چھریرا ہو ہے جسے شبہہ پہ فولاد کا ہے

۵۸۶

کھل کے ہوش گری ہوش میں آکر اوٹھی
سر پہ جب بیٹھی تو سینے میں سما کر اوٹھی
خوں میں نہلا کے اوٹھی تو جلا کر اوٹھی
جس جگہ بیٹھ گئی آگ لگا کر اوٹھی
اور عنقا کوئی اس خوں بہانے سے نہ تھا
تھا فقط کام لگانے سے بجھانے سے نہ تھا

۵۸۷

خونی بارش جو ہوئی رن کی ہوا اور ہوئی
زحمت موت لعینوں پہ سوا اور ہوئی
شاد جانوں کے نکلنے سے قضا اور ہوئی
استخوان تیغ نے کاٹے تو جلا اور ہوئی
جسمیں صورت نظر آئے وہ صفا سینہ ہے
تیغ کی تیغ ہے آئینہ کا آئینہ ہے

۵۸۸

اڑ کے ترکے جو پڑی تیر کی دریا پہ نگاہ
پیاس یاد آئی سکینہ کی تو کھینچی اک آہ
خوں میں جوش آیا بڑھا غیظ کہ خالق کی پناہ
حملہ ور پھر ہوا بازوے امام ذیجاہ
پھر تہ تیغ اجل بانی بیداد ہوے
پھر تبرا اور لہو میں ستم ایجاد ہوے

۸۹
چڑھ کے لاشوں پہ چلا شیر دلاور کا سمند
نہ رُکا وہ اسے گو فوج نے روکا ہر چند
اور گیا صاف جو تھی اُنکی زمین پست و بلند
راس و چپ ہٹ گئی ڈر کر سپہ ظلم پسند
نہر پر جانے کو رہوار بھی لہرانے لگا
شیر کو گھاٹ بلندی سے نظر آنے لگا

۹۰
آ کے دریا پہ علمدار شہنشاہِ زمن
نہر کے پانی میں چھاتی تلک اُترا توسن
جھک کے چلو میں لیا آب کہ تھے تشنہ دہن
چاہا کچھ منہ پہ چھڑک لیں کہ ہو گرمی کا محن
گھوڑا پیاسا تھا جُدا آپ جدا پیاسے تھے
گھر کے سب پیاسوں سے عباس سوا پیاسے تھے

۹۱
وجہ اب اسکی سُنیں سبطِ نبی کے احباب
صبح ہم تم کو میسر جو ہوا تھا کچھ آب
کم تھا پانی تو دئے تھے شہِ عرش جناب
اور اطفال تھے سب تپِ عطش سے بیتاب
سب کو بھر بھر کے کٹورے وہیں دیا تھا پانی
پر نہ عباسؑ نے اُس دن سے پیا تھا پانی

۹۲
واہ رے صبر علمدار شہ نیک خصال
دھیان آیا کہ ہے پیاسا شہ لولاک کا لال
ہاتھ سے پھینک دیا آب بصد رنج و ملال
مشک بھر لی یہ کیا اپنی عطش کا نہ خیال
ایک قطرہ بھی دم تشنہ دہانی نہ پیا
منہ اٹھائے رہا گھوڑے نے بھی پانی نہ پیا

※ جناب عروج صاحب مرحوم نے تبرکاً اپنے والد مرحوم جناب میر نفیس صاحب کے مشہور مرثیہ کے تین بند اس مرثیہ میں شامل فرمائے ہیں اُس مشہور مرثیہ کا مطلع یہ ہے۔ "طبع روشن ہے مری شمع شبستان سخن"

۴۹۳

کڑھ گیا دل تو یہ غازی نے کیا اس سے خطاب
کون مانع ہوا تو نے نہ پیا کس لیے آب
اس وفادار نے کی عرض کہ اے عرش جناب
میرا آقا تو نہ پانی پیے میں ہوں سیراب
آپ پیاسے حرم سبط نبی پیاسے ہیں
مع اطفال حسین ابن علی پیاسے ہیں

۴۹۴

کہہ کے شاباش کیا مرکب جانباز کو پیار
مشکِ پُر آب لیے نہر سے نکلا جرار
رخ کیا خیمۂ اقدس کا اور اڑا کے رہوار
کچھ بڑھے تھے کہ قریب آ گئے سب ظلم شعار
کثرت افواج کی پہلے سے بھی چند ہوئی
جو نکلنے کی تھی راہ وہ سب بند ہوئی

۴۹۵

دوش سے مشک کو عباس نے سینے پہ دھرا
مشک پر ڈھال کبھی ڈھال پہ دامان عبا
گہ ادھر اور کبھی اس سمت بڑھایا گھوڑا
بڑھ سکا پر نہ فرس تھا یہ ہجوم اعدا
اک یہ آفت تھی کہ جب گھوڑے کو بڑھاتے تھے
پاؤں رہوار کے ریتی میں دھنسے جاتے تھے

۴۹۶

پاس سے چلنے لگے نیزوں کے اور تیغوں کے وار
دور سے ہونے لگی تیروں کی پیہم بوچھار
حملہ جب کرتا تھا ضرغام خدا کا دلدار
خوف سے خاک پہ گر پڑتے تھے سو سو کفار
خیمہ تک جانے کا رستہ نہ مگر پاتے تھے
تیر جب آتا تھا مشکیزہ پہ جھک جاتے تھے

۹۷

چار جانب سے سمٹ آئی ہے اب فوجِ ستم
گرد جلّاد ہیں اور بیچ میں وہ بحرِ کرم
اس مصیبت میں نہ یاور نہ دعا ہے ہمدم
جان جاے مری بچ جاے مگر مشکِ حرم
تشنہ لب راہ مرے آنے کی تکتے ہوں گے
بچّے پانی کیلئے گھر میں بلکتے ہوں گے

۹۸

اشقیا گھیرے ہیں یا حیدرِ صفدر مددے
سدِّ رہ فوج ہے یا فاتحِ خیبر مددے
تیر ادھر آتے ہیں بازو سے پیمبر مددے
پانی یہ جاے نہ یا ساقیِ کوثر مددے
موت نزدیک ہے کس طرح نہ گھبراؤں میں
مشک تا خیمہ پہونچ جاے تو جی جاؤں میں

۹۹

شور ادھر ہے کہ یہ جرّار نہ بڑھنے پاے
خلفِ حیدرِ کرّار نہ بڑھنے پاے
ثانیِ جعفرِ طیّار نہ بڑھنے پاے
اسپِ عبّاسِ علمدار نہ بڑھنے پاے
چھیدو مشک بھری برچھیوں کے واروں سے
کاٹ دو دستِ جری ظلم کی تلواروں سے

۱۰۰

ناگہاں سر پہ لگا گرزِ گراں ہاے غضب
شق ہوا فرقِ علمدارِ جواں ہاے غضب
گر پڑا گھوڑے سے وہ سروِ رواں ہاے غضب
پھٹ گئے زخمِ تنِ شیرِ ژیاں ہاے غضب
خاک پر دستِ بریدہ تھے اٹے پہلو میں
مشک تھی چھاتی پہ اور ہات کٹے پہلو میں

۱۰۱
زینت ہیں شمع کی یہ نگینے انگشت سی ہیں اودھر
ایوان سے دور دولت شہ زمین جو آسمان فلک سے پیر
ساتھ گئے اکبر [illegible] دیکھا ہے تیغ و تیر
تھا یہ صدمہ کہ نہ آنکھوں نے کچھ اٹھا نظر
غم عباس تھا بہن کو بھی دل مضطر کے لیے
راہ میں بیٹھی تھی ہائے شہ برادر کے لیے

۱۰۲
رو رہی حضرت عباس علی کے شیدا
خلق سے اُٹھتا ہے سقائے سکینہ بابا
[illegible] ہیں شبیر اٹھتی ہے صدا آہ و بکا
رو رہے ہیں [illegible] مشکل رسول [illegible] دو در
عالم غش میں ہیں [illegible] آنکھیں بھی نہیں [illegible] لیتے ہیں
شاہ چلاتے ہیں عباس نہیں [illegible] لیتے ہیں

۱۰۳
جبکہ واقف ہوئے شہ [illegible] سر و کہہ کے برادر [illegible]
سب بیان میرے [illegible] صفدر [illegible] ہو کر
بہر حق بہر علی بہر [illegible] عباس کو لا دو ہو کر
جان لب پہ ہے [illegible] عباس [illegible] ہو کر
بات کرنے نہیں دیتا ہے یہ کیا بلا ہے کہ جدا ہو گئے بھائی
روح پرواز [illegible] کیسی بلا آئی کہ جدا ہو گئے بھائی

۱۰۴
نقش ہیں [illegible] پانی کی [illegible] گل زہرا کی جو [illegible]
[illegible] آنکھوں کو دیکھا [illegible] شاہ [illegible] دو [illegible] نہیں
عرض کی [illegible] آنکھوں [illegible] کیا انہوں سے [illegible] نہیں
حرکت [illegible] نہیں [illegible] نہیں
[illegible] سر تا قدم [illegible] نہیں
[illegible] مجبور [illegible] نہیں

۱۰۲

گھر گئے فوج میں شاہِ شہدا دریا پر
بیچ میں ہو گئی حائل سپہ بانیِ شر
ایک پیاسے سے رکیں لاکھوں کے ریلے کیونکر
لاش اودھر ہو گئی اڑتے ہوئے شہ آئے ادھر
اتنی کثرت ہوئی اعدا کی کہ جا نہ سکے
لاش بھائی کی حسین ابن علی لا نہ سکے

۱۰۳

لاشۂ بھائی کا نہ لا سکے جو امام مظلوم
راوی غم نے سبب جا کے کیے یاں مرقوم
اک یہی وجہ کہ اس دم ہوا اعدا کا ہجوم
لاش اٹھاتے تو کٹے شہ دیں کہ بڑھا لشکرِ شوم
نیزہ و تیر چلے جنگ و جدل ہونے لگی
یاں بھی تلوار کھنچی ردّ و بدل ہونے لگی

۱۰۴

عاشقانِ شہ دیں چھپ نہیں سکتی یہ جا
مر گئے حضرت عباس کرو آہ و بکا
ننگے سر گھر سے نکل آئے ہیں سب آلِ عبا
روتے آتے ہیں ترائی سے امامِ دوسرا
ساتھ اندوہ و غم و درد و الم لاتے ہیں
لاش دریا پہ ہی مشک و علم لاتے ہیں

۱۰۵

کہکے یہ خاک پہ عباس پٹکنے لگے سر
آہ کی ایسی کہ تھرا گیا حضرت کا جگر
اشکِ خوں بہنے لگے بند ہوئے دیدۂ تر
ہونٹ تھرائے ہوئی روح جدا بہرِ سفر
اٹھ گئے خلق سے منہ موڑ کے عباس علی
مر گئے خاک پہ دم توڑ کے عباس علی

۵۱

جب ہوا رن میں عیاں روزِ دہم نورِ سحر
پہونچی تا قلب و جگر خنکی کافورِ سحر
خاصۂ حق ہوے مشتاقِ رخِ حورِ سحر
ہو گئی جلوہ فگن روشنی طورِ سحر
سب کے سب عاشقِ سلطانِ حجازی اُٹھے
صبح ہوتی تھی کہ بستر سے نمازی اُٹھے

۵۲

جمع تھے بہرِ نمازِ سحری سب رفقا
کہ برآمد ہوے خیمہ سے امامِ دوسرا
شبِ ہفتم سے کہیں پانی کا قطرہ جو نہ تھا
خاکِ طاہر پہ تیمم شہِ والا نے کیا
ذکرِ معبود میں تر خشک زبان ہونے لگی
آئے شبیرؑ مصلے پہ اذان ہونے لگی

۵۳

تھے جو خوشنودیِ خالق کے نمازی جویا
عقبِ شاہِ امم ہو گئے سب استادا
نیتیں بندھ گئیں دروازۂ رحمت ہوا وا
جاری ان خشک زبانوں پہ ہوا ذکرِ خدا
پھر نہ دنیا میں ہوے صفدر و غازی ایسے
ناز ہے جن پہ عبادت کو نمازی ایسے

۵۴

ساتھ آقا کے نمازِ سحری کر کے تمام
ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا کرنے لگے نیک انجام
اے مددگارِ جہان مالک و مختارِ انام
تو بنا دیتا ہے بندوں کے بگڑتے ہوے کام
جو عزیزوں پہ بلا آتی ہے رد کرتا ہے
تو ہی ہر درد میں ہر دکھ میں مدد کرتا ہے

۴۵

ذات اقدس پہ تری حال ہے سب کا روشن
دور افتادہ ہیں نہ دوست کوئی ہے نہ وطن
ہے شہ دین کا یزید ستم آرا دشمن
ننھے بچے بھی ہیں ہمراہ گرفتار محن
غم نہیں ہم کو جو دنیا سے اٹھا لے یارب
آل احمد کو تباہی سے بچا لے یارب

۴۶

تین دن گذرے ہیں پایا نہیں اک قطرۂ آب
گھاٹ کو نہر کے روکے ہوئے ہیں خانہ خراب
بچے اس گرمی میں ہیں سوز عطش سے بیتاب
ساتویں سے ہے تجھے کام نہ ہے خور و خواب
نونہال اس کے چھپے ہیں اک گھر میں سبھی پیاسے ہیں
یہ قلق ہے کہ حسین ابن علی پیاسے ہیں

۴۷

دین جو کچھ ہے ہمارا سے تجھے معلوم ہے سب
تیری جانب سے مدد ہو تو برآئے مطلب
پہلے آقا پہ فدا ہم ہوں تمنا ہے یہی اب
یہ نہیں وقت ثبات قدمی دے یارب
شہ پہ ہم ہوں صدقے سپر جان کو کر جائیں
فتح اعدا سے اگر ہو تو لڑیں مر جائیں

۴۸

بانگ گو حق سے دعا میں یہ بصد عجز و نیاز
جھک کے کی شکر کے سجدے میں ہوئی ختم نماز
آ کے پھر متصل شاہ ہوئے سب جانباز
دست بوسی سے کیا شکر ادا ہوئے غازی ممتاز
سب جری شہ پہ فدا ہونے کو آمادہ ہوئے
عقب شاہ صف آرا ہو کے استادہ ہوئے

۹

جمع ہیں یاں تو رفیقانِ امامِ مظلوم
ہے اُدھر فوج میں قتلِ شہِ ذیجاہ کی دھوم
ایک بیکس پہ چڑھائی کے لیے ہے یہ ہجوم
کہ زمیں تنگ ہے سب چشمِ فلک سے معدوم
آ گئے ہیں قتلِ شہِ صابر و شاکر کے لیے
سب یہ مجمع ہے فقط ایک مسافر کے لیے

۱۰

پسرِ سعد کو منظور ہے یہ ظلمِ شدید
جا بجا ہر صف کی تزئین کرتا ہے تاکید اکید
افسروں سے کبھی کرتا ہے یہ وعدہ وہ پلید
مال و زر لو جو کرو سبطِ پیمبر کو شہید
آج وہ دن ہے کہ لعل و گہر و زر لوٹو
فتح ہو لے تو محمدؐ کا بھرا گھر لوٹو

۱۱

افسروں سے یہی کرتا ہوا باتیں سگِ بے پیر
آ گیا حُر کے رسالے میں یکایک وہ شریر
خوب دوڑا کے نظر چار طرف کی تقریر
کیا رسالے میں نہیں اپنے حُر با توقیر
کہہ دے کوئی کہ یہاں آ کے اُسے نام کرے
کام کا بس ہے وہی وقت یہ جو کام کرے

۱۲

سن کے تقریرِ پسرِ سعد یہ بولا کہ شمر
شب سے نکلا نہیں سروار ہمارا باہم
اس طرف باتوں میں مصروف تھا میرِ لشکر
سر بہ زانو تھا اُدھر خیمے میں حر صف در
شب سے واقف نہ یہ پانی سے ذرا واقف تھا
دل پہ جو اس کے گزرتی تھی خدا واقف تھا

۲۱۳

دل کی الجھن سے پریشان تھا حرؔ با توقیر
عذر خواہی کی نہ بن پڑتی تھی کوئی تدبیر
کبھی ادرو سے یہ کہتا تھا کہ اے رب قدیر
مجھ گنہگار کی بخشش میں کرے گر شہ دیں تقصیر
ہیں خفا سبط نبی جرم یہ کم تو نے کیا
باگ پکڑی شہ والا کی ستم تو نے کیا

۲۱۴

کسی کروٹ کسی پہلو سے نہ آیا جو قرار
اُٹھ کے خیمے میں ٹہلنے لگا غازی یکبار
تھا جو رگ رگ میں مے حب حسینی کا خمار
دل یہ کہتا تھا کہ چل سوئے شہ عرش وقار
طالب حق ہے تو باطل سے جدا ہو جلدی
پسر فاطمہ زہرا پہ فدا ہو جلدی

۲۱۵

مشورہ دل سے یہ طے کر لیا حرؔ نے جب
پسر و عبد و برادر کو کیا حرؔ نے طلب
آئے خیمے سے جو اندر وہ بہادر بہ ادب
حرؔ نے فرمایا بلانے کا تمھیں ہے یہ سبب
شدت غم سے کلیجہ مرا شق ہے بھائی
کیا کہوں آپ سے جو مجھ کو قلق ہے بھائی

۲۱۶

وہی عاقل ہیں جو انجام پہ کرتے ہیں غور
مجھ کو اس جنگ کا اچھا نظر آتا نہیں طور
پہلے کچھ اور میں سمجھا تھا مگر اب ہے کچھ اور
قتل شبیر پہ آمادہ ہیں یہ بانی جور
ذبح سادات ہوں پیہم یہی تدبیریں ہیں
ہے غضب آل محمد کی یہ توقیریں ہیں

۱۷

ہو نہ کس طرح سے عالم میں پریشانیوں و شیون
سن چکا رات کو مخدومۂ کونین کے بین
دل ہوا جاتا تھا آوازِ بکا سے بے چین
صاف آتی تھی صدا اے مرے مظلوم حسینؑ
ساتھ حورون کو بھی رونے کے لیے لائی ہوں
باغِ جنت سے میں گھبرا کے نکل آئی ہوں

۱۸

اب کہو درد نہ ہو جس میں وہ ہے کونسا دل
جان دینے پہ نہ کیونکر ہو طبیعت مائل
سہل ہو گی کرم سبطِ نبی سے مشکل
سامنے فاطمہ زہرا کے نہ میں ہونگا خجل
اب تو جو دل میں ارادہ ہے وہی کرتا ہوں
اپنا سر نذرِ حسین ابن علی کرتا ہوں

۱۹

سن کے سارا یہ بیان بھائی نے حُر سے یہ کہا
ہے یہی آپ کو منظور تو پھر دیر ہے کیا
چھوڑیئے کیوں اسے جو ہے رہِ تسلیم و رضا
بولا فرزند کہ میں دل سے ہوں راضی بخدا
کفر سے دین کی طرف چلئے تو ہمراہ ہوں میں
عبد بولا کہ فدائے قدمِ شاہ ہوں میں

۲۰

پھر کہا بھائی نے کس طرح ہے چلنا منظور
میرے نزدیک تو لشکر میں خبر ہو گی ضرور
کہیں ایسا نہ ہو روکے پسرِ سعد حضور
حُر نے فرمایا ہمیں روک سکے وہ کیا مقدور
میرا لشکر ہے تو کیا اس سے میں ڈر جاؤں گا
جاؤں گا میں تو اسے کر کے خبر جاؤں گا

۲

۲۱
کیا یہ تیغ دو دمی ڈالی ہیں کاندھے پہ سپر
بھائی نے ہاتھ میں نیزے کو سنبھالا بڑھکر
لیں چلنے پہ ہوا تیر و کماں لے کے بسر
عبد جانباز بھی تیار ہوا لے کے تبر
سر چلے کفر سے ایمان کے طرفدار چلے
شوق پابوسی سرور میں وہ جرار چلے

۲۲
نکلے خیمے سے بصد شوق دلاور چاروں
شیر کی طرح جھپٹ کے غضنفر چاروں
تھے فدا سے قاسم تشنہ جو وہ صفدر چاروں
نذر کو ہاتھ میں لئے ہوئے تھے سر چاروں
دلمیں عشق شہ دین نبی لیکے چلے
سب نیچے لئے سلطان امم لیکے چلے

۲۳
متصل اسپ جہانگیر کے آیا جرار
سنکے آقا کی صدا ہو گیا توسن ہشیار
کھینچکر تنگ کو غازی ہوا گھوڑے پہ سوار
چھیڑنا تھا کہ بڑھا اسکے اشارہ پہ رہوار
چلے آیا نہ جری شاہ کے بائیں کیطرف
باگ موڑی لیے سعد ستمگر کیطرف

۲۴
فوج سے لشکر بدخو کے کہا اور آیا
دولت حسن علی سے بہ تقاضا آیا
جیسے گلشن سے ہو اقبال و شہود آیا
جس جا کھچا سعد وہاں حر آیا
کیا کہوں جرأت ... نے زیر نہ کر لیا
میر ... کو زیر نہ کر لیا

۲۵

تجھے بہادر سے کہیں پشت پسر بھائی غلام
حر نے آتے ہی کیا یہ ستم آرا سے کلام
پوچھتا تھا مجھے کس واسطے کیا مجھ سے ہے کام
بولا وہ حر سے مجھے میں نے دیا تھا یہ پیام
پھر لے در میں کہ نہ دو لعل اگر سے تو بھی
لڑ کے ازرقا طمہ زہرا کے پسر سے تو بھی

۲۶

حر نے بیدین سے کہا کھینچ کے اک سینے سے آہ
دیکھا گرم نظر سے شہ دین کو ہے گناہ
بولا وہ جا کے ادھر اودھر بھی تو ہوگا تباہ
حر نے فرمایا کہ میں پا گیا بھولی ہوئی راہ
کہا اُس نے یہ برا طور نظر آتا ہے
بولا غازی مجھے کچھ اور نظر آتا ہے

۲۷

اُس نے گھبرا کے کہا کیا ہے ارادہ تیرا اب
حر نے فرمایا کہ چھوٹ نار سے یہ ہے مطلب
مجھ سے نااہل کو بتلاؤ نہیں کیا اسکا سبب
ہو چکی ہے مری دربار حسینی میں طلب
ابتو پہلے سے نہ وہ دن ہیں نہ وہ راتیں ہیں
باغ فردوس میں حوروں سے ملاقاتیں ہیں

۲۸

کہا اُس نے تجھے حاکم سے خطر کچھ بھی نہیں
حر نے فرمایا کہ ہاں ہاں مجھے ڈر کچھ بھی نہیں
بولا واں جاہ و حشم لعل و گہر کچھ بھی نہیں
کہا صفدر نے مجھے خواہش زر کچھ بھی نہیں
بولا وہ دولت دنیا کا اودھر ذکر نہیں
کہا غازی نے کہ اسکی مجھے کچھ فکر نہیں

۲۹

بولا وہ تجھکو نہین پاس نمک خواری بھی
حر نے فرمایا کہ وہ کرتا ہے مکاری بھی
کہا وان پیاس مین پانی کی ہے دشواری بھی
بولا حر شاہ کا ہے ابر کرم جاری بھی
بولا پھر وہ تجھے حاکم سے کدورت کیون ہے
کہا فرزند پیمبر سے عداوت کیون ہے

۳۰

بولا گھبرا کے پسر سعد کہ جائے گا ضرور
حر نے فرمایا کہ ہان مجھکو یہی ہے منظور
تو ہے کیا اور تری فتح ہے کیا او مقہور
دیکھ لینا کہ نہ مین دور ہون شاہ سے دور
شوق دل سے مین سوے سبط نبی جاتا ہون
روک لے کوئی مجھکو مین ابھی جاتا ہون

۳۱

دیکھ غصے مین جو بگڑے ہوے حر کے تیور
ہٹ کے پیچھے وہ یہ کہنے لگا وہ بانی شر
ہونیوالا ہے جو کچھ اسکی نہین تجھکو خبر
اپنے اوپر یہ ستم کرتا ہے ستم غور تو کر
حکم حاکم سے اسیری کی جفا گذریگی
بعد تیرے ترے ناموس پہ کیا گذریگی

۳۲

تجھ سے اس بات مین ناراض جو ہو جائیگی چوک
شمر سے تجھکو تو کلیجے مین اُٹھیگی تجھے ہوک
حاکم شام کو یہ سن کے جو گذرینگے شکوک
جس سے انسان کو تعجب ہو کریگا وہ سلوک
پا بجولان ترا کنبہ ہو یہ تو فکر کرے
کیا عجب ہے کہ سر بانو جو تشہیر کرے

۲

۳۳

حرف یہ سُنکے ابنِ سعدِ ستمگر نے کہا
تو ہے کیا اور یزیدِ ستم ایجاد ہے کیا
تیری تقریر یہ سب لغو ہے اور ہرزہ درا
اُسکے اور تیرے فرشتوں نے نہیں میں دیکھا
جو ہو کافر نہیں اعزاز بھی لازم اُس کا
اب نہ محکوم ہوں تیرا نہ ملازم اُس کا

۳۴

کیا ڈراتا ہے مجھے گھر کی تباہی سے لعین
جنکو ایمان کا ہے جوش وہ ڈرتے ہیں کہیں
عورتیں قید ہوں یا لٹنے سے ہوں خاک نشین
اب تو چھوڑونگا نہ ہرگز قدمِ سرورِ دین
عزم پورا نہ ہو جسکا وہ بہادر ہی نہیں
تیرے ڈرکے سے جو رُک جاؤں تو میں حر ہی نہیں

۳۵

اوتی مغرور ذرا غور سے کر دھیان ادھر
اسمیں کیا فخر ہے حاکم کا ملازم تھا اگر
اوچھا پنا اپنی تنک ظرفی پہ پڑتی ہے نظر
نوکری ادنیٰ سے تھا چند نفر کا افسر
اسکے چھٹنے کا اثر کیوں کسی ذی ہوش پہ ہو
جھاڑ دیتے ہیں اسے گرد جو پاپوش پہ ہو

۳۶

تیرا حاکم ہے بد ایمان نہیں شک اسمیں ذرا
نام کو گو ہے مسلمان یہ ہے مردودِ خدا
بد پہ نیکوں کی توجہ نہیں ہوتی اصلا
کھوٹا سکہ ہو تو کر دیتے ہیں کیسے سے جدا
مدِ زائد ہے اگر کام نہیں آتا ہے
پھینکدیتے ہیں وہ ناخن جو ترش جاتا ہے

۳۷

کھینچ بل کھا کے بصد غیظ یہ موذی نے کہا
آ کے گو فخر سے کہ دریدہ دہنی ہوش میں آ
تیری باتیں نظر انداز جو کیں تو یہ ہوا
حاکم وقت کو آگے مرے کہتا ہے بُرا
ہو کے ماتحت مجھے اپنا عدو کرتا ہے
آگے ابرو کے بدی آنکھ کی تو کرتا ہے

۳۸

حُرؑ نے فرمایا جو میں کہتا ہوں اِس میں نہیں شک
حاکم شام نے کیا تجھکو دیا ہے اب تک
سطرح آگے مرے لغو نہ بن جھوٹ نہ بک
نہ کی خواہش مجھے زر و امیری و دولت و ملک
جز ندامت نہیں کچھ زور چلے گا ظالم
عمر بھر تو کف افسوس ملے گا ظالم

۳۹

سُن کے سارا یہ بیان اُس ستم آرا نے کہا
زر کی خواہش کے سوا مجھکو نہیں کچھ پروا
حُرؑ نے فرمایا خطا کرتا ہے تو ہوش میں آ
او سیہ وقت ترے دل میں نہیں کچھ خوف خدا
یہ ستم اُس پہ جو احمدؐ کا نواسا بھی ہے
میہمان بھی ہے مسافر بھی ہے پیاسا بھی ہے

۴۰

کس قدر تو بھی سیہ قلب ہے او بانی شر
آہ کا فاطمہ زہراؑ کی نہیں کچھ تجھے ڈر
پنجتن اس گھڑی بن میں ہیں سوا عطش سے مضطر
بھیجدے شہ کی طرف مشکیں پانی بھر کر
کیا عجب حشر کے دن پیاس میں ساغر مل جائے
چند مشکوں کے عوض میں تجھے کوثر مل جائے

۴۱

پھر میں کہتا ہوں کہ یہ ظلم نہ کر او سرکش
پیاس کے صدمے سے بیہوش ہیں شہ کے مہوش
تین دن گذرے ہیں سہتے ہوئے تکلیف عطش
غش سے جب انکو اُٹھاؤ تو پھر آجاتا ہے غش
مائیں چونکاتی ہیں جب اے مرے جانی کہکے
آنکھیں پھر بند وہ کر لیتے ہیں پانی کہکے

۴۲

غیظ میں حر سے بن سعد ستمگر نے کہا
ذکر اب تو یہ کرے گا تو سر اپنا دیگا
کیا صفدر ہے کہ تو اور مجھے دیگا ڈرا
کچھ سا بودا تو زمانے میں نہیں تیرے سوا
خوف نے چھایا ہوا ایسا کہ رخ غمناک ہے
اب زباں ہل گئی منھ میں ترے یہ خاک ہے

۴۳

کہکے یہ حر دلاور نے جو بدلے تیور
بھائی بھی دوڑ گیا کھینچ کے شمشیر دو سر
بڑھ گیا تانے ہوئے نیزۂ خطی کو پسر
عبد بھی آگیا آقا کے قرین لیکے تبر
کچھ نہ تھا ڈر کہ شجاعت کے دھنی تھے چاروں
بھاری کل فوج پہ یکجہتی سے تھے چاروں

۴۴

دیکھکر چین بجبین حر کو ڈرا ابن زیاد
خوف بڑھنے جو لگا ہوگئی جرأت کافور
چھپ گیا پیچھے رئیسوں کے وہ ہوکر مجبور
ہوگیا سب وہ ہوا سر میں بھرا تھا جو غرور
کہکے لاحول کئی مرتبہ جرار پھرا
موڑ کر باگ فرس کی حر دیندار پھرا

۲۲۵

ہر یک کے کچھ دو دو ابن سعد کو دی جن نے صدا
ہے کوئی اتنوں میں ایسا جو مرا حکم بجا
جھپٹ کے گیا جا کے اسے بیسو بکر ابن شہ کیا جدا
رشتہ عمر روان تیغ سے کوتاہ کروں
سر اترا کاٹ کے نذر شہ دیجاہ کروں

۲۲۶

مردی کا پر تری کی الف اوڑ شہ دین کے بدخواہ
تھا یہ دکھلانیکا غصہ تراس سب ابن آگاہ
مین او کا بیچ دو بار یہ لشکر سے آگے گرا کیں راہ
ملک اتنوں سے سبھی الدوی کی نہ آئی تھی ہمین
صل جن ان تیغوں کی پیاڑی کبھی کسی کی پائی ہمین
جو پہ جتی ان ہمین کھا بیجن وہ بد بستی کی پائی ہمین

۲۲۷

ہر بشن سنکے بھی خاموش ہا جب وہ لعین
سر کے منہ پر چلا جو سوسے شہ مشتری دین
ابھی سیدھا بھی نہ تھا فوج حسینی کے قرین
تا گہان لشکر شہ سے یہ صدا آئی یہیں
سر ان نمک آب ہو تبلا بو کدھر آئے ہیں
جان دو دہر جو نرین بائی ہو ادھر آئے ہیں

۲۲۸

سنکے یہ غیظ مین عباس دلاور دوڑے
نیزہ تانے ہوئے ہمشکل پیمبر دوڑے
کھینچ کے تیغ دو دم قاسم مضطر دوڑے
اٹھ کے کرسی سے یہ سب آ کے برابر دوڑے
مہری الفت میں جو آیا ہو وہ مضطر دوڑے
اسکو روکے نہ کوئی جو دلاور دوڑے

۴۹

صدق دل سے ادھر آیا ہے حر نیک انجام
پیشوائی کے لیے جائے مری فوج تمام
مری جانب سے بھی کہدے کوئی جا کر یہ پیام
تجھ سے ملنے کے لیے آتا ہے خود تیرا امام
ہوگی وہ آپکی مدارات جو امکان ہے مرا
جا کے عزت سے اُسے لاؤ کہ مہمان ہے مرا

۵۰

حکم شہ سنکے رفیقان امام ذیجاہ
ہو گئے بازوے سلطان امم کے ہمراہ
دور کر بھائی پہ شہ کے جو پڑی حر کی نگاہ
کود کر گھوڑے سے پیدل ہوا وہ عاشق شاہ
دیکھکر شہ کے برادر کا حشم آنکھوں نے
کر کے تسلیم لیے جھک کے قدم آنکھوں نے

۵۱

بولے عباسؑ علیؑ حر سے کہ اے نیک انجام
منتظر ہیں ترے آنے کے شہنشاہ انام
عرض کی حر نے بصد عجز کہ اے عرش مقام
آپ حامی ہوں تو بنجائے بگڑا ہوا کام
جو ہو مجھ پر سزا اس کا سزاوار ہوں میں
کس طرح سامنے جاؤں کہ گنہگار ہوں میں

۵۲

بولے عباسؑ کہ اب کچھ نہیں غم چل تو سہی
تیرے لینے کے لیے آئے ہیں ہم چل تو سہی
دیکھ آنکھوں سے شہ دیں کا کرم چل تو سہی
تیرے مشتاق ہیں خود شاہ امم چل تو سہی
عذر جو کچھ بھی ہوں شبیرؑ کو منظور ہیں سب
شہ کے نزدیک پہنچتے ہی گنہ دور ہیں سب

۵۵۳

دیکھ کر لطف علمدار امامِ دیں پناہ
ہو گیا حر پسرِ عقدہ کشا کے ہمراہ
دل غمدیدہ لرزتا تھا کیا تھا جو گناہ
سامنے جاتے ہی شبیر کے با حال تباہ
کر کے تسلیم نہ وقفہ کیا دم بھر حُر نے
دوڑ کر رکھدیا سر شہ کے قدم پر حُر نے

۵۵۴

لطف سلطانِ دو عالم کا بیاں ہو کیونکر
جھک کے خود شہ نے اٹھایا حرِ ذیجاہ کا سر
پھر یہ شبیر نے فرمایا کہ اے نیک سیر
دل ہے بیچین بغلگیر ہو پہلے اٹھ کر
جسکو الفت ہے ہماری اسے پہچانتے ہیں
ہم تو اے حر تجھے بھائی کی طرح جانتے ہیں

۵۵۵

حر نے کی عرض کہ اس بندہ نوازی کے نثار
پھر بھی کم ہے جو تصدق ہوں قدم پر سو بار
اب ہوا ذرۂ بے قدر کا عالم میں وقار
کہ غلاموں میں ہوا شاہ کے میں بھی شمار
مجھکو کونین کا حضرت نے حشم بخشدیا
کہ خطا بخشتے ہی باغ ارم بخشدیا

۵۵۶

مجھ سے ناچیز کو آقا کی حضوری بھی ہوئی
آرزو جو تھی مرے دل میں تھی وہ پوری بھی ہوئی
پاس اسلام ہوا کفر سے دوری بھی ہوئی
پہلے ناری تھی جو شئے اب وہی نوری بھی ہوئی
کعبۂ دین کی طرف دم میں یہ پہنچا خادم
چھوڑ کر سرحد شر خیر سے پہنچا خادم

۵۷

اب اجازت ہو تو راہی سوئے مقتل بھی ہوں
ہوں فدا جلد اسی فکر میں بیکل بھی ہوں
آپ کے صدقے سے میں کشتۂ اوّل بھی ہوں
آرزو یہ ہے کہ لشکر کا ہراول بھی ہوں
یہ بھی اعزاز ہو مہمان کو عنایت مولا
سب سے پہلے ہوں رواں میں سوئے جنت مولا

۵۸

سن کے حر کا یہ بیاں سید والا نے کہا
مرحلہ سخت جدائی کا ہے تیری بخدا
دشمنوں میں تجھے میں بھیجدوں کیونکر بہ بلا
اپنے مہمان کو بھی مرنے کو کوئی دیگا رضا
دل غمگین کو نہیں صبر کا یارا بھائی
کس طرح صدمۂ فرقت ہو گوارا بھائی

۵۹

کر رہے تھے ابھی مہمان سے یہ باتیں سرور
ناگہاں خیمۂ ناموس میں پہونچی یہ خبر
کہ حر آیا ہے بگڑ کر صف دشمن سے ادھر
بولیں فضہ سے یہ سنکر شہ دیں کی خواہر
ادھر آنے میں بڑی کوشش و کد کی اسنے
دے خدا اجر کہ بیکس کی مدد کی اسنے

۶۰

تو بھی جا کر مری جانب سے یہ کہہ بعد سلام
تجھکو دیتی ہیں دعا خواہر سلطان انام
تجھ سے سب اہل حرم خوش ہیں کیا تو نے وہ کام
مگر اب بات وہ کر جس سے یہ قصہ ہو تمام
لوٹنے سے فاطمہ زہرا کی کمائی بچ جائے
کوئی تدبیر کر ایسی مرا بھائی بچ جائے

۲۶۱

جاکے دروازے پہ فضہ نے کہا جب یہ پیام
پھیر کر منہ کو سوئے خیمہ کیا حرؑ نے سلام
رو کے پھر عرض یہ کرنے لگا وہ نیک انجام
شہ پہ رنج آ نہیں سکتی ہے جو زندہ ہیں غلام
پہلے آقا سے ہر اک قبر میں سو جائیگا
بعد ہم سب کے جو ہونا ہے وہ ہو جائیگا

۲۶۲

حرؑ کو وان باتون سے صدمہ جو ہوا حد سے سوا
جوڑ کر ہاتھونکو قدمون پہ شہ دین کے گرا
رکھ کے سر پاؤن پہ شبیرؑ کے یہ عرض کیا
بہر حق اب مجھے میدان کی اجازت ہو عطا
جز اجل اب نہین خواہش ہے کسی کی مولا
دون سزا جانے کہین بے ادبی کی مولا

۲۶۳

بھر کے اک سرد نفس سیّد والا نے کہا
خیر بہتر ہے روان ہو طرف مالک بقا
ہان مگر ایک یہ صدمہ ہے مجھے حد سے سوا
تیری مہمانی کا سامان بہت سا نہ ہوا
شرم خود آتی ہے لیا نام جو مہمانی کا
ذکر کیا کھانے کا قطرہ بھی نہین پانی کا

۲۶۴

سن کے حضرت کا بیان حرؑ نے بصد درد کہا
شب سے مجھکو بھی اسی غم میں نہ تھا چین ذرا
ہائے فرزند پیمبر پہ یہ ہے ظلم و جفا
دل کی الجھن میں یہی رہ رہ کے خیال آتا تھا
صبح کو لشکر بدخو سے جدا ہون جلدی
قدم دلبر زہرا پہ فدا ہون جلدی

۶۵

کہکے یہ حر صفدر نے اجازت مانگی
جان دینے مین شرف جس پہ وہ دولت مانگی
مر کے جو قبر مین کام آئے وہ عزت مانگی
جوڑ کر ہاتھون کو شبیر سے رخصت مانگی
اذن میدان جو ملا مطلب دل بر آیا
تھام کر باگ جری پشت فرس پر آیا

۶۶

رخ کیا گھوڑے کا سوئے صف دشمن حر نے
تیز چلنے کا ارادہ کیا فوراً حر نے
وا کیے رانون مین اٹکے ہوئے دامن حر نے
دونون باگون کو ذرا سا جو دیا کن حر نے
حکم ملنا تھا کہ وہ گرم نفس کوند گیا
برق تڑپی کہ سر راہ فرس کوند گیا

۶۷

باگ ہلتے ہی روانہ ہوا وہ برق سفر
اڑ کے جانے لگا ہر جست مین تا حد نظر
مین چلون ساتھ ہوا کو یہ ہوس ہو گئی گر
دو قدم چل کے ہوا سانس کا لینا دوبھر
پاؤن بھی چھو نہ سکی اور یہ غم لیکے پھری
اپنے دامن مین فقط گرد قدم لیکے پھری

۶۸

جیسے لاکھون مین نظر پڑتی ہے ممتاز آیا
دل پائین پہ پریون سے قدم چال مین انداز آیا
جس سے معشوق کا ناز ہو وہ خجل ساز آیا
جام چھلکے نہ مبتلی پہ قدم باز آیا
دخل کیا ہے جو کسی باگ پہ یہ پھٹ جائے
ہو نہ جنبش تن اکبر کو جو سر پٹ جائے

۲۶۹

قد جو موزوں ہے تو ہے مثل تن و توش بھی ہے
پیش و پس جتنا ہو اتنا ہی بر و دوش بھی ہے
ذی فراست بھی ہے ذی عقل بھی ذی ہوش بھی ہے
اپنے راکب کی صدا پر ہمہ تن گوش بھی ہے
اُڑ کے جانے کا اشارہ جو ذرا پاتا ہے
ہاں کی آواز پہ برچھوں پہ اچھل جاتا ہے

۲۷۰

ہے ابھی راہ میں مہمان شہ جن و بشر
اس طرف دیتے ہیں جاسوس جا جا کے خبر
جنگ کے واسطے آتا ہے وہ جرّار اِدھر
پہلے جو لشکرِ کوفہ میں یہاں تھا افسر
غیظ چہرے سے عیاں حد سے زیادہ بھی ہے
شان کہتی ہے کہ مرنے کا ارادہ بھی ہے

۲۷۱

متصل فوجِ ستمگر کے جو پہنچا غازی
روک کر باگ کو رہوار کی گردن پھیری
دیکھ کر چار طرف جوش سے پھر آواز یہ دی
کونے گوشے میں مخفی ہے ابن سعد شقی
یاد جو کچھ ہو اسے جنگ کے دکھلائے ذرا
کچھ بھی جرأت ہو تو ہاں سامنے آ جائے ذرا

۲۷۲

سن کے یہ لشکرِ ناری ہوا آمادۂ جنگ
جھک گئے ان جری نے بھی لیا گھوڑے کا تنگ
ایک کی آن میں چلنے لگے اس صف سے خدنگ
جمتی جاتی ہیں قطاریں نہیں اک پل بھی درنگ
ہر طرف لشکرِ بے دیں میں صف آرائی ہے
کالے کالے ہیں پھریرے کہ گھٹا چھائی ہے

۳

لشکرِ شاہ کے خونخوار جوان ہیں تیار
سب کے سب آگے ہیں صفیں انکی جو ہیں تجربہ کار
کھڑکھڑا جاتے ہیں حربے جو تنوں پہ ہیں بار
ہنہناتے ہیں کنوتی کو بدل کر رہوار
بُزدلے سر کو جھکائے ہوئے استادہ ہیں
منچلے جو ہیں وہ سب جنگ پہ آمادہ ہیں

۴

دم میں اب چلتی ہے تلوار نہیں دیر ذرا
تر بتر خون سے ہوا چاہتا ہے دشت وغا
ساقیا تو ہے کہاں بہر خدا سامنے آ
جام دے بھر کے تو ہو طبع میں جودت پیدا
سخت سے سخت جو مشکل ہو وہ پانی ہو جائے
مے کے پیتے ہی طبیعت میں روانی ہو جائے

۵

ساقیا تو نے بنائے مرے بگڑے ہوئے کام
پینے والوں میں لکھا روز ازل سے مرا نام
مرے کچھ اور بھی ہو جائیگا بہتر انجام
ہو گی میکش پہ ترے آگ جہنم کی حرام
نشہ چڑھ جانے سے گرتا ہوا گر پائیگی
تھام کر ہاتھ یہ سے خلد میں لیجائیگی

۶

پیر سے میخوار و مغن پیتوں کا شرابی میں ہوں
اتنی پلوا دے کہ دشمن کا جگر غم سے ہو خون
چھٹنے پائے نہ مرے منہ سے جیوں یا کہ مروں
جسطرح پیتا ہوں یاں واں بھی اسیطرح پیوں
ساتھ ساقی کے وہی ہو گا جو ہے رند و مغن
جائے جنت تلک اڑتی ہی سے رند و مغن

۷۷

مے مضمونکا وہ قسمت سے جام نہو جسکو زوال
مین کسی اور کا حق لے لون یہ ہے امر محال
گو یہ کہتے ہین کہ ہے مفت کی قاضی کو حلال
مین حرام اسکو سمجھتا ہون کہ ہے غیر کا مال
کیون ذخیرہ مین کرون اسکو جو شے جھوٹی ہو
منھ لگاتا نہین ساغر کو جو ہے جھوٹی ہو

۷۸

کیون نہ آنکھین ہون بحسرت نگران سوے شراب
اس سے کیا چھوٹے ازل سے ہو جسے شوق شراب
جسکی ہر رگ مین لہو سے ہو عوض جوے شراب
بو نہ ہو جسکے پسینے کی تو ہو بوے شراب
نزع کے وقت بھی ساقی کا کرم ہووے گا
موت کا کرب اسی نشہ سے کم ہووے گا

۷۹

پینے والا اسی مے کا ہے گمانونسے بری
آنکھ ملتی ہی نہین جسمین ہے وہ جلوہ گری
جسقدر شوخ ہے رنگ اتنی ہی لذت ہے بھری
بند جو شیشہ دل مین ہے وہی ہے وہ پری
باخبر جو ہے وہی اسکی خبر رکھتا ہے
اسکو آنکھون مین ہر اک اہل نظر رکھتا ہے

۸۰

ساقیا آج وہ کر جام مے ناب عطا
جس سے ہو جاتی ہے آئینہ ایمان کو جلا
منھ سے لگی نہ شراب اور کوئی اسکے سوا
سب سے پہلے جسے کعبہ مین محمد نے پیا
ہو گئی جس سے دعا وقت عجم وہم مقبول
پی کے جس مے کو ہوئی توبہ آدم مقبول

۸۱

ساقیا وقت جدال آگیا اب دیر نہ کر
نشہ چڑھ جائے تو اون جنگ کے میدان کی خبر
اس طرف عازم پیکار ہے سارا لشکر
دم میں کھنچ جاتی ہے اب تیغ خونریز سپر
ہاں کہ بخت رسا وقت وغا فتح یہ ہے
ہاتھ قبضے پہ ہے غازی کا ظفر فتح یہ ہے

۸۲

زیر ران کرتا ہے جولان ہمہ دم رہوار
روکا جاتا ہے رہ رہ کے خنجر پیکار
دوڑتا ہے جو لہو تنگی رگوں میں ہر بار
دم بھر اٹکا نہیں بالائے زمیں اسکو قرار
چاہتا ہے کہ پھرون چوکڑی آہو کی طرح
لیکے راکب کو اڑون پھولوں کی خوشبو کی طرح

۸۳

پیدا وہ رہوار ہے راکب کو جو ہے دل سے پسند
ہے اشارون کا یہ اسوار کے ہر دم پابند
کوششیں نام کی غرض اس میں بہت کیں ہیں چند
رو میں اس طور سے نکلی ہے ہوا اور نہ پرند
وہ بھی منہ گرد کی چھال سے سدا ڈھانکا کی
ساتھ جب اسکے چلی خاک ہوا پھانکا کی

۸۴

تھا ادھر جنگ پہ آمادہ خونریز سپر
کہ چلے تیر ادھر اک صف سے بڑھا لشکر
کھینچی غازی نے بھی شمشیر دوبارا ادھر
وار پیہم جو کیے کٹ کے گرے خاک پہ سر
عمر میں کوتاہ ہوئی رشتۂ جان کٹنے لگا
جابجا لاشوں سے میدان ستم پٹنے لگا

۸۵

انگلیاں اٹھ گئیں چمکی جو بلالی تلوار
نہ پھری جا کے کسی فرق پہ خالی تلوار
تھی نشانِ فتح کا سر کاٹنے والی تلوار
چال چلتی تھی زمانہ سے نرالی تلوار
تھی یہ بیباک کہ لاکھوں میں نہ شرمائی تھی
ٹھنڈے ہوتے تھے جو نار دی یہ گرمائی تھی

۸۶

وار جرار کا خالی کبھی جاتا ہی نہ تھا
بڑھ کے تلوار کے منھ پر کوئی آتا ہی نہ تھا
دم یہ پھولا تھا کہ سینوں میں سماتا ہی نہ تھا
حر سے میدان میں کوئی آنکھ ملاتا ہی نہ تھا
ہیر ذو دیدہ نگاہوں سے کھڑے تکتے تھے
شیر کے سامنے بزدل نہیں آ سکتے تھے

۸۷

کس زباں سے ہو بیاں تیزیٔ شمشیر کا حال
دھار باریک ہے ایسی کہ تجلی جس سے ہو بال
منھ چڑھے اس کے نہیں کیسی یہ دشمن کی مجال
اس مہِ نو کا شرف پہنچا ہے تا حدِ کمال
اپنے اور غیر میں کشش جنگ سہی ہے برسوں
ہاتھ میں حر کے سرافرازی ہے برسوں

۸۸

کس کے سب سہم گئے جس طرف آئی تلوار
دو ہوا تا بہ قدم جس پہ لگائی تلوار
کر رہی تھی سر و گردن میں جدائی تلوار
جل کے خون گھٹ گیا جس تن میں سمائی تلوار
حلق سے بڑھ کے جو کرتی تھی گذر سینے میں
تیغ کی کاٹ سے پھٹکتے تھے جگر سینے میں

۸۹

تن سے سر کاٹ کے بازو سے جدا شانہ کیا
دل کو تڑپا گئی جب جلوۂ جانانہ گیا
بن کے لو شمع کی ایک ایک کو پروانہ کیا
جا کے ہر مملکت جسم میں ویرانہ کیا
تن بدن پھونک دیے قلب و جگر پھونک دیے
ایک کیا لاکھوں کے اس تیغ نے گھر پھونک دیے

۹۰

کیوں نہ اس تیغ کے لوہے کو زمانہ مانے
زخم اسکا نہ بھرے خاک کئی گر چھانے
سب کو پہچانتی ہے اپنے ہوں یا بیگانے
اسکا پھل چکھا ہو جسنے وہی لذت جانے
وہ مزا ہے جو ادا ہو نہ بیان سے ہرگز
ذائقہ موت کا جائے نہ زبان سے ہرگز

۹۱

یہ نہیں الٹی ہے جو اس شوخ نے خنجر سے نقاب
طالب دید چلے آتے ہیں بے حد و حساب
دیکھ کر اسکی ادا کہتے ہیں ہو کر بیتاب
اس طرف ایک نظر دیکھ لے او خانہ خراب
دل تمہارے واسطے لائے ہیں جگر لائے ہیں
رونمائی میں تجھے دینے کو سر لائے ہیں

۹۲

وار کرتا تھا جو اعدا پہ جری نیک خصال
بر چھے والے وہ بک جاتے تھے مانند شغال
بڑھ کے روکے کوئی صفدر کو نہ تھی اتنی مجال
ہر طرف چھائی تھی ہم و بیم یہ تھا خوف سے حال
جسم ایک ایک ستمگر کا لہو سے تر تھا
دست یا سر وہ کٹے سب میں ہر اک قیمہ تھا

۲۹۳

ہر طرف فوج بد اندیش میں محشر تھا بپا
خوف شمشیر سے اعدا کے نہ تھے ہوش بجا
جس طرف دیکھیے مُردوں سے بھرا تھا صحرا
کچھ نہ بنتا تھا ستمگاروں کو مرنے کے سوا
رخصت ہستی تن بیجاں سے اٹھا لے ہوتے تھے
نام تھا موت کا تلوار کے ہاتھ آتے تھے

۲۹۴

تھیں صفیں درہم و برہم تہ و بالا لشکر
طرفہ عالم تھا کسی کو نہ کسی کی تھی خبر
بھائی سے بھائی جدا باپ سے تھا دور پسر
بھاگنے سے بھی نہ ملتی تھی کہیں راہ مفر
چار جانب سے اجل گھیرے کھڑی تھی سب کو
جان بچ جائے ہماری یہ پڑی تھی سب کو

۲۹۵

ڈر کے مارے کسی غنیم کو نہ دم بھر تھا قرار
بار سے مُردوں کے ہوتا تھا زمیں کو بھی فشار
کس قدر زور پہ تھی جنگ کے میدان کی بہار
تھے سوار اُن میں پیادے تو پیادوں میں سوار
دور ہو خوف تو پانی سم بھی ٹھہریں
دم ذرا سینوں میں ٹھہریں تو قدم بھی ٹھہریں

۲۹۶

جنگ میں ایک کے اُڑتے تھے ہوش اور حواس
چھریاں ہاتھوں میں چلنے سے سر الگ ہوتے پاس
چھٹ گئی ہاتھوں سے ڈھالیں تو تھے تلواروں پاس
بھاگنے میں بھی نہیں ایک کے ایسا ہے ہراس
بچنے کو تھے قضا اُن کو جکڑ لیتی ہے
بھاگیں کیا خاک زمیں پاؤں پکڑ لیتی ہے

٩٧

کھیلتی پھرتی ہے ہر سمت اجل بن میں شکار
ہر ستمگار کو ہے جان بچانا دشوار
ہو کے مجبور پیادوں نے جو لی راہِ فرار
اُٹھ گئے پاؤں سواروں کے بھی اسپ نے بیکار
چھپ رہینگے کہیں یہ کر کے ارادے بھاگے
پیچھے اسوار چلے آگے پیادے بھاگے

٩٨

ایک سے ایک یہ کہتا ہے بڑھو سامنے جاؤ
بڑھ کے لڑنے کو نہیں ہے کسی دشمن کا ہیاؤ
صورتِ برگِ خزاں دیدہ ہے ہر سو ستھراؤ
دمبدم ہوتا ہے تلوار کا خوں میں جو بجھاؤ
تیغ کا پھل بھی اثر آگ کا دکھلاتا ہے
ہے یہ حدت کہ لہو سوکھ کے رہ جاتا ہے

٩٩

پھیر کر فتح کو ڈالا ہے جو غازی نے دباؤ
بھاگے جاتے ہیں سپاہی کہ اجل سے ہے بچاؤ
کر دیے ہیں تنِ اعدا میں جو تلوار سے گھاؤ
جس طرف جاتے ہیں ہوتا ہے لہو کا چھڑکاؤ
قتلِ اعدا کا نمایاں ہے اثر صحرا میں
خون ہی خون ہے تا حدِ نظر صحرا میں

١٠٠

حشر لشکر میں نمایاں تھا گریزاں تھی سپاہ
ساتھ تھا مثلِ اجل تیغ بکف یہ ذیجاہ
ہر طرف مُردو نیم مُردے تھے کہ خالق کی پناہ
کوئی چھپنے کو نہ گوشہ تھا نہ تھی امن کی راہ
حُسن کی تلوار سے کل فتح و ستم برہم تھی
لینے دامن میں چھپانے کو اجل حاضر تھی

۱

جس طرف آیا جری گر گئیں لاشوں پہ لاش
خون بن سعد کو کرتا تھا ہر اک صف میں تلاش
کہیں اسکا تھا کہ مل جائے وہ موذی اے کاش
سر سے تا ناخن پا کر دوں لعیں کو صد پاش
خون سے اسکے ابھی رنگین زمیں لال کروں
لاش کو پاؤں سے رہوار کی پامال کروں

۲

خوف سے تیغ کے برہم ہوا جب لشکر شر
تھم گیا روک کے تلوار جری نیک سیر
تن کے فرمایا کہ ابے پسر سعد کدھر
کہدیو لڑتے ہیں لاکھوں سے غلام حیدر
خواب غفلت سے ہزاروں کو جگا دیتے ہیں
دیکھیو فوج کو میدان سے بھگا دیتے ہیں

۳

چھپ کے خیمہ میں وہاں بیٹھا ہے او ظلم شعار
دیکھ تو خاک پہ لاشوں کا ہے کیسا انبار
بھاگے جاتے ہیں پیادے تو گریزاں ہیں سوار
تو نہیں آتا تو خود آتا ہوں میں او غدار
کسقدر خاک پہ برسا ہے لہو دیکھ تو لے
صاف میداں ہے ذرا آ کے تو دیکھ تو لے

۴

پہنچی خیمہ میں ابن سعد کو جا جا کے خبر
تیری جانب ہے لڑائی میں بہادر کی نظر
دیکھتا ہے یہ ابھی کر کے متفرق لشکر
رو دل کر دیا ہے فوج کو غازی نے ادھر
کسقدر راہ ہے پانی کی بس دیکھتا ہے
دمبدم حسرت سے خیمہ کا کلس دیکھتا ہے

۱۰۲

کرے تسلیم ابن سعد کو پلٹا مکار
ہٹ کے گھر سے نگاہ حر نے کی دوستی غدار
بل کو نیزے کے ستمگر سے نکالا کئی بار
تیغ کی انگلیوں نے اپنی سنواری کبھی دھار
تن کے ظالم نے لیا گرز گران کاندھے پر
تیر ترکش میں دھرے ٹیک کمان کاندھے پر

۱۰۳

دیکھا یہ حر کا جب پسر سعد شقی
بڑھ کے دو چار قدم ایک نے تقریر یہ کی
حر کا سر کاٹ کے لانا ابھی ہے مشکل کوئی
آپ تشویش نہ فرمائیں میں جاتا ہوں ابھی
شاید اچھا نہیں یہ خادم شاہی سے کبھی
حر کو پالا نہ پڑا ہوگا سپاہی سے کبھی

۱۰۴

سن کے یہ چھا گیا نامرد کے چہرے پہ ہراس
مڑ کے دیکھا پسر سعد شقی نے چپ و راس
پہلوان بہر حفاظت جو کھڑے تھے کئی پاس
اُن سے کہنے لگا گھبرا کے بصد حسرت و یاس
حوصلہ جنگ کا جس کو ہو وہ جائے جلدی
کاٹ کر سر حر دیجاہ کا لائے جلدی

۱۰۵

دی خبر ہم نے کہ ہم سے متعلق تھا یہ کام
نظر آتا نہیں اس جنگ کا بہتر انجام
وقت نازک ہے نہیں دیر کا ہرگز یہ مقام
بھیج جلدی سے کسی کو کہ یہ قصہ ہو تمام
پہلوان جائے تو شاید وہ بہادر رک جائے
کوئی تدبیر کر ایسی کہ وہیں حر رک جائے

۱۰۹

جسم پہ چست سجے جوشن و مغفر بہ جنگ
دو ہرے رکھے کمر بخش مین خنجر بہ جنگ
آہنی خود سے پوشیدہ کیا سر بہ جنگ
سج کے ہتیار ہوا ابلیس ستمگر بہ جنگ
تن پہ کل زیور فولاد سے خونخوار ادم مین
بن گیا لوہے کا پتلا ستم آرا دم مین

۱۱۰

ہو کے آراستہ گھوڑے پہ چڑھا ارنی زود
اپنی تن سج دھج پہ ہوا وہ لعین ستمگر مغرود
عزق آہن ہے یہ لڑنے کا نہین کچھ بھی شعود
جھوٹ ہے غصے سے ایسا ہے طبیعت مین فتود
ڈر کے جس سے وہ جہر سے یہ ہوا آنکھین ہین
قہر سے کالی تو رنگت ہے کبود آنکھین ہین

۱۱۱

جس سے ہو دیو بھی شرمندہ تنا ور ایسا
فیل پوشیدہ پس پشت ہو دل پر ایسا
دونون ہاتھون مین جو آئے نہ کبھی سر ایسا
جس سے ہموار دیا جاتا ہے لشکر ایسا
دیکھ کر بار تن و توش اجل ہنستی ہے
جسکے پاؤن پہ گھٹا ہو زمین دھنستی ہے

۱۱۲

رو مین ڈالے ہوئے ہموار وہ خود سر آیا
روک کر باگ ادھر اک سمت شقی نے دیکھا
سامنے حر کے وہ ایک تیر کے پلّے سے تھا
دیکھ کر رنگ لڑائی کا یہ دی اس نے صدا
حکم حاکم سے یہ کوشش و کد آپہونچا
اب نہ ٹھہرو کہ مین بہر مدد آپہونچا

۲

۱۱۳

پھر یہ کہنے لگا اس شیر سے وہ باغی شر
روک لے ہاتھ کو اے حر دلاور دم بھر
غور کر اپنے کو اور مجھکو سمجھ ادب سے گر
طفل وہ سال سے بھی زور میں تجھ سے کمتر
دل جسے ڈھونڈتا ہے بات وہ حاصل ہی نہیں
کیا لڑوں اُس سے کہ جو میرے مقابل ہی نہیں

۱۱۴

حر نے فرمایا یہ کیا بکتا ہے او باغی شر
ہے بہت اپنے تن و توش پہ مغرور مگر
دل ہے مردانہ یہ دیتے ہیں گواہی تیور
جانچ لیتے ہیں نگاہوں میں جو ہیں اہل نظر
تجھ سا نامرد تہِ گنبدِ افلاک نہیں
منھ میں قینچی سی زبان چلتی ہے دل خاک نہیں

۱۱۵

کچھ بھی دعوی ہو تو او باغی شر سامنے آ
کھینچ تلوار کو منھ تو اس پیر سامنے آ
سارے لشکر کو دکھا پیچ ہنر سامنے آ
ہاتھ گر پایا ہے اب دیر نہ کر سامنے آ
تیرا حاکم بھی ہو مائل ترے ہاتھ کی طرف
کھینچوں تجھکو بھی لگے ہاتھ جہنم کی طرف

۱۱۶

سنکے یہ جھپٹ کے بڑھا وہ ظالم شعار
لیکے نیزہ کو ہوا جلد وہ موذی تیار
یاں بھی ہر طرح سے موجود ہے یہ تجربہ کار
جنگ کا وقت قریب آگیا ساقی ہشیار
لے خبر جلد کہ مشتاق یہ دیوانہ ہے
خم کی ہے فتح ہی جنگ کا پیمانہ ہے

۱۱۷

تو نے ساقی مجھے ہر طرح نباہا اب تک
اپنے میخواروں میں رتبہ مرا چاہا اب تک
درد دل سے نہ کبھو وقت کراہا اب تک
کئی پشتوں سے غلامی میں ہوں شاہا اب تک
آرزو دل کی نہ رکھی کوئی باقی تو نے
بات ہمچشموں میں رکھ لی مری ساقی تو نے

۱۱۸

مجھ سے ناچیز پہ ہو لطف و کرم اے ساقی
ظلم ایک ایک کے سہتا رہوں تا کے ساقی
مجھ سا پہلے تھا سبھی کوئی نہ اب ہے ساقی
دل مرا بھر دے تو ہو جاؤں کوئی شے ساقی
جسقدر تو مجھے پلوائے برابر پی لوں
جام تیرا ہو تو اک سانس میں کرتی پی لوں

۱۱۹

خوب معلوم ہے ساقی تجھے افسانۂ دل
تو خدائی میں ہو رونق وہ کاشانۂ دل
دم قدم سے ترے آباد ہے ویرانۂ دل
مے الفت سے بھرا رہتا ہے خمخانۂ دل
جو ہو کم ظرف وہ اس راز سے بیگانہ ہے
صرف سے جو نہیں گھٹتا یہ وہ پیمانہ ہے

۱۲۰

ساقیا تیرے سبب سب میں ہے یہ عزت ہر سو
دوست کیا اب تو مرے پینے کے قائل ہیں عدو
جام ایسا تو مجھے پلا آج کہ ہو تا بہ گلو
پھر عطا ہو وہی جس میں تھی الفت کی ہو بو
دل کا پیمانہ جو بھر دے وہی پیمانہ ہو
دے وہ مے پھول کے دامن میں جیسے چھانا ہو

۱۲۱

میرے اسلاف کا رتبہ ترے باعث ہو
حکم سے تیرے بجا نام کا اُن کے ڈنکا
ملتجی میں بھی ہوں مجھکو بھی شرف ہو یہ عطا
دے وہ ساغر جو انیسِ سخن آرا کو دیا
ہو وہی نشہ وہی بزم بھی رندانہ ہو
رنگ جو دور تھا میرا وہی پیمانہ ہو

۱۲۲

ساقیا تو ہو مددگار تو بنجائے یہ کام
حر کی ہاں موج فتح کہیں جلد یہ قصہ ہو تمام
کھینچکر جنگ کی تصویر کو لے عرش مقام
مجھ سے انعام میں لے لیں ایک چھلکتا ہوا جام
مرے کبھی یاد تری دل سے فراموش نہ ہو
آب کی ترشح سے کبھی چھینٹوں سے مجھے ہوش نہ ہو

۱۲۳

دیکھ ساقی وہ قرینِ شیر سے آہوئے شکار
یا علی کہکے بڑھا نسرِ جنگ شعار
سنتے ہی نام علیؑ غیظ میں آیا مکار
ہونٹ دانتوں سے ستمگر نے چبائے کئی بار
تیور آنے لگے آنکھوں کے تپِ عشق کی طرح
جل کے بل کھا گیا موئے سرِ آتش کی طرح

۱۲۴

تھی جو اس نام سے کاوش ستم آرا کو سوا
ضبط پھر ہو نہ سکا تو لیکے نیزہ جھپٹا
وار چلنا تھا کہ پیاں ہو گیا غازی ترچھا
جھونک سے آ گیا پھل تا بہ زمیں نیزے کا
ہو کے خم جب ہوئی شکل کمان نیزے کی
رہ گئی ٹوٹ کے ریتی میں سنان نیزے کی

۱۲۵

حر نے فرمایا یہ کیا ہو گیا او ظلم شعار
اب تو شرمندہ ہو بیچ و لیکن کہ خالی گیا وار
تھا بہت اپنے فن و تن و توش پہ نازاں مکار
اب بتا طفل سے کم تر ہے کہ میں او غدار
بے ہنر تجھ سا جہاں میں کوئی فی الحال نہیں
نیزہ بازی ہے یہ بازیچۂ اطفال نہیں

۱۲۶

کیا تری اصل ہے او خوانِ یزیدی کے مگس
دیکھ دو ٹکڑے ہے وہ نیزہ ہے ترا صورتِ خس
کیوں کھڑا ہانپتا ہے کیا ہوا سارا دم کس
تھا اسی منھ پہ وغا کرنے کا دعویٰ تجھے بس
کھینچ تلوار کہ ہے وقت بہت کم ظالم
تیرے آنے کا ہے مشتاق جہنم ظالم

۱۲۷

سن کے حر کا سخنِ تُرش یہ بولا وہ شقی
تجھ سے میں بچ گیا و لیکن نہ سمجھنا یہ کبھی
جا رہا زور میں خود اپنے خطا بس یہ ہوئی
چوب وہ خشک تھی انگشت سے مرے رک نہ سکی
حرکتِ جسم ہے ہم حرف وہ ساکن ہی نہیں
جھونک کھایا ہوا رک جائے یہ ممکن ہی نہیں

۱۲۸

کہہ کے یہ کھینچ کے تلوار بڑھا ظلم شعار
حُر پہ جھلا کے ستم گر نے کیا تیغ کا وار
یاں بھی آمادۂ پیکار اِدھر تھا جرار
مارا دستانہ کہ پٹ پڑ گئی تلوار کی دھار
ہاتھ رکنا تھا کہ نامرد کا دل ٹوٹ گیا
وار خالی جو گیا اور بھی جی چھوٹ گیا

۱۲۹

حرؔ نے فرمایا کدھر دھیان ہے او ظلم پناہ
تھا اسی حرب اسی ضرب پہ دعویٰ تجھے واہ
جسم سے دو ہاتھ تو ٹرا او شہ دیں سے بدخواہ
لے سنبھل ڈھال اُٹھا تیغ پکڑ او گمراہ
صورتِ نقشِ قدم خاک پہ لاشہ دیکھے
میرا لشکر ترے مرنے کا تماشہ دیکھے

۱۳۰

سرزنش سن کے جو نامرد کو شرم آئی ذرا
تول کر ہاتھ میں تلوار ستمگر جھپٹا
متصل شیر کے پھل تیغ کا آیا بھی نہ تھا
حرؔ نے مسلا جو ذرا اوڑ گیا اس سے گھوڑا
وار کیا رد ہوا سرکش کی قضا بھی آئی
دامنِ تیغ کی حرؔ تک نہ ہوا بھی آئی

۱۳۱

پھر کیے اُس نے کئی وار مگر کچھ نہ ہوا
کوششیں کیں دمِ پیکار مگر کچھ نہ ہوا
تھا بہت جنگ میں ہشیار مگر کچھ نہ ہوا
ہو گیا شل وہ ستمگار مگر کچھ نہ ہوا
یاد جو پیچ تھے لڑائی کے ہنر بھول گیا
سانس رکنے لگی نامرد کا دم پھول گیا

۱۳۲

حرؔ نے فرمایا ارادہ ترا اب کیا ہے لعیں
اب بھی لڑنے کی ہوس دل میں ترے ہے کہ نہیں
وار خالی نہ کوئی جائیگا تھا دل کو یقیں
لیکن اب سر پہ اجل آ گئی او دشمنِ دیں
خوں میں غلطاں کوئی دم میں نظر آتا ہوگا
جس میں نخوت ہے وہ سر ٹھوکریں کھاتا ہوگا

۳۳۳

دیکھ لے غور سے تو خود یہ وہی ہے تلوار
خون لاکھوں کا پیا جس نے مگر خشک ہے دھار
پھل میں وہ زہر ہے کھا کر جسے چڑھتا ہے بخار
تو بھلا روکے گا اس تیغ کا اوچھا سا بھی وار
خون پانی کی طرح جسم سے بہہ جائے گا
لون پیرا تو میں ارمان یہ رہ جائے گا

۳۳۴

پھر کہا شمر نے ہشیار ہو او بانیٔ شر
کہہ کے یہ وار کیا ایک جما کر جو نظر
سر جدا ہو گیا جنبش ہوئی تن کو مگر
تیغ کب آئی گئی کب ہوئی کچھ بھی نہ خبر
رہ گیا کٹ کے معلق تن ناپاک یہ سر
خون کی دھاروں نے اچھالا تو گرا خاک پہ سر

۳۳۵

اسکا سر اڑ گیا اُڑ گئے کل فوج کے ہوش
منچلے ہو گئے دہشت سے جل کے بیہوش
خوف سے خون جما جاتا ہے کیا خاک ہو جوش
بھاگنا مشکل ہے سب اک سوختہ ہر خانہ بدوش
گوشے چھپتے ہیں کہ ظالم نہ کہیں پاتے تھے
جس طرف منہ تھا ادھر بھاگ کے چلے جاتے تھے

۳۳۶

رنگ یہ دیکھ کے گھبرایا ابن سعد شریر
شمر بدخو سے یہ کہنے لگا مڑ کر بے پیر
فوج بد دل ہے بہت جلد کوئی کر تدبیر
مل کے سب ٹوٹ پڑیں ہو نہ ذرا بھی تاخیر
دفعتہً گھر کے ہر وش ظلم و جفا سے مار دو
یوں اگر بس نہیں چلتا تو دغا سے مار دو

١٣٧
حکم یہ سنکے ابن سعد کا پلٹا وہ شقی
بڑھ کے دو چار قدم فوج کو آواز یہ دی
ڈر کے کیوں بھاگے چلے جاتے ہو پلٹو جلدی
ایک کا سامنا اتنوں سے ہے سمجھو تو سہی
دیر کیوں کرتے ہو حملہ ہو اور انکو گھیرو جلدی
ہر طرف سے حرمِ بیجاہ کو گھیرو جلدی

١٣٨
یہ صدا شمر کی سنتے ہی پھری فوج ادھر
آتے ہی ٹوٹ پڑا ایک پہ سارا لشکر
چار جانب سے چلے نیزہ و شمشیر و تبر
زخم کھانے لگا مہمان شہ جن و بشر
کی نہ کچھ شرم دغا کر کے جفا کاروں نے
کردیا جسم کو غربال کمانداروں نے

١٣٩
گھر گیا فوج کے نرغہ میں جب وہ باتوقیر
کبھی پہلو پہ تبر لگ گیا دل پر کبھی تیر
وار پر وار کیے جاتے ہیں غازی پہ شریر
تن کا خون بہنے سے ہے اور بھی حالت تغییر
غش سا چھایا ہے بند آنکھیں ہیں غش طاری ہے
ہر بُنِ مو سے بہادر کے لہو جاری ہے

١٤٠
چند زخموں سے گرا گھوڑے پہ دلاور ہے ہے
ظلم سے باز نہیں آتے ستمگر ہے ہے
کیا کرے کیا نہ کرے بیکس و مضطر ہے ہے
لو رکابوں سے قدم ہو گئے باہر ہے ہے
زین سے تیورا کے غلام شہ ابرار گرا
کہکے یا شیر خدا گھوڑے سے جرار گرا

۱۳۱

گر کے دی حر نے صدا یا شہ ذیشان مدد
اے مددگار امم دین کے سلطان مدد
فخر آدم مدد اے فخر سلیمان مدد
خلق سے جاتا ہوا اب آپ کا مہمان مدد
کہیں قزاق نہ میت کی بد افعال کریں
کاٹ کر سر کو کہیں لاش نہ پامال کریں

۱۳۲

کان میں آئی جو حضرت کے یہ جانکاہ صدا
دوڑے سنتے ہی یہ آواز شہ ہر دو سرا
غم میں مہمان کے نہ تھی صبر کی طاقت جو ذرا
دم بدم روکے یہ کہتے تھے امام دو سرا
کچھ نہیں پر بصد شیون و شین آتا ہے
بھائی ملنے کے لئے تجھ سے حسین آتا ہے

۱۳۳

حر کے نزدیک جو پہنچے شہ دین نوحہ کناں
دیکھا حضرت نے پڑا کرب میں ہے شیر ژیان
خاک پر بیٹھ گئے پاس امام دو جہان
رکھ کے سر زانو پہ فرمانے لگے شاہ زمان
خواہش تری ہاں مجھ سے وہ عیان کر جلدی
کیا ترے دل پہ گذرتی ہے بیان کر جلدی

۵۱

خلق میں خلقتِ آدم کا سبب کون ہوا
ذی حشم فخرِ عجم فخرِ عرب کون ہوا
لائقِ قربِ خدا خاصۂ رب کون ہوا
پیشِ حق عرشِ معلیٰ پہ طلب کون ہوا
دم میں طے کی تھی کسی نے کبھی منزل ایسی
کسکو اللہ سے قربت ہوئی حاصل ایسی

۵۲

کس کے سر تاجِ رسالت کا ہوا زیبندہ
لب ہلا دینے سے کس کے ہوئے مردے زندہ
کس کے قدموں کے سبب کفر ہوا شرمندہ
حال وہ کس نے بتایا کہ جو تھا آئندہ
حق تھی جو بات وہ بیحرف و خطر کی کس نے
آکے دنیا میں قیامت کی خبر دی کس نے

۵۳

کس نے اللہ کی جانب سے یہ رتبہ پایا
کسکو قرآنِ مبین عرشِ بریں سے آیا
کسکا پایا نہ کبھی مہرِ فلک نے سایا
حق نے کونین کا مختار کسے فرمایا
کس پہ عالم میں ہوا لطفِ الٰہی ایسا
کون دنیا میں ہوا آمر و ناہی ایسا

۵۴

ہمکو بتلائی ہے خالق کی عبادت کس نے
وعدۂ بخشش کا کیا روزِ قیامت کس نے
سطرح ختم کیا کارِ رسالت کس نے
کی ہے یوں امتِ عاصی کی شفاعت کس نے
بخشوا دینے کا ہم سب کے یہ ساماں کس نے
اپنی امت پہ جگر بندوں کو قربان کیا

۴۵

جنکا یہ ذکر ہے وہ کون ہین خالق کے ولی
وہ محمدؐ ہین رسول مدنی و عربی
سارے عالم سے سوا کیون نہو عزت اُنکی
ذات جنکی سبب عالم ایجاد ہوئی
انکی خاطر سے ہوے حضرت آدم پیدا
یہ نہوتے تو نہوتا کبھی عالم پیدا

۴۶

ہین یہ سب نبیون مین مقبول جناب باری
ان کو اللہ نے کونین کی دی سرداری
انکی خاطر ہوئی آباد یہ دنیا ساری
انکے باعث سے ہوا دین کا سکہ جاری
دمبدم انپہ ہوئی رب علا کی رحمت
انکے ہاتھون سے ہوئی صرف خدا کی رحمت

۴۷

انکے قدمون سے ہوئین دین کی راہین شفاف
رعب سے انکے ہوا کفر کے سینے مین شگاف
گھر کو اللہ کے احمدؐ نے بتون سے کیا صاف
انکے باعث سے ہوا خلق خدا مین انصاف
حق کی جانب سے ملی ہے کسے عزت ایسی
ناز خود عدل کو جسپر ہے عدالت ایسی

۴۸

انکو فرزند بھی ایسے کیے خالق نے عطا
مثل جنکا ہے کہین زیر فلک اور نہ تھا
ذی شرف پاک نسب تابع احکام خدا
گھر کا گھر کر دیا سب راہ الٰہی مین فدا
روح مان باپ کی تھے آنکھون کے تارے یہ تھے
انتہا یہ ہے کہ اللہ کو پیارے یہ تھے

۹

چشم انصاف سے دیکھیں تو ذرا اہل احسان
کس قدر خلق خدا پر ہیں نبی کے احسان
شکر میں اُس کے نہ کس طرح سے عاجز ہو زبان
جس نے اُمت پہ کیے اپنے نواسے قربان
جو کسی سے نہ ہوا آپ نے وہ کام کیا
بخشوانے کا ہمارے یہ سر انجام کیا

۱۰

کی جو حضرت نے نواسوں کی شہادت منظور
لطف خالق سے ہوا قرب گنہ ہو گئے دور
ان کے صدقے سے بنا کام ملے عفو قصور
کہ ہوئیں دامن رحمت میں خطائیں مستور
سر کٹا کر شہ دین نے جو سبکدوشی کی
تب گنہگاروں کی خالق نے خطاپوشی کی

۱۱

جس نے اُمت پہ یہ کی ہو نظر لطف و عطا
اُس کے فرزند سے پھر جائے زمانہ سارا
سنیے اب دل سے ذرا حال امام دوسرا
ہوا یہ آپ کو ہم دین شہ دین کا پرسا
ان کا غم کر کے بنیں رحمت کے سزاوار بھی ہوں
جام کوثر بھی پئیں خلد کے حقدار بھی ہوں

۱۲

کاتبان خبر غم نے کیا ہے یہ بیان
وارد وادی غربت ہوئے جب شاہ زمان
قو جہیں ہو چکیں پیچھے قتل شہ کون و مکان
ساتویں سے تو ہوا حشر کا سامان عیان
پھول مرجھانے لگے سب چمن زہرا کے
بند پانی ہوا بچوں پہ شہ والا کے

۲۱۳

کس تردد میں ہوئے تین شب و روز بسر
جز غم و درد و الم چین نہ پایا دم بھر
شبِ عاشور کی ظاہر ہوئی جس وقت سحر
طاعتِ حق کو اُٹھے بادشہِ جن و بشر
اپنے خیموں سے رفیقانِ وفادار نکلے
گھر سے مغموم و حزیں سبطِ پیمبر نکلے

۲۱۴

لائے سجادہ پہ تشریف جو فرزندِ رسول
پیٹیں بندھنے لگیں کھل گئے دریائے قبول
سب کے سب لیس ہوئے طاعتِ رب میں مشغول
قربِ خالق کی سعادت تھی ہر اک کو حصول
پھر عبادت نہ بصد راز و نیاز ایسی ہوئی
کہ نمازی تھے ایسے نہ نماز ایسی ہوئی

۲۱۵

کہکے معبود سے سجدے میں ہر اک ازدلی
شہ مصلے سے اُٹھے پڑھتے ہوئے نادِ علی
پہونچے خیمہ میں جو دولت پہ امامِ ازلی
رفقا گرد تھے اور بیچ میں وہ حق کا ولی
بہ ادب خم پئے تسلیم وہ جرّار ہوئے
داخلِ خیمۂ عصمت شہِ ابرار ہوئے

۲۱۶

گھر میں داخل ہوئے سرور جو بصد عز و وقار
بڑھ کے صحرا میں ٹہلنے لگے غازی یکبار
دل لبھانے لگی خوشبوئے گل و صوتِ ہزار
یک بیک وقتِ سحر آگئی جنگل میں بہار
بلبلیں عشقِ گلستان کا سبق پڑھنے لگیں
بلبلیں لفظوں کی طرح شاخوں پہ سر چڑھنے لگیں

۱۱۷

ہو گیا باد بہاری کا گلستاں میں عمل مخمل سبز سے پھیل گئی جنگل جنگل
فرش سبزے سے بچھایا ہے کہ خجل ہے بادل [illegible] گلشن کی کل ہے
پھول کھلنے لگے کلیاں ہوئیں [illegible] سیر گلشن کی یاد آئی ہے
گل نے بلبل سے کہا [illegible] کی یاد آئی ہے
بعد مدت کے ملاقات [illegible]
کہو قطب جی [illegible] فصل بہار آئی ہے

۱۱۸

مدتوں بعد بہار آئی ہے چمن میں یارب
ہر طرف جمع ہیں یہ سامان طرب کے اسباب
باغ میں جا بجا طرف چھٹتے جو ان فوارے
لاتی پھرتی ہیں یہاں بلبلیں بھی بیتابی کے عالم
لب غنچہ پہ ہے غنچہ دل [illegible] ہم ہیں
وجد میں ہے کہ حسینان چمن چھوڑ [illegible]

۱۱۹

زمزمے کرتے ہیں جو اس چمن میں مرغان چمن
[illegible] جانی کا اس میں غنچہ وفا ہیں [illegible]
صنعت بلبل ہے [illegible] بیاں [illegible] گلشن
سنبل [illegible] پھول [illegible] میں گل اپنا جوبن
جھپی ہے سرو کی [illegible] اس فضا میں ہوا [illegible]
[illegible] پھیلائے ہوئے [illegible]

۱۲۰

دیکھو مستی کے [illegible] بولی [illegible]
[illegible] حسینان چمن کی [illegible]
کہ چمن آئی ہے [illegible] باد صبا آئی [illegible]
سبحان الله [illegible] بلبلیں [illegible]
جنگل [illegible] سے آرام [illegible] سو جانی ہیں

۴۲۱

نالے سے چلتی ہے تھم تھم کے نسیم سحری
اوس کی دیدۂ نرگس میں نمایاں ہے تری
سرد جھونکوں نے بڑی سینے میں ٹھنڈک جو دھری
خود بخود بھرنے لگے لالے کے داغ جگری
خنکی آنکھوں سے گذرتا یہ جگر کرتی ہے
صبح کا نور کے پھاہے کا اثر کرتی ہے

۴۲۲

ہر طرف گلشن عالم میں ہے سامان بہار
لیکے آتی ہے صبا باغ میں فرمان بہار
اپنے لہجے میں عنادل ہیں ثنا خوان بہار
شوخ غنچے ہیں کہ چٹکے ہیں قربان بہار
دم بدم سرد ہوائیں جو قریب آتی ہیں
ڈالیاں شکر کے سجدے میں جھکی جاتی ہیں

۴۲۳

کثرت گل سے گلستاں کی زمیں ہے روپوش
جب مہک اٹھتی ہے رہ رہ کے سوا ہوتا ہے جوش
سقد پھولوں کی خوشبو سے ہوئی ہیں مدہوش
بلبلیں چار طرف پھرتی ہیں کھولے آغوش
شکوہ ہے ہجر بصد نالہ کہ بس چاہتی ہیں
دو دو باتیں گل و بلبل میں ہوا چاہتی ہیں

۴۲۴

شہر کیا فصل بہار آنے سے آباد ہیں گاؤں
بلبلوں نے نہیں اب چلنے ہیں صبا کے داؤں
تازہ سبزہ ہے درختوں کے تئیں دیکھ کے چھاؤں
بلبلیں انگڑائیاں لے لیکے جو پھیلاتی ہیں پاؤں
فرش ہے نرم تو کیا چین سے نیند آتی ہے
دم بدم باد صبا پاؤں دبا جاتی ہے

۲۵

تھی اسی طرح بہار آنے سے ہر اک کو خوشی
ناگہاں صرصرِ غم خاک بسر آپہونچی
صاف ہر جھونکے سے جسکے یہ صدا آتی تھی
آج لٹنے کو ہے جنگل میں ریاضِ نبوی
جان بلبل گلِ زہرا پہ فدا کر ڈالے
گل ہر اک چاک گریبانِ قبا کر ڈالے

۲۶

یہ صدا سنکے ہوا بلبلِ نالاں کو الم
ہو گئی صحبتِ گل چشم زدن میں برہم
اور ہی ہو گیا گلزارِ جہاں کا عالم
مسکراہٹ گئی سوسن کی گلوں کو ہوا غم
پھول مرجھائے شجر بیخ سے تھرّانے لگے
چاک غنچوں کے گریبان نظر آنے لگے

۲۷

یک بیک نوحہ کناں ہو گئے مرغانِ چمن
چشمِ نرگس سے ٹپکنے لگے آنسو فوراً
پڑ گیا گردنِ قمری میں بھی طوقِ آہن
ہو کا عالم ہوا دم بھر میں میانِ گلشن
خاک اڑاتی ہوئی جنگل سے ہوا آنے لگی
دفعتاً ہائے حسینا کی صدا آنے لگی

۲۸

کربلا میں گلِ زہرا پہ جو ہے ظلم و ستم
دفترِ عالمِ ایجاد ہے سب درہم برہم
بند پانی ہے کہیں ورنہ یہ کیا ظلم ہے کم
منتظر حکم کے ہیں یاورِ سلطانِ امم
تشنہ لب جینے سے ہیں اور عازمِ جانبازی ہیں
شہ پہ صدقے ہوں اسی دھیان میں سب غازی ہیں

۴۲۹

جلوہ گر خیمۂ اقدس میں ہیں شاہِ والا
جمع ہیں سب درِ دولت پہ عزیز و رفقا
یک بیک غل ہوا ڈیوڑھی پہ خبردار ذرا
اب کوئی آن میں آتے ہیں امامِ دوسرا
آکے پروانہ صفت متصلِ شمع ہیں
سب بہادر درِ دولت کے قرین جمع ہیں

۴۳۰

ذکر یہ تھا کہ برآمد ہوئے شاہنشہِ دیں
سب نے بیرون سے پرا باندھ کے تسلیمیں کیں
بڑھ کے عباس دلاور سے شہِ عرش نشیں
ہے ارادہ کہ چلیں اب طرفِ لشکرِ کیں
بھائی تم اور دو نیزے دو چار قدم آگے ہو
دو صفیں چھوٹی سی پیچھے ہوں علم آگے ہو

۴۳۱

حکم دیتے ہی چڑھے گھوڑے پہ سلطانِ زماں
عقبِ شاہ صفیں جم گئیں با عزت و شاں
بڑھ گیا آگے علم کھول کے حیدر کا نشاں
جانبِ فتح چلے سبطِ رسولِ دو جہاں
علمِ فتح ہیں عباسِ جری کھولے ہوئے
سر پہ ہے مہرِ فلک چترِ زری کھولے ہوئے

۴۳۲

محل سے چلے ہیں سوئے مقتل سرور
دوڑتی جاتی ہے ہمراہ فرس فتح و ظفر
پشت پر ڈھال ہے اور دامن میں تیغِ حیدر
سورۂ فتح میں آیت ہے کہ حمزہ کی سپر
معجزہ اب بھی پئے دیدِ بشر باقی ہے
آج تک مہرِ نبوت کا اثر باقی ہے

۳۳

پہونچے میدان وغا میں جو شہ جن و بشر
دیکھکر رعب شہ دین ہوئے حیران خود سر
تھم کے شبیر نے فرمایا کہ اے لشکر شر
کون سے گوشے میں ہے سعد کا منحوس پسر
گو اماں دیگا نہ ظالم کسی صورت مجھکو
ختم کرنی ہے ستمگار سے حجت مجھکو

۳۴

دیکھیں پہچو تو ذرا کون ہوں میں خستہ جگر
جو تھالے تجھے نبی انکا ہوں میں لخت جگر
ہان مری فاطمہ ہیں باپ ہیں میرے حیدر
میرے بھائی تھے حسن سبط رسول اطہر
دیکے سم قتل کیا تھا جنھیں تیرو نے
جنکے تابوت کو غربال کیا تیرو نے

۳۵

کہہ رہے تھے یہ ابھی سبط امام ذیجاہ
کہ چلے تیر صفت لشکر شر سے ناگاہ
طالب حکم ہوا ان بھی حر کہ یاور شاہ
اذن لے کے بڑھے جانب فوج روسیاہ
داخل خلد ہر اک مر کے سپہ سیر ہوا
شہ پہ صدقے ہوئے سب خاتمہ بالخیر ہوا

۳۶

خون میں ڈوب سب چکے جب رفقائے سرور
تب عزیزوں نے کیا گلشن جنت کا سفر
انکی تلوار سے مشکل ہوا اعدا کو مفر
فرق اتنا تھا ادھر ایک ادھر کل لشکر
جسم تر خون میں ہوئے شاہ کے غمخوارونکے
قبضے کٹ گئے تھے ہاتھوں میں جرارونکے

۳۲۷

صدمۂ رنج والم سے ہے شہِ دیں کا یہ حال
ضعف سے خم ہے کمر جی ہوا جاتا ہے نڈھال
کبھی چھٹ جانیکا بچے سے جو آتا ہے خیال
ہوکیں اٹھتی ہیں کلیجے میں یہ ہوتا ہے ملال
کوئی باقی ہے عزیزوں میں نہ غمخوار دو ہیں
اک فقط اکبرِ مہرو ہیں مددگار دو ہیں

۳۲۸

وہ بھی ہیں عازمِ گلزارِ جناں ہائے غضب
اب بچھڑنیکو ہے فرزندِ جواں ہائے غضب
کیا کریں کیا نہ کریں شاہِ زماں ہائے غضب
دم میں جانیکو ہے اب جسم سے جاں ہائے غضب
جنگ کے واسطے ہمشکلِ نبی جاتے ہیں
یا زمانے سے رسولِ عربی جاتے ہیں

۳۲۹

شاہ فرماتے ہیں اکبر سے کہ اے جانِ پدر
ہمکو جانے دو سوئے فوجِ مخالف دلبر
جا کے سمجھاؤ کہ روئیں نہ تمھاری مادر
دیکھو کس حال میں ہیں زینبِ تفتیدہ جگر
جدا نہیں جسکی وہ غربت میں الم پایا ہے
صبح سے بیٹھی روتی ہیں یہ وقت آیا ہے

۳۳۰

رو کے اکبر نے یہ کی عرض کہ یا شاہِ انام
گھر میں جب آپ نہ ہونگے مجھے گھر سے کیا کام
مر کے اب خیمۂ ناموس میں جائے گا غلام
کم سنی میں عزت ہے اسی مرنے میں نام
آبرو پاؤں جو قدموں پہ فدا ہو جاؤں
آپ جو چاہیں تو شریکِ شہدا ہو جاؤں

۵۴۱

شہ نے فرمایا یہ سچ ہے مگر اے بیٹا
ایسا دل لائیں کہاں سے جو کریں تمکو جدا
ماسوا اسکے اگر مجھ سے یہ زینب نے کہا
کسنے تلوار و نیمین بچے کو مرنے بھیجدیا
کسطرح ایسی مصیبت میں شش و پنج نہ ہو
گر نہ دون اذن تو ہے خوف تمھیں رنج نہو

۵۴۲

ام لیلا بھی یہاں ہمراہ تمھاری مادر
مجھسے گر پوچھیں بتاؤ علی اکبر ہیں کدھر
کیا جواب انکو میں دونگا مجھے بتلاؤ پسر
منہ سے نکلے گا کہ وہ کر گئے دنیا سے سفر
مرحلہ یہ نہیں آسان بڑی مشکل ہے
جسنے اٹھارہ برس پالا ہے اسکا دل ہے

۵۴۳

سُنکے ارشاد پدر اکبر مہرو نے کہا
مجکو وہ وقت تو آنکھوں نے نہ دکھلائے خدا
آپ دنیا میں نہوں اور رہوں میں زندا
دوسرے ہوگا یہی اہل وفا میں چرچا
جان دینے میں نہ کی کوشش و کد اکبر نے
کی نہ بابا کی مصیبت میں مدد اکبر نے

۵۴۴

سنکے بیٹے سے یہ فرمانے لگے شاہ زمان
کر لیا تم نے رضامند مجھے تو اس آن
اذن لے گھر میں بھی ہو آؤ تو جاؤ اس آن
ملکے زینب سے سدھارو سوئے گلزار جناں
پرورش کرنے کا احسان بخدا تمپہ کیا
اپنے دو چاند سے بیٹوں کو فدا تمپہ کیا

۴۵

کہہ کے یہ خیمۂ اقدس میں چلے شاہِ انام
بہ ادب باپ کے ہمراہ چلا وہ گلفام
متصل خواہرِ ناشاد کے پہونچے جو امام
ہر طرف خیمۂ ناموس میں دیکھا کہرام
سر کوئی پیٹتی ہے اور کوئی روتی ہے
کہیں نوحہ ہے کہیں سینہ زنی ہوتی ہے

۴۶

ہو کہیں رانڈ کی بیاہی ہوئی بہو کا یہ حال
نیل ماتھے پہ نمایاں ہیں کھلے سر کے ہیں بال
شانے پر گرد ہوئے ہاں منھ بھی ہے با حزن و ملال
آستیں آنکھوں پہ رکھی ہے بجائے رومال
جوڑہ رنڈسالہ کا کشتی میں لگا رکھا ہے
سہرا الجھا ہوا مسند پہ جدا رکھا ہے

۴۷

اک طرف زوجۂ عباس کا ہے حال تباہ
خیمہ ہل جاتا ہے جب منھ سے نکل جاتی ہے آہ
کبھی سر پیٹ کے کہتی ہیں کہ وا صاحب واہ
کہیے اب رانڈ کا کس طرح سے ہوئے گا نباہ
اپنے ہاتھوں سے لحد جا کے بناؤ صاحب
اک ہی قبر ہو یہ بچے ہوں میں ہوں صاحب

۴۸

دیکھ کر حالتِ ناموسِ رسولِ اطہر
چوٹ دل پر جو لگی رونے لگے خود سرور
پونچھ کر آنسوؤں کو پھر یہ کہا اے خواہر
آئے ہیں آپ سے رخصت کے لیے یاں اکبرؑ
ہم کو پیری میں انھیں کا تھا سہارا زینبؑ
چھوڑے دیتے ہیں یہ اب ساتھ ہمارا زینبؑ

۴۹

سنکے یہ خواہرِ سرور نے کہا ہائے غضب
علی اکبر تمھیں یاد آئی کہاں اب زینب
رو کے ہمشیر سے فرمانے لگے شاہِ عرب
راہِ خالق میں فدا ہونے دو تم بھی انھیں اب
انکی جو راے ہے ہو تم بھی وہی اس آن کرو
ہمتِ جلد یہ خوشی سے انھیں قربان کرو

۵۰

شہ سے کہہ کر ادھر سے زینب نے دیا اذنِ وغا
لیکے اکبر کو چلے سبطِ رسولِ دو سرا
پھر یہ ہمشکلِ نبی سے شہِ والا نے کہا
چل کے اب مادرِ ناشاد سے بھی مل لو ذرا
پھر کے جنگاہ سے آؤ گے نہ او بیٹا
ماں تمھیں دیکھ لے جی بھر کے تو جاؤ بیٹا

۵۱

ماں کے پاس آئے جو اکبر شہِ دیں کے ہمراہ
دیکھا ہے بانو سے بیکس کا بہت حال تباہ
سر کبھی پیٹتی ہیں اور کبھی کرتی ہیں آہ
اور کبھی رو کے یہ دیتی ہیں صدائے جانکاہ
ہے غضب مجھپہ فلک اور ستم توڑتا ہے
اے میں لٹتی ہوں اصغر مرا دم توڑتا ہے

۵۲

دیکھ کر سیدِ والا کو یہ بانو نے کہا
حال اس بچے کا ہے رحم کے قابل آقا
خشک ہیں پیاس سے لب سرد بدن ہے سارا
سانس بھی آتی ہے رک رک کے یہ سوکھا ہے گلا
نرگسی آنکھوں سے ماں بہنوں کو تکتے بھی نہیں
اب تو یہ گود میں آنے کو ہمکتے بھی نہیں

۵۳

سنکے یہ بات گئے جھولے کے قریں شاہِ ہدیٰ
جاکے اکبر نے بھی حالِ علی اصغر دیکھا
بھائی کی دیکھ کے صورت جو بہت پیار آیا
جھک کے دو مرتبہ چلاّئے کہ بھیّا بھیّا
کیا بہت پیاس کی تکلیف ہے بولو بھائی
بھائی صدقے ہو ذرا آنکھ تو کھولو بھائی

۵۴

لیکے پھر گود میں اصغر کو کیا خوب سا پیار
کبھی ماتھا کبھی منھ اور کبھی چومے رخسار
پھر لٹا کر اسے مادر سے کہا با دلِ زار
ہم بھی اب جاتے ہیں مرنے کو سوئے فوجِ کفار
کون اب یاں ہے بجز بیکسی و یاس اماں
بخشیے دودھ تو بجھ جائے مری پیاس اماں

۵۵

سنکے یہ ایک چھری چل گئی گویا دل پر
جوڑ کر ہاتھ گرے پاؤں پہ ماں کے اکبر
رو کے کہنے لگے بانو سے شہِ جن و بشر
جانبِ خلد ہے انکا بھی کوئی دم میں سفر
جبر ہمنے بھی کیا تم بھی ذرا جبر کرو
فاطمہ کی ہو بہو صبر کرو صبر کرو

۵۶

جھک کے اکبر نے کیا مادرِ غمگیں کو سلام
لیکے فرزند کو ہمراہ چلے شاہِ انام
ملکے ماں بہنوں سے جانے جو لگا وہ گلفام
ہو کے بیتاب چلے ساتھ شہِ عرش مقام
آکے پہونچا گئے گو شہ تابہ فرس دلبر کو
اپنے ہاتھوں سے سوار آپ کیا اکبر کو

۵۷

کرکے چلے گھوڑے پہ اسوار جو اکبر گلفام
جھک کے مرکب نے کیا باپ کو بیٹے نے سلام
لیکے پھر ہاتھ مین رہوار سبک رو کی لجام
کی جو ہاں اڑکے چلا رخش سوے لشکر شام
نون ہاں کا ابھی پورا نہ دہن سے نکلا
پتلیاں جھاڑ کے یہ دیو دہن سن سے نکلا

۵۸

یون چلا تیر کوئی جیسے کمان سے چھوٹے
سامنے اسکے ہوا کے بھی ہین دم سے چھوٹے
ناز سے چلنے کی جو وقت بہارین لوٹے
جس جگہ پاؤن رکھے کھلنے لگین گل بوٹے
پر طاؤس سے خوشرنگ ہر اک گل داغ بنے
جس زمین پر یہ چلے نقش قدم باغ بنے

۵۹

دمبدم جھوم کے چلتا ہے عجب حسن کی چال
وہ ادائین ہین کہ پریون کے بھی ہین دل پامال
اسکی گرد نیزہ دار و مین پھرتی ہے جو چال
غل ہے جنگل مین پری پھرتی ہے کھولے ہوئے بال
ساز بھی جسم پہ چلتے ہین خدا ساز ہین یہ
دونون فتراک بھی ہین پر پرواز ہین یہ

۶۰

اسکی رگ رگ مین ہے شوخی یہ قدرت نے بھری
ہر قدم ناز و ادا دلبری و عشوہ گری
کبھی آہو ہے کبھی طاؤس کبھی کبک دری
روح بیچین ہو وقت رفتار کو دیکھے جو پری
دل ہون بیتاب قیامت ہین وہ چالین اسکی
پتلیان حورین بھی آنکھون سے لگالین اسکی

۵۱

دیں جو تشبیہ ہوا سے تو سراسر ہے فضول
چال میں اسکی یہ شوخی نہ یہ صورت مقبول
جلوہ گر پشت پہ اسکی ہیں جو ہر مشکل رسول
سب شرف اسکو براق نبوی سے ہیں حصول
فکر اطاعت کی یہ ہر ایک نفس رکھتا ہے
پہ بھی معراج پہ جانے کی ہوس رکھتا ہے

۵۲

اسکے نزدیک ابر ہے سما اور سمک
اسکے کاوے سے ہے چکر میں فلک آج تلک
سمجھا بجلی اسے جھمکائی جو ادراک نے پلک
ساتھ ہے ہوا کا چھپ دیتی ہے نعلوں کی چمک
رو میں ٹاپوں سے شرارے جو نکل جاتے ہیں
کبھی بجھتے ہیں چراغ اور کبھی جل جاتے ہیں

۵۳

سارے عالم سے ہے گھوڑوں میں یہ گھوڑا چیدہ
سامنے اسکے ہوا شرم سے ہے پوشیدہ
دیکھیں صورت تو ہوں پریوں کے بھی دل گرویدہ
جائے گلشن میں تو سبزہ نہ اٹھے خوابیدہ
سم کی آواز سے غنچوں کی چٹک پیدا ہو
چشم بلبل میں پھر سے اور نہ جھپک پیدا ہو

۵۴

ایسا اسوار ہے عالم میں نہ ایسا شبدیز
نقش سم ہیں کہ قدم مثل صبا ہیں گلریز
دم جولان میں کہیں عقل فلاطوں سے بھی تیز
وہم بھی اسکے اشارے کا ہے سب سے ہمیز
خوف کے واسطے پاس عظمت کافی ہے
باگ کیا چیز ہے دل کی حرکت کافی ہے

٦٥

غیظ مین گھوڑے کو بڑھا کے جو روان ہین اکبر
گل سا تن دھوپ کی تیزی سے پسینے مین ہے تر
پھیلی ہے جسم کی خوشبو جو ادھر اور ادھر
ذرّے پڑھتے ہین درود اٹھ کے ہوا پر یکسر
شانِ حق کوئی کوئی شانِ خدا کہتا ہے
شکر یزدان بھی ہر اک جلِ علا کہتا ہے

٦٦

کیا کرے گا کوئی وصفِ پسرِ شاہِ انام
مثلِ قرآن ہے اقدس ہے نہین اس مین کلام
نرگسی آنکھین شگفتہ گلِ باغِ اسلام
دونوں ابرو ہین ہلال اور جبین ماہِ تمام
غیرتِ باغِ جنان سیبِ ذقن گویا ہے
سورۂ نور کی آیت یہ دہن گویا ہے

٦٧

آنکھ وہ آنکھ کہ جس آنکھ کی گردش کا اثر
دم مین کر دیتا ہے لشکر کے لشکر زیر و زبر
انیہ ابرو کی کمانین ہین ادھر اور ادھر
تیوریان چڑھنے سے کھنچ جاتی ہین جب تا سر
ان کمانون سے جو پیکانِ مژہ چھوٹتے ہین
استخوان چیر ہین کیا قلب و جگر ٹوٹتے ہین

٦٨

اس طرف راہ مین ہے سیدِ والا کا پسر
دمبدم کہتے ہین پیک یہ جا جا کے خبر
لڑنے آتا ہے فرزندِ علی کا دلبر
جسکی تلوار سے ممکن نہین اعدا کو مفر
دل نہ قابو مین رہیگا وہ دلیر آتا ہے
دیکھ لو وہ اسد اللہ کا شیر آتا ہے

۶۹

سنکے یہ لشکر اعدا میں ہوئی اک ہلچل
یک بیک سہم کے تھرانے لگے اہل دغل
کر لیا خوف تردد نے ہر اک دل میں عمل
پاؤں اٹھ اٹھ کے یہ کہنے لگا ہر ایک رذل
جان شیرین تجھے پیاری ہے اگر چل تو سہی
ہم تو لیتا نہیں گو موجود ہیں تو چل تو سہی

۷۰

ہر طرف فوج مخالف میں تلاطم ہے عیاں
ڈر سے ہر ایک کی صورت سے ہے ظاہر حرمان
موت کے دھیان سے اندھیر ہے آنکھوں میں جہان
ہے نقیبوں کی صدا اب میں کہاں بھاگو میاں
دیر اتنی جو ہوئی پھر فقط راہ کا ہے
عمر سعد سے دیکھو وہ پوتا اسد اللہ کا ہے

۷۱

سنکے یہ لشکر اعدا میں نہ باقی رہے ہوش
پیچھے ہٹنے لگا ڈر ڈر کے ہر اک باطل کوش
سن سے وہ ہو گیا جسکو تھا سوا جنگ کا جوش
اُڑ گئے دل سے گئے جنکا تھا زیادہ وہ خروش
سوچ میں ہم کہ اگر دشمن دین نے پکڑا
موت ہے ہاتھوں کو قدموں کو زمین نے پکڑا

۷۲

شور برپا تھا ابھی فوج یزیدی میں ادھر
پہونچے گھوڑے کو اڑاتے ہوئے ابن اکبر
روک کر باگ یہ نعرہ کیا مثل حیدر
لو ہم آ پہونچے بچے جنگ بڑھے لشکر شر
بادہ تلوار کی ہاتھوں کی صفائی دیکھو
ظلم تو سیر اب ہے پیاسے کی لڑائی دیکھو

۱۰۳

ہم بھی اُس صاحب شمشیر کے ہیں لخت جگر
جسکو اللہ نے دی تیغ نبی نے دختر
نام تھا جسکا علی اور لقب تھا حیدر
بت شکن قلعہ شکن فاتح باب خیبر
خواب غفلت سے یہاں بھی نہ اگر جاگوگے
جب بھی بھاگے تھے تمھیں اب بھی تمھیں بھاگوگے

۱۰۴

جسکا باعث ہوئی دین کی رونق وہ علی
جسکو دنیا کی نہ پروا ہوئی مطلق وہ علیؑ
تیغ نے جسکے بھری لاشوں سے خندق وہ علیؑ
جسکی ضربت سے دل کفر ہوا شق وہ علیؑ
جب سے ہر دشمن اللہ نے ذلت پائی
جسکی تلوار سے اسلام نے عزت پائی

۱۰۵

جسکو خالق نے کیا ساقی کوثر وہ علیؑ
جسنے پایا علم فوج پیمبر وہ علیؑ
جسنے اک ضرب میں کاٹا سر عمرو وہ علیؑ
تن مرحب کو کیا جسنے دو پارا وہ علیؑ
تہلکہ فوج مخالف میں عیاں ہوتا تھا
جو تھا نامی وہی بے نام و نشاں ہوتا تھا

۱۰۶

سنا اے قوم جب گلا بند شہنشاہ ہدا
بڑھ کے آگے سے یہ شمر ستم آرا نے کہا
اے کہا نہ تم ہو مومن نہیں شیعہ و شک ہے یہ بجا
مگر اب سینے پہ تلوار چلاتا ہے وقت دعا
کسطرح گرتے ہیں کٹ کٹ کے تن و سر دیکھیں
اب تو ہم آپ کی تلوار کے جوہر دیکھیں

۳

۷۷

غیظ میں شمر سے بولا دل و جان حیدر
جسکو مرنا ہو وہ اس تیغ کے دیکھے جوہر
شمر تو ٹل گیا یہ سنکے سوے لشکر شر
جا کے ہر صف کے قرین کہنے لگا وہ خودسر
بڑھ کے تصویر پیمبر کو مٹا دو جلدی
تیر کین سینۂ اکبر پہ لگا دو جلدی

۷۸

شمر کے حکم سے لشکر میں ہوا جوش و خروش
جنگ میں کوشش و کد کرنے لگے باطل کوش
بندھ گئی صف ہوا ایک ایک جوان جوشن و خود پوش
کعبہ ڈھانیکو چلے ملکے سب ایمان فروش
تیغیں اونچی ہوئیں میدان میں ستمگارونکی
آگے بڑھ آئیں صفیں زینیں کی نیزونکی

۷۹

یاں بھی آمادہ پیکار ہیں ہمشکل نبی
باگ لے ہوا در کی گانٹھے ہیں جمی ہے پٹری
تیغ کھینچی کو ہے ہشیار ذرا اے ساقی
اب کوئی دم میں نکلتی ہے یہ شیشے سے پری
کر عطا دیر کا موقع نہیں فی الفور چلے
رن میں تلوار چلے رندوں میں یاں دور چلے

۸۰

رن میں ڈھالوں کی گھٹا چھائی ہے دل ہے بیتاب
تیر اب برسنے کو ہیں دم بھر میں پلا جام شراب
اب نہ پہلی سی وہ قوت ہے نہ باقی ہے شباب
ہو مدد تیری تو کھلجاے ابھی فتح کا باب
پھر تو ملک سخن اے فخر سلیمان ہے کون
پی کے اک جام ترے ہاتھ سے میدان لے کون

۸۱

جھوم جاؤں جیسے پیتے ہی وہ پیالہ ساقی
کب سے خوگر ہوں ترے لطف و کرم کا ساقی
بادہ نوشی سے کروں کاہے کو توبہ ساقی
مر کے بھی مجھ سے نہ چھوٹے گا یہ چسکا ساقی
نشہ میں ہونگا وہاں تیری مدد سے میں تو
لڑکھڑاتا ہوا اٹھوں گا لحد سے میں تو

۸۲

دے وہ مے پھر مجھے پلوائی تھی جو روزِ الست
جسکے پینے سے ابھی تک ہیں اُن آنکھوں کی طرح مست
میں بھی میخانۂ عالم میں وہ ہوں بادہ پرست
جسنے سو بار سے کم دی نہیں توبہ کو شکست
چڑھ گیا نشہ چلا دور جو میخواروں میں
توبہ کیا چیز ہے جب بیٹھ گئے یاروں میں

۸۳

ساقیا دیر کا ہنگام نہیں تو ہے کہاں
حملہ کرنیکو ہیں بشکل رسولِ دو جہان
دم میں اب کھنچتی ہے تیغِ پسرِ شاہِ زمان
بھر کے اک جام عطا کر کہ طبیعت ہو رواں
فتح شہ جانکو ہے سو عدم دیکھ تو لے
اپنے میکش کا ذرا زورِ قلم دیکھ تو لے

۸۴

ساقیا تو نے بنائے مرے بگڑے ہوئے کام
اپنے رندوں میں لکھا روزِ ازل سے مرا نام
کم نہو نشہ کہیں اور پلادے مجھے جام
آگیا وقت تھا کھینچ لی اکبر نے حسام
واں سے بھی ناوکِ ظلم و ستم و جور چلے
فتح شہزادے کی ہو لے تو پھر اک دور چلے

٢٨٥

باجے بجنے لگے بڑھنے لگا انبوہ کثیر
زرہ کیا تن میں پہن ہر سمت سے چلنے لگے تیر
غیظ آتا تھا کہ غازی نے علم کی شمشیر
برق اک کوند گئی ہوگئے حیران بے پیر
نہ جھلم میں تھی اماں پھر نہ مغفر خود میں تھا
آنکھ زرا جھپکنا تھی کہ سر گرد میں تھا

٢٨٦

جسکو مارا وہ لعین صورت بسمل تڑپا
تیغ تھی اسکے تو وہ اسکے مقابل تڑپا
جو تنومند سوا تھا وہ بمشکل تڑپا
جسم تڑپا نہ گیا اسکا بہت دل تڑپا
ٹھنڈے تھے وہ جنھیں ابن حق فنا نے مارا
وہ تڑپتے تھے جنھیں اسکی ادا نے مارا

٢٨٧

جسطرف آیا یہ جرار ستمگر بھاگے
گر پڑے سہم کے کچھ اور کچھ اٹھ کر بھاگے
کسطرح فوج تھمے رزمین جب افسر بھاگے
نوکری چھوڑ کے حاکم کی لعین گھر بھاگے
کہتے تھے زندہ نہ لے سر کسی عنوان بچے
ہم تو لاکھوں سے سمجھیں کہ اگر جان بچے

٢٨٨

وصف تیغ علی اکبر میں زبان ہے قاصر
جان لینے کے لیے مثل اجل ہے حاضر
صورت برق ہے اس تیغ کا باطن ظاہر
جسکو آنچ اسکی لگی جلنے لگا وہ کافر
مثل اسکا نہیں زیر فلک کیا کہنا
بڑھ کے ہے موت کی چشمک سے چمک کیا کہنا

٨٩

دم اژدر کی طرح شعلہ فشاں ہے تلوار
نصرت و فتح کے لشکر کا نشاں ہے تلوار
بے اجل قطع کرے رشتۂ جاں ہے تلوار
قبضہ اسکا ہے دہن شیر ژیاں ہے تلوار
دنگ ہے عقل بھی شمشیر نے وہ گھاتین کین
خوش اجل جس سے ہوئی تیغ نے وہ باتین کین

٩٠

غیر ممکن ہے کہ ہو زیر فلک اس کا نظیر
آنکھ خورشید کی جھپکاتی ہے اسکی تنویر
آیت فتح ہے تلوار تو جوہر تفسیر
کچھ یہ سیفی سے بھی بڑھکے ہے سریع التاثیر
مدح کیجاتی ہے جو اسکی سزاوار بھی ہے
ہے بچانیکو سپر لڑنے کو تلوار بھی ہے

٩١

برق شرمندہ ہو دیکھے جو ذرا اسکی جھلک
ابھرے جوہر ہین کہ چسپیدہ ہین الماس کے نگ
اسکے جھنکار کی جاتی ہے صدا تا بفلک
چشم خورشید بھی خیرہ ہو وہ ہے اسکی چمک
جلوہ آئینہ ہے کب اسکے کدورت اسمین
موت کی صاف نظر آتی ہے صورت اسمین

٩٢

چشمۂ حیات ہے اس تیغ کا اوچھا سا بھی وار
جسم مین صاف اتر جاتی ہے یہ صاعقہ وار
دل کو رہتا ہے سکون اور نہ کسی کو قرار
منہ سے آفت کرے سینے سے نکلتے ہین شرار
صفتین زشت ہین اس مین افعال بھی شیطانی ہین
آدمی کا ہے کہو مین یہ غول بیابانی ہین

۹۳

[illegible] برق فنا
[illegible] اہل جفا
[illegible] تیغ قضا
[illegible] تیری ادا
[illegible] تیرا
[illegible] تیرا

۹۴

[illegible] فصیل
[illegible]
[illegible] ثقیل
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۹۵

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۹۶

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۹۷

زخم کھانے لگے ہمشکل پیمبر ہے ہے
ایک پیاسے پہ امنڈ آیا ہے لشکر ہے ہے
ہو رواں خاک پہ خون تن اطہر ہے ہے
سینہ تاکے ہوئے ہیں فوج کے افسر ہے ہے
وار تلوار کے پہلو پہ جو چل جاتے ہیں
پاؤں تھرا کے رکابوں سے نکل جاتے ہیں

۹۸

سطرح گھیرے ہیں دشمن کہ نہیں ہے کوئی بس
چار جانب ہیں شقی بیچ میں غازی کا فرس
اسطرف فوج کے نیزے ہیں ادھر اک بیکس
ہے غضب آ گیا پہلو پہ سنان ابن انس
وار بھرپور پڑے سینہ پہ دل سفاک میں ہے
برچھے کی نوک سے جگر چھید لوں اس تاک میں ہے

۹۹

آ گیا بائیں طرف لو وہ ستمگر ہے ہے
چل گیا نیزہ سر تیز جگر پر ہے ہے
لو رکابوں سے قدم ہو گئے باہر ہے ہے
لو گرے پشت فرس سے علی اکبر ہے ہے
غل ہوا ابن شہ دو غم زیادان قتل ہوا
جنگ سر ہو گئی اکبر سا جوان قتل ہوا

۱۰۰

نوبتیں فتح کی بجنے لگیں لشکر میں ادھر
بانو نے دوڑ کے شہ دین نوحہ کنان خاک بسر
اشک تھے آنکھوں میں اور ہاتھوں سے تھامے تھے جگر
بار اندوہ سے دوہری ہوئی جاتی تھی کمر
ہوک اٹھتی تھی کلیجے میں تو رک جاتے تھے
سیدھے ہوتے تھے کبھی اور کبھی جھک جاتے تھے

۱ سلام

کبھی کہتے تھے کہاں ہو مرے دلبر لوگو
بہرِ حق بہرِ علیؑ بہرِ پیمبرؐ لوگو
کس جگہ چھوڑ کے سب آئے ہو زمیں پر لوگو
دم گھٹا جاتا ہے بیٹا علی اکبر لوگو
خوں میں غلطاں ہو کہاں مجھ کو بتا دو بیٹا
دل ٹھہر جائے جو آواز سنا دو بیٹا

۲ سلام

ناگہاں آئی یہ آواز کہ یا شاہِ انام
سطوتِ خالق ہے زغۂ اعدا میں غلام
زخم سے چھاتی کے ممکن نہیں یارائے کلام
دیکھ لوں وقتِ آخر آ کے ہوا اے عرش مقام
زندگی کا نہیں اب کوئی سہارا بابا
زخم تو ایک طرف پیاس نے مارا بابا

۳ سلام

ہو کے بیتاب کہا شہ نے مری جان آیا
اے مرے لال پدر ہونے کو قربان آیا
علی اکبر ابھی یہ بیکس و نالان آیا
میرے دلبر میں تری دید کا خواہان آیا
قابلِ رحم ہے شبیر کی حالت بیٹا
باپ سے مل لو تو جاؤ سوئے جنت بیٹا

۴ سلام

پہونچے حضرتؑ تو وہاں تھے علی اکبر جس جا
لیے دلبر کو عجب حال میں شہ نے دیکھا
ہچکیاں لیتے ہیں بند آنکھیں ہیں منہ ہے ڈھلا
کہتے ہیں کہ آئے نہیں اب تک بابا
درد سے سینے کے دم بھر نہیں چین آیا ہے
جھک کے شبیر پکارے کہ حسینؑ آیا ہے

لو پدر رہ گیا اب اے علی اکبر اٹھو
میرے پیری کے سہارے مرے دلبر اٹھو
راستہ دیکھتی ہے خیمے میں مادر اٹھو
دل نہیں مانتا ہمشکلِ پیمبر اٹھو
چونک کر غش سے ذرا آنکھ تو کھولو بیٹا
باپ کی جان میں جان آئے جو بولو بیٹا

رباعی

ہے قول حرص کا کہ امیری اچھی
کہتی ہے قناعت کہ فقیری اچھی
جو ساتھ نہ دے عروج اُس کا غم کیا
ہم تو یہی کہتے ہیں کہ پیری اچھی

سلام

ماتمِ شبیر میں گریاں جو تو ہو جائے گا!
آنسوؤں سے دھو کے منہ باآبرو ہو جائیگا

ایک آنسو سے مگر عالم ڈبونے کے لیے
بوند پانی کی مرے دل کا لہو ہو جائے گا

بازوئے شہ سے ترائی میں لڑائی گر ہوئی
تا کمر دریا کے پانی پر لہو ہو جائے گا

شہ کے غم میں سوزنِ مژگاں میں ہیں اشکوں کے تار
چاک جوڑے جائینگے دل کے رفو ہو جائے گا

جھک کے مِل سارے جہاں سے ورنہ اے دل ایک دن
دیکھ لینا آپ سے تم، تم سے تو ہو جائے گا

آبِ کوثر کس لیے ہم رند لیں بہرِ نماز
بچ رہے گی پی کے جو اُس سے وضو ہو جائیگا

کیا خبر تھی دل چھپا رکھے گا لاکھوں حسرتیں
خوں کا اک قطرہ حریفِ آرزو ہو جائے گا

۱۱

رن میں جب بہرِ وغا حُرّ دلاور آیا
جنگ کو تازہ غلامِ شہِ صفدر آیا
باگ اٹھائے طرفِ فوجِ ستمگر آیا
غیظ میں حر صفِ اوّل کے برابر آیا
خوف سے شیر کے سب باغی نڈر کانپ گئے
دل لرزنے لگے سینوں میں جگر کانپ گئے

۱۲

متصل فوجِ ستمگر کے جو پہنچا غازی
کہکے جرار نے زین باگ فرس کی روکی
دیکھ کر چار طرف حُر نے پھر آواز یہ دی
کونسے گوشے میں مخفی ہے ابن سعد شقی
یاد جو کچھ ہوں ہنر جنگ کے دکھلائے ذرا
کچھ بھی جرأت ہو تو اب سامنے آجائے ذرا

۱۳

سُن کے یہ لشکرِ ناری ہوا آمادۂ جنگ
جھاگ کے یاں حُرِ جری نے بھی لیا گھوڑے کا تنگ
ایک ہی آن میں چلنے لگے ہیں اُس صف سے خدنگ
جمتی جاتی ہیں قطاریں نہیں اک پل بھی درنگ
ہر طرف لشکرِ بد خو میں صف آرائی ہے
کالے کالے ہیں پھریرے کہ گھٹا چھائی ہے

۱۴

لشکرِ شام کے خونخوار جو ان ہیں تیار
سب کے آگے ہیں صفیں انکی جو ہیں تجربہ کار
نیزے تانے ہوے موجود ہیں گھوڑوں پہ سوار
جتنے پیدل ہیں وہ باندھے ہوے ہیں اپنی قطار
برد سے سر کو جھکائے ہوے استادہ ہیں
منچلے جو ہیں وہ سب جنگ پر آمادہ ہیں

۴۵

دم میں اب چلتی ہے تلوار نہیں دیر ذرا
تر بتر خون سے ہوا چاہتا ہے دشت وغا
ساقیا تو ہے کہاں بہر خدا سامنے آ
جام دے بھر کے تو ہو طبع میں جودت پیدا
سخت سے سخت جو مشکل ہو وہ پانی ہو جائے
مے کے پینے ہی طبیعت میں روانی ہو جائے

۴۶

ساقیا وقت جدال آ گیا اب دیر نہ کر
نشہ چڑھ جائے تو لوں جنگ کے میداں کی خبر
اُس طرف عازم پیکار ہے سارا لشکر
دم میں کھنچنے کو ہے اب تیغ خونریز بسر
کوکب بخت رسا وقت وغا اوج پہ ہے
ہاتھ قبضے پہ ہے غازی کا نظر فتح پہ ہے

۴۷

زیر راں کرتا ہے پھیپھیاں ہر دم رہوار
روکتا جاتا ہے رہ رہ کے جو تجربہ کار
دوڑتا ہے جو لہو تن کی رگوں میں ہر بار
دم بھر آتا نہیں بالائے زمیں اس کو قرار
چاہتا ہے کہ بھروں چوکڑی آہو کی طرح
لیکے راکب کو اُڑوں پھول کی خوشبو کی طرح

۴۸

پیٹھ ہموار ہے راکب کو جو ہے دل سے پسند
ہے اشارہ و نگہ پہ اسوار کے ہر دم پابند
گو نشستیں نام کی خوش تن میں بہت ہیں ہر چند
رو میں اس گھوڑے کے نکلی نہ ہوا اور نہ پرند
وہ بھی منھ گرد خجالت سے سدا ڈھانکا کی
ساتھ جب اس کے چلی خاک ہوا پھانکا کی

۹

تھا ادھر جنگ پہ آمادہ جو خونریز سپر
کہ چلے تیر ہزار اک صف سے بڑھا لشکر شر
کھینچی غازی نے بھی شمشیر شرربار ادھر
وار پیہم جو کیے کٹ کے گرے خاک پہ سر
عمریں کوتاہ ہوئیں رشتۂ جاں کٹنے لگا
جابجا لاشوں سے میدانِ ستم پٹنے لگا

۱۰

انگلیاں اٹھ گئیں چمکی جو ہلالی تلوار
نہ پھری جا کے کسی فرق پہ خالی تلوار
تھی نشانِ فتح کا سر کاٹنے والی تلوار
چال یہ چلتی تھی زمانے سے نرالی تلوار
تھی یہ بیباک کہ لاکھوں میں نہ شرمائی تھی
ٹھنڈے سے ہوتے تھے جو نار یہ گرمائی تھی

۱۱

وار جرّار کا خالی کبھی جاتا ہی نہ تھا
بڑھ کے تلوار کے منہ پر کوئی آتا ہی نہ تھا
دم یہ پھولا تھا کہ سینوں میں سماتا ہی نہ تھا
ڈر سے میداں میں کوئی آنکھ ملاتا ہی نہ تھا
ہیز و زرہ دیدہ نگاہ ہو کے کھڑے تکتے تھے
شیر کے سامنے بزدل نہیں آ سکتے تھے

۱۲

کس زباں سے ہو بیاں تیزیٔ شمشیر کا حال
دھار باریک تھی ایسی کہ خجل جس سے ہو بال
منہ چڑھے اس کے نہیں یہ کسی دشمن کی مجال
اس مہ نو کا شرف پہنچا ہے تا حدِ کمال
لیے اوپر کشش جنگ سہی ہے برسوں
ہاتھ میں حر کے سرافراز رہی ہے برسوں

۱۱۳

کھینچ کر تیغ کو جھپٹا جو جری جدھر
خون کفار سے میدان وغا ہو گیا تر
افسران سپہ شام ہوئے تھے بے سر
دم بدم بھاگ کے کہتا تھا ہر اک باغی شر
اب نہیں بچنے کی تدبیر نظر آتی ہے
تیغ میں موت کی تصویر نظر آتی ہے

۱۱۴

منکر ایسی کہ ملتی ہے یہ جھک جھک کے گلے
سر پہ آئے تو تیغے خون سے ہر گز نہ ٹلے
رونمائی میں سوا جان کے کچھ اور نہ لے
جسکو لگ جائے ہوا اسکی وہ بے آگ جلے
تن بدن پھکنے لگے جانکے لالے پڑ جائیں
سر سے تا ناخن پا جسم پہ چھالے پڑ جائیں

۱۱۵

برق چلنے میں ہے ٹھنے میں ہے گویا مہ نو
قدر دان اسے ہے اگر جان بھی ہو جائے گرو
کہتی یہ بات ہے کہ ہے لاکھ زمانہ تگ و دو
تیغ یہ ہے کہ چراغ ظفر و فتح کی لو
ضو کا اپنی یہ ہر اک قلب کو پروانہ کرے
سینکڑوں جل کے جو مر جائیں تو پروانہ کرے

۱۱۶

بچ کے جانا نہیں اس تیغ سے کوئی ناری
خاک میں مل گئی سر میں تھی جو نخوت ساری
جس نے دیکھے یہ ہر اک فرد کی یادی باری
ورق جسم پہ کر دی تھی عیاں گلکاری
تیغ کا پھل یہ نیا رنگ دکھا جاتا تھا
ہر لعین پیکر تصویر نظر آتا تھا

۲۱۷

دم اژدر کی طرح شعلہ فشاں ہے تلوار
نصرت و فتح کے لشکر کا نشاں ہے تلوار
بے اجل قطع کن رشتۂ جاں ہے تلوار
قبضہ اس کا دہن شیر ژیاں ہے تلوار
دنگ ہو عقل بشر تیغ نے کھائیں وہ کیں
خوش چل جس سے ہو تلوار نے پائیں وہ کیں

۲۱۸

غیر ممکن ہے کہ ہو زیر فلک اس کا نظیر
آنکھ خورشید کی جھپکاتی ہے اسکی تنویر
آیۂ فتح ہے تلوار تو جوہر تفسیر
ہے یہ سیفی سے بھی کچھ بڑھ کے سریع التاثیر
مدح کیجاتی ہے جو اوسکی سزاوار بھی ہے
ہے بچانے کو سپر اڑنے کو تلوار بھی ہے

۲۱۹

برق شرمندہ ہو دیکھے جو ذرا اس کی جھلک
اُبھرے جوہر ہیں کہ چسپیدہ ہیں الماس کے نگ
رن سے جھنکار کی جاتی ہے صدا تا بہ فلک
چشم خورشید بھی خیرہ ہو وہ ہے ایسی چمک
جلی آئینہ ہے کب ہے کدورت اسمیں
موت کی صاف نظر آتی ہے صورت اسمیں

۲۲۰

جسپہ اس تیغ کا پڑجاتا ہے اوچھا سا بھی وار
جسم میں صاف اوتر جاتی ہے یہ صاعقہ وار
دلکو رہتا ہے سکوں اور نہ کسی رگ کو قرار
منھ سے اُف کرنے نہیں سینہ سے نکلتا ہے بخار
زشت صورت ہیں تو افعال بھی شیطانی ہیں
آدمی کاہے کو ہیں غول بیابانی ہیں

۱۲۱

زمین تھم تھم کے چمکتی ہے جو یہ برق فنا
دمبدم جاتے ہیں دوزخ کی طرف اہل جفا
گر کے جب کوئی ترستا ہو تو کہتی ہے قضا
لاکھوں مارے گئے ہیں جبکہ وہ ہے تیری ادا
دل یہ لیتے ہیں عدا کا اشارے سے ترے تیر ستم
نام میرا ہو کہ تیغے ہیں یہ سالے تیر ستم

۱۲۲

سخت ایسی کڑی منھ کی جب اگلے گر وہ اصیل
اسکی جھنکار ہو اعدا کے لیے کوس رحیل
سج دھج ایسی کہ پری سے بھی زیادہ ہو شکیل
ہاتھ میں پھول اگر ضرب لگاؤ تو ثقیل
اسکا پھل جب کسی خونخوار کے سر میں پہنچا
سر تو سینے میں گیا سینہ کمر میں پہنچا

۱۲۳

سب کا سب جسم کٹا جس طرف آئی تلوار
دو ہوا تا بہ کمر جس پہ لگائی تلوار
کر رہی تھی سر و گردن میں جدائی تلوار
جل کے خرمن کٹ گیا جس تن میں سمائی تلوار
حلق سے بڑھ کے جو کرتی تھی گذر سینے میں
تیغ کی آنچ سے پھٹتے تھے جگر سینے میں

۱۲۴

تن سے سر کاٹ کے بازو سے جدا شانہ کیا
دل کو گرما گئی جب جلوۂ جانانہ کیا
بن کے تو شمع کی ایک ایک کو پروانہ کیا
جا کے ہر حملے میں جب جسم میں ویرانہ کیا
تن بدن پھونک دیے قلب و جگر پھونک دیے
ایک کیا لاکھوں کے اس تیغ نے گھر پھونک دیے

۲۵

کیوں نہ اس تیغ کے لوہے کو زمانہ مانے
زخم اسکا نہ بھرے خاک کوئی گر چھانے
سب کو پہچانتی ہے اپنے ہوں یا بیگانے
اسکا پھل چکھا ہو جسنے وہی لذت جانے
ذائقہ موت کا جائے نہ زباں سے ہرگز
وہ مزا ہے نہ ادا ہو جو بیاں سے ہرگز

۲۶

بزم میں اُٹھی ہے جو اس شوخ کے چہرے سے نقاب
طالب دید چلے آتے ہیں بے حد و حساب
دیکھکر اسکی ادا کتنے ہیں ہو کر بیتاب
اسطرف ایک نظر دیکھ لے او خانہ خراب
دل ترے واسطے لائے ہیں جگر لائے ہیں
رونمائی میں تجھے دینے کو سر لائے ہیں

۲۷

وار کرتا تھا جو اعدا پہ جری نیک خصال
بزدلے ڈر سے دبک جاتے تھے مانند شغال
بڑھ کے لڑنے کو کوئی صفدر کو نہ تھی اتنی مجال
مُردوں کی چھاتی تھی جگر و پتہ تھا خوف سے حال
جسم ایک ایک ستمگر کا لہو سے تر تھا
دست و پا مُردے تھے سکتے میں ہر اک کافر تھا

۲۸

ہر طرف فتح بد اندیش میں محشر تھا بپا
خوف شمشیر سے اعدا کے نہ تھے ہوش بجا
جسطرف دیکھئے مُردوں سے بھرا تھا صحرا
کچھ نہ بنتا تھا ستمگاروں کو مرنے کے سوا
رخت ہستی تن بیجاں سے اُٹھائے ہوئے تھے
نام تھا موت کا تلوار کے مارے ہوئے تھے

۳۲۹

تھیں صفیں درہم و برہم تہ و بالا لشکر
طرفہ عالم تھا کسی کو نہ کسی کی تھی خبر
بھائی سے بھائی جدا باپ سے تھا دور پسر
ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتی تھی کہیں راہِ مفر
چار جانب سے اجل گھیرے کھڑی تھی سب کو
جان بچ جائے ہماری یہ پڑی تھی سب کو

۳۳۰

ڈر کے مارے کسی خود سر کو نہ دم بھر تھا قرار
کرتے جاتے تھے لعیں جنگ کے میدان سے فرار
بار سے مُردوں کے ہوتا تھا زمیں کو بھی فشار
تھے سوار اور کہیں پیادے تو پیادہ کہیں سوار
دور ہو خوف تو پائی نسیم بھی ٹھہریں
دم ذرا سینوں میں ٹھہریں تو قدم بھی ٹھہریں

۳۳۱

جنگ میں ایک کے اڑتے تھے بجا ہیں نہ حواس
چہرے اُترے ہوئے ہیں جینے سے ہر اک کو ہے یاس
چھٹ گئیں ہاتھوں سے ڈھالیں ہیں نہ تلوار ہے پاس
بھاگتے بھی نہیں بنتے کہ ہے ایسا ہی ہراس
بن گئے زنجیرِ قضا ان کو جکڑ لیتی ہے
بھاگیں کیا خاک زمیں پاؤں پکڑ لیتی ہے

۳۳۲

کھیلتی پھرتی ہے ہر سمت اجل بن میں شکار
ہر ستمگار کو تھا جان بچانا دشوار
ہاتھ سے کھو بیٹھے پیادوں نے جو لی راہِ فرار
اُٹھ گئے پاؤں سواروں کے بھی نیزے یکبار
چھپ کے بیٹھے کہیں یہ کر کے ارادے بھاگے
پیچھے اسوار چلے آگے پیادے بھاگے

۳۳

ایک سے ایک یہ کہتا ہے بڑھو سامنے جاؤ
آگے ڈر کے یہ نہیں ہے کسی دشمن کا ہواؤ
صورتِ برگِ خزاں دیدہ ہیں ہر سو بکھراؤ
دمبدم ہوتا تھا تلوار کا خرمن جو بچھاؤ
تیغ کا پھل بھی اثر آگ کا دکھلاتا ہے
ہے یہ حدت کہ لہو سوکھ کے رہ جاتا ہے

۳۴

پھر گرفتح کو ڈالا ہے جو غازی نے دباؤ
بھاگے جاتے ہیں سپاہی کہ اجل سے ہو بچاؤ
کر دیے ہیں تنِ اعدا میں جو تلوار نے گھاؤ
جس طرف جاتے ہیں ہوتا ہے لہو کا چھڑکاؤ
قتلِ اعدا کا نمایاں ہے اثر صحرا میں
خون ہی خون ہے تا حدِ نظر صحرا میں

۳۵

حشر لشکر میں نمایاں تھا گریزاں تھی سپاہ
ساتھ تھا مثلِ اجل تیغ بکف یہ ذیجاہ
ہر طرف مردو نیم مردے تھے کہ خالق کی پناہ
کوئی گر تشنہ تھا چھپنے کو نہ تھی امن کی راہ
حر کی تلوار سے کل فوجِ ستم زیر و زبر تھی
اپنے دامن میں چھپانے کو اجل حاضر تھی

۳۶

جس طرف آیا جری گرنے لگی لاش پہ لاش
حر بن سعد کو کرتا تھا ہر اک صف میں تلاش
وہ لعین کہتا تھا کہ مل جائے وہ موذی اک کاش
سر سے تا ناخنِ پا کر دوں لعیں کو صد پاش
خوں سے اسکے ابھی رنگی زمیں لال کر دوں
لاش کو ٹاپوں سے گھوڑوں کی پامال کر دوں

۳۴۰

دی خبر ہمنے کہ ہمسے متعلق تھا یہ کام
نظر آتا نہیں اس جنگ کا ہم انجام
وقت نازک ہے ہمیں دیر کا ہرگز نہ مقام
فتح جلدی سے کرو کہ یہ قصّہ ہو تمام
پہلوان جائے تو شاید وہ بہادر رک جائے
کوئی تدبیر کر ایسی کہ وہیں حُر رک جائے

۳۴۱

پیک بھیجے ہیں ابن سعد کو جا جا کے خبر
تیری جانب ہے لڑائی میں بہادر کی نظر
وہ سمجھتا ہے ابھی کر کے متفرق لشکر
رواں کر دیا ہے پیچھے فتح کو غازی نے ادھر
کس قدر دلدادہ ہے باقی ہی بس دیکھتا ہے
دمبدم حُر ترے خیمے کا کلس دیکھتا ہے

۳۴۲

چھپ کے خیمے میں تو یہاں بیٹھا ہے او ظلم شعار
دیکھ تو جا کے کہ لاشوں کا ہے کیسا انبار
بھاگے جاتے ہیں پیادے تو گریزاں ہیں سوار
تو نہیں آتا تو خود آتا ہوں میں او غدار
کس قدر خاک پہ برسا ہے لہو دیکھ تو لے
صاف میدان ہے ذرا آکے تو دیکھ تو لے

۳۴۳

خوف سے تیغ کے مضطر ہوا جب لشکر شمر
تھم گیا روک کے تلوار جری نیک سیر
ہنس کے فرمایا کہ اب ہے پسر سعد کدھر
کہدو ہم لڑتے ہیں لاکھوں سے غلام حیدر
خواب غفلت سے ہزاروں کو جگا دیتے ہیں
دیکھ لو فتح کو میدان سے بھگا دیتے ہیں

۱۳۱

سنکے یہ چھا گیا نامرد کے جی پہ ہراس
مڑ کے دیکھا پسر سعد شقی نے چپ و راس
پہلوان بہر حفاظت جو کھڑے تھے کئی پاس
اُن سے کہنے لگا گھبرا کے بصد حسرت و یاس
حوصلہ جنگ کا جسکو ہو وہ جائے جلدی
کاٹ کر سر حرِ دیں جاہ کا لائے جلدی

۱۳۲

دیکھ یہ حکم اُدھر کا جب پسر سعد شقی
بڑھ کے دو چار قدم ایک نے تقریر یہ کی
حر کا سر کاٹ کے لانا بھی ہے مشکل کوئی
آپ تشویش نہ فرمائیں میں جاتا ہوں ابھی
شاید الجھا نہیں وہ خادم شاہی سے کبھی
حر کو پالا نہ پڑا ہوگا سپاہی سے کبھی

۱۳۳

کر کے تسلیم بن سعد کو پلٹا مکار
ہٹ کے کرنے لگا حر کی وہ دستی عذار
بل کے نیزے کو نکالا کبھی دیدے کے فشار
تیغ کی انگلیوں سے اپنے ٹٹولی کبھی دھار
تن سے ظالم نے لیا گرز گراں کاندھے پہ
تیر ترکش میں لئے چلے کماں کاندھے پہ

۱۳۴

تن پہ پہنے ہوئے جوشن و بکتر پئے جنگ
دو ہرے رکھے ہوئے کمخت میں خنجر پئے جنگ
آہنی خود سے پوشیدہ کیا سر پئے جنگ
سج کے ہتھیار ہوا ابلیس ستمگر پئے جنگ
جسم پر زرہ فولاد سنوارا دم میں
بن گیا لوہے کا پتلا ستم آرا دم میں

۱۲۵

ہو کے آراستہ گھوڑے پہ چڑھا بانی زور
اپنی نا سمجھی پہ ہوا دل میں ستمگر مغرور
غرق آہن ہے پہ لڑنے کا نہیں کچھ بھی شعور
بھوت ہے غصہ کا ایسا ہے طبیعت میں فتور
ڈر لگے جب وہ چہرے پہ نمود آنکھیں ہیں
قہر سے کالی اور نکلت ہے کبود آنکھیں ہیں

۱۲۶

جس سے ہو دیو بھی شرمندہ تن آور ایسا
فیل پوشیدہ پس پشت ہو دل بر ایسا
دونوں ہاتھوں میں جو آئے نہ کبھی سر ایسا
جس سے رہوار دبا جاتا ہے لنگر ایسا
دیکھ کر بار تن و توش اجل ہنستی ہے
جس جگہ پاؤں یہ رکھتا ہے زمین دھنستی ہے

۱۲۷

رو میں ڈالے ہوئے راہوار وہ خودسر آیا
روک کر باگ ہر اک سمت شقی نے دیکھا
سامنے گھر کے وہ اک تیر کے پلہ سے تھا
دیکھ کر ناک لڑائی کا یہ دی اس نے صدا
حاکم شام سے کیوں سرکشی و کد آ پہونچا
اب نہ ٹھہرو کہ میں بہر مدد آ پہونچا

۱۲۸

پھر یہ کہنے لگا اس شیر سے وہ باغی شر
روک لے ہاتھ کو لے آ تو دلاور ہم پر
غور کر اپنے کو اور مجھ کو سمجھ دار ہے گر
طفل وہ سال سے بھی لڑو میں رہے گھر
دل جسے ڈھونڈھتا ہے بات وہ حاصل ہی نہیں
کیا لڑوں اس سے کہ جو میرے مقابل ہی نہیں

۴۹

حسرت نے فرمایا یہ کیا بکتا ہے او باغی شریر
ہو بہت اپنے تن و توش پہ مغرور مگر
دل ہا ہی کمزور یہ دیتے ہیں گواہی تیور
جان بخشے نہیں لیتے ہیں نگاہوں میں جچے ہیں اہل نظر
تجھ سا نامرد ہے کس سبد افلاک نہیں
منہ میں قینچی سی زباں چلتی ہے پر دل خاک نہیں

۵۰

کچھ بھی دعویٰ ہو تو او باغی شریر سامنے آ
کھینچ تلوار کو منھ موڑ کے بس تیر سا سامنے آ
سارے لشکر کو دکھا اپنے ہنر سامنے آ
ہاتھ گر پایا ہے اب دیر نہ کر سامنے آ
تیرا حاکم بھی ہوا مائل تھے ماتم کی طرف
بھیجوں تجھ کو بھی لگے ہاتھ جہنم کی طرف

۵۱

سنکے یہ چھیڑ کے رہوار بڑھا ظالم شعار
لیکے نیزے کو ہوا جلد وہ موذی تیار
یاں بھی ہر طرح سے موجود ہے یہ تجربہ کار
جنگ میں دیر ذرا اب نہیں ساقی ہشیار
لے خبر جلد کہ مشتاق یہ دیوانہ ہے
حر کی ہے فتح یہی جنگ کا پیمانہ ہے

۵۲

تو نے ساقی مجھے ہر طرح نباہا اب تک
اپنے میخواروں میں رتبہ مرا چاہا اب تک
درد دل سے نہ کسی وقت کراہا اب تک
کیسی عیشوں سے غلامی میں ہوں شاہا اب تک
آرزو دل کی نہ رکھی کوئی باقی تو نے
بات مجھ تشنہ کی رکھ لی مری ساقی تو نے

۵۳

مجھ سے نا چیز پہ ہو لطف و کرم اے ساقی
ظلم ایک ایک کے سہتا رہوں تا کے ساقی
مجھ سا پہلے تھا سخی کوئی نہ اب ہو ساقی
دل مرا بھر دے تو ہو جاؤں کوئی شے ساقی
جسقدر تو نے مجھے پلوائے برابر پی لوں
حکم تیرا ہو تو اک سانس میں کوثر پی لوں

۵۴

خوب معلوم ہے ساقی تجھے افسانۂ دل
تو خدائی میں ہے رونق دہ کاشانۂ دل
دم قدم سے ترے آباد ہے ویرانۂ دل
مے الفت سے بھرا رہتا ہے خمخانۂ دل
جو ہے کم ظرف وہ اس راز سے بیگانہ ہے
صرف ہے جو نہیں گھٹتا یہ وہ پیمانہ ہے

۵۵

ساقیا تیرے سبب سے ہے یہ عزت ہر سو
دوست کیا ہیں جو مرے پینے کے قائل ہیں عدو
جام کیا شے ہے پلا آج مجھے تا بہ گلو
پھر عطا ہو وہی جس میں تری الفت کی ہو بو
دل کا پیمانہ جو بھر دے وہی پیمانہ ہو
دے وہ مے پھول سے دامن میں جسے چھانا ہو

۵۶

میرے اسلاف کا رتبہ ترے باعث سے ہوا
حکم سے تیرے بجا نام کا ان کے ڈنکا
ملتجی میں بھی ہوں مجھکو بھی شرف ہو یہ عطا
دے وہ ساغر جو امیر حسن سخن آرا کو دیا
ہو وہی نشہ وہی بزم بھی رندانہ ہو
ان کا جو دور تھا میرا وہی پیمانہ ہو

۴۵۷

ساقیا تو ہو مددگار تو بن جائے یہ کام
حملہ کی ہو فتح کہیں جلد یہ قصہ ہو تمام
کھینچ کر جنگ کی تصویر کروں عرش مقام
مجھ سے انعام میں لوں ایک چھلکتا ہوا جام
مر کے بھی یاد تری دل سے فراموش نہ ہو
اب پئے تر سے کبھی چھینٹوں سے مجھے ہوش نہ ہو

۴۵۸

دیکھ ساقی وہ قرین شیر کے آ پہونچا شکار
یا علیؑ کہکے بڑھا پانسے حرؑ نیک شعار
سنتے ہی نام علیؑ غیظ میں آیا مکار
ہونٹ دانتوں سے ستمگر نے چبائے کئی بار
پیچ کھانے لگے آگ بھڑکنے لگی غش کی طرح
جل کے بل کھا گیا موئے سر آتش کی طرح

۴۵۹

تھی جو اس نام سے کاوش ستم آرا کو سوا
ضبط پھر ہو نہ سکا تول کے نیزہ جھپٹا
وار چلنا تھا کہ بیاں ہو گیا غازی برچھا
جھونک سے آ گیا پھل تا بہ زمین نیزہ کا
ہو کے خم جب ہوئی شکل کمان نیزہ کی
رہ گئی ٹوٹ کے ریتی میں سنان نیزہ کی

۴۶۰

حرؑ نے فرمایا یہ کیا ہو گیا او ظلم شعار
اب تو شرمندہ ہو کچھ دل میں کہ خالی گیا وار
تھا بہت اپنے تن و توش پہ نازاں مکار
اب بتا طفل سے تو کم ہے کہ نہیں او غدار
سچ ہے ہر مچھا جما نیزہ کوئی فی الحال نہیں
نیزہ بازی ہے یہ بازیچۂ اطفال نہیں

[illegible]

کیا تری وصل ہوا و خواں ندیدی سے گس
تھا اسی منھ پہ وفا کرنیکا دعویٰ تجھے بس
کیوں کھڑا ہاتھ ملتا ہے کیا ہوا سارا دم بس
دیکھ دو ٹکڑے ہے وہ نیزہ ہے ترا صورت خس
کھینچ تلوار کہ ہے وقت بہت کم ظالم
تیرے آنے کا ہے مشتاق جہنم ظالم

[illegible]

سن کے حر کا سخن ترش یہ بولا وہ شقی
تجھ سے میں دب گیا واللہ نہ سمجھنا یہ کبھی
جا بجا زور میں خود اپنے خطا بن ہوتی
چوب وہ خشک تھی انگار سے مر سا رکی بسی
حرکت جسکو ہو پھر حرف وہ ساکن ہی نہیں
جھونک کھایا ہوا رک جائے یہ ممکن ہی نہیں

[illegible]

کہہ کے یہ کھینچ کے تلوار بڑھا ظلم شعار
حر پہ جھنجھلا کے ستمگر نے کیا تیغ کا وار
یاں بھی آمادۂ پیکار تھا اٹھا جرار
مار دستانہ کہ پٹ پڑ گئی تلوار کی دھار
ہاتھ رکنا تھا کہ نامرد کا دل ٹوٹ گیا
وار خالی جو گیا اور بھی جی چھوٹ گیا

[illegible]

حر نے فرمایا کدھر دھیان ہے او ظلم پناہ
تھا اسی حرب اسی ضرب پہ دعویٰ تجھے واہ
جم کے دو ہاتھ تو لڑ او شہ دیں کے بدخواہ
لے سنبھل ڈھال اٹھا تیغ پکڑ او گمراہ
صورت نقش قدم خاک پہ لاشہ دیکھے
تیرا لشکر ترے مرنے کا تماشہ دیکھے

٦٥

سرزنش سنکے جو نامرد کو شرم آئی ذرا
قول کرتا تھا میں تلوار ستمگار چلا
متصل شیر کے پھل تیغ کا آیا بھی نہ تھا
حر نے مسلا جو ذرا اڑ گیا سن سے گھوڑا
وار کیا رد ہوا سرکش کی قضا بھی آئی
دم میں تیغ کی حرکت ہوا بھی آئی

٦٦

پھر کیے اُسنے کئی وار مگر کچھ نہوا
کوششیں کین دم پیکار مگر کچھ نہوا
تھا بہت جنگ میں ہشیار مگر کچھ نہوا
ہو گیا تنگ وہ ستمگار مگر کچھ نہوا
یاد جو پیچ تھے لڑائی کے ہنر بھول گیا
سانس رُکنے لگی نامرد کا دم پھول گیا

٦٧

حر نے فرمایا ارادہ ترا اب کیا ہے لعین
اب بھی لڑنے کی ہوس دل میں ہے یا کہ نہیں
وار خالی نہ کوئی جائیگا تھا تجکو یقین
لیکن اب سر پہ اجل آگئی او دشمن دین
خوں میں غلطاں کوئی دم میں نظر آتا ہوگا
جسم میں تجکو نہیں وہ سر ٹھوکریں کھاتا ہوگا

٦٨

دیکھ لے غور سے تو خود یہ وہی ہے تلوار
خون لاکھوں کا پیا جسنے مگر خشک ہے دھار
پھل میں وہ زہر ہے کھا کر جسے چڑھتا ہے بخار
تو بھلا روک تو اس تیغ کا اوچھا سا بھی وار
خون پانی کی طرح جسم سے بہ جائیگا
دل میں تیرا تہ میں ارمان یہ رہ جائیگا

ولہ

پھر کہا شمر نے ہشیار ہو او باغی شمر
کہکے یہ وار کیا ایک جھکا کر جو نظر
سر جدا ہو گیا جنبش نہوئی تن کو مگر
تیغ کب آ تی گئی کب نہوئی کچھ بھی خبر
رہ گیا کٹ کے معلق تن نایاک پہ سر
خون کی دھار رواں ہو گئی اچھالا تو گرا خاکپہ سر

مطلع

بسکہ سر اڑ گیا اڑ گئے کل فوج کے ہوش
منھ کھلے رہ گئے دہشت سے اجل کی لب پوش
خوف سے خون جما جاتا ہے کیا خاک کا جوش
بھاگنا شکل سگ پا سو خستہ سر خانہ بدوش
گوشہ چھپتے ہیں کہ ظالم نہ کہیں ساتھ لگے
جسم خالی تھا ادھر بھاگ کے چلے جاتے تھے

ایضاً

رنگ یہ دیکھ کے گھبرا گیا ابن سعد شریر
شمر بدخو سے یہ کہنے لگا گھبرا کے پیر
فوج بد دل ہے بہت جلد کوئی کر تدبیر
مل کے سب حضرت شبیر پہ ہو نہ ذرا بھی تاخیر
دفعتاً کر کے ہجوم ظلم و جفا سے مارو
جسم بے جان بس یہیں چلتا ہو دغا سے مارو

ایضاً

حکم سنتے ہی پسر سعد کا بیٹا وہ شقی
بڑھ کے دو چار قدم فوج کو آواز یہ دی
دل سے کیوں کھو کے چلے جاتے ہو ٹھہرو جلدی
ایک کا سامنا ہو کیوں سمجھو تو سہی
ڈر ہے کیوں گر کے علم ہوا ہو تو گھیرو جلدی
ہر طرف سے صف شکنو بچا کے گھیرو جلدی

۱۳

کم سے شمر ستمگر کے بھری فوج ادھر
آتے ہی ٹوٹ پڑا ایک یہ سارا لشکر
چار جانب سے چلے نیزہ و شمشیر و تبر
زخم کھانے لگا مہمان شہ جن و بشر
کی نہ کچھ شمر نے دغا کر کے جفا کاروں نے
کر دیا جسم کو غربال کمانداروں نے

۱۴

گر گیا فوج کے نرغہ میں حرم کا افسر
کبھی پہلو پہ تبر لگ گیا اور کبھی تیر
وا مصیبت وا الم سینے پہ جا ہے یہ غازی پہ تیر
تن کا خون بہنے سے ہوا اور بھی حالت تغیر
عشق ہاتھوں میں جو سنبھلا نہیں غش طاری ہے
پھر تو زین سے بہادر کے لہو جاری ہے

۱۵

چور زخموں سے ہو گھوڑے پہ ڈالا وہ سہے
ظلم سے باز نہیں آتے ستمگر ہا سہے
کیا کرے کیا نہ کرے بیکس و بے پیر سہے
لو دکھا دو نے قدم گھوڑے کا باہر سہے
زین سے تھوڑا سا کے غلام شہ ابرار گرا
کہہ کے یا شیر خدا گھوڑے سے جرار گرا

۱۶

گر کے دی حر نے صدا یا شہ ذیشان مدد
اے مددگار امم دین کے سلطان مدد
فخر آدم مدد اے فخر سلیمان مدد
خلق سے جاتا ہے یہ آپ کا مہمان مدد
کہیں ایسا نہ ہو میت کی بد اقبال کریں
سر جدا کر کے مری لاش کو پامال کریں

مطلع

کان میں آئی جو حضرت کی یہ جانکاہ صدا
دولہے سنتے ہی ہوا آہ و فغاں شہ دو سرا
عمر بھر جان سے بھی جس کی ہیں طاقت جو دادا
دیسا بھرا روکے یہ کہنے لگے امام والا
کسی گھر میں بیٹھی ہیں جیسے جو یہ ہیں شیبا ہے
جائی ملنے کے لیے بچھ سے حسین آیا ہے

مطلع

جس گھڑی دولہا کی جو سوئے بنیں وہیں گریبان
دیکھا حضرت کا جو بیٹا گئے کے ہمیں شیر یزدان
ہاتھ اس بیٹے کا تھا ساس اور امام دو جہان
رہے سر زانو پہ فرمانے لگے شاہ زبان
بیٹھیں تیری ماں بیٹا کہ جو وہ بیان کر بھائی
کیسا تڑپے دل یہ کہ بیٹی کا جو بیان کر بھائی

رباعی

اچھا ہوں کہ صبر کرنے میں کچھ یار نہیں
کیا دکھ احمد سے دل یار نہیں
ہے قسمت نہیں کہ کس کا یہ بیوں کہ غم
سے میں یہ کہ درد سوا خاک نہیں

۱۱
رن میں جب مسلم بیکس کے پسر قتل ہوئے
غل ہوا فوج میں دو رشک قمر قتل ہوئے
سہ کے ایذائے عطش تشنہ جگر قتل ہوئے
اتنی سی عمر میں لڑ بھڑ کے مگر قتل ہوئے
ننھے سے ہاتھوں کی دکھلا کے صفائی لڑ کے
مر گئے دونوں جوانوں کی لڑائی لڑ کے

۱۲
جنگ کا بچپن کی تھا لشکر کین میں چرچا
اس طرف خیمۂ ناموس میں محشر تھا بپا
بی بیاں گرد تھیں ہر لاش کے مصروف بکا
کہتی تھی ماں کہ یہ کیوں لڑتے تھے سب باپ سے کیا
مرتبے پا کے سمندر پہ یہ ذیشان چڑھے
شہ پہ صدقے ہوئے بچے مرے پروان چڑھے

۱۳
انکو مرجانا بھی کیونکر سے نہو مجھ کو خوشی
صدقے آقا پہ ہوئے بات خدا نے رکھ لی
ہو بلا رد شہ والا کی یہ خواہش ہے مری
میں بھی بچے بھی نثار قدم سبط نبی
شاہ بچ جائیں یہ ساماں کسی عنوان ہو جائے
گھر کا گھر فاطمہ کے لال پہ قربان ہو جائے

۱۴
یہ بیاں سنکے ہوا اور زیادہ محشر
لے گئے لاشوں کو سلطان دو عالم باہر
مڑ کے فضہ سے یہ بولیں شہ دیں کی خواہر
دیکھ تو جا کے ذرا عون و محمد ہیں کدھر
کیا وہاں کرتے ہیں زندہ انھیں کیا رہنا ہے
کہدے جلد آئیں وہ گھر میں مجھے کچھ کہنا ہے

۵۵

جا کے فضہ انھیں سے آئی جو لینے ہمراہ
آتے ہی جھک کے گئی تسلیم کو دونوں ذی جاہ
دیکھا بچوں کو زینب نے کہا بھر کے آہ
تم کو معلوم ہے کچھ گھر ہوا جاتا ہے تباہ
ٹکڑے ہو دل ہوتا ہے بھائی سے بہن چھٹتی ہے
آج سرکار حسینؑ ابن علیؑ لٹتی ہے

۵۶

دیکھو مسلم کے یتیموں نے کیا ہے کیا کام
اتنے سے سن میں شہادت جو ہوئی بڑھا نام
سرخ رو ماں ہوئی کنبے میں ہوا یہ انجام
صدقے شبیر پہ ہوئے راضی ہوا خلاق انام
نام معصوموں کے فردِ شہدا میں ہوں گے
روحیں جنت میں جسد خاک شفا میں ہوں گے

۵۷

تم ابھی تک نہ ہوئے فدیۂ شاہِ دوسرا
مرنے والے تو گئے خلد میں تم گھر میں رہے کیا
بھر کے اشک آنکھوں میں بچوں نے لرز کر یہ کہا
پوچھ لیں اکبرؑ ذی جاہ سے خود آپ ذرا
جوڑ کر ہاتھ گرے پاؤں پہ رخصت مانگی
ہم نے دو مرتبہ آقا سے اجازت مانگی

۵۸

دل تڑپنے لگا یہ سن کے تو بولیں ادھر آؤ
بدلو پوشاک کو ابھی ہوتی نہ یقین سلجھاؤ
بن کے دولھا مری جان لڑنے کو میداں میں جاؤ
تم نہ ہو یا نہ رہو جان کو آقا کی بچاؤ
قتل ہو لو تو خوشی پھر مجھے بے حد ہو جائے
صدقہ اترے مرے بھائی کی بلا رد ہو جائے

۹

کہکے یہ بنت علی نے نہیں کپڑے پھاڑ کے
کنگھی کی بالوں میں الجھے ہوئے گیسو سلجھا کے
سرمہ دیئے جو لگیں آنکھوں میں آنسو بھر آئے
لیکے دونوں کی بلائیں یہ سخن پھر فرمائے
مجھکو دھڑکا یہی رہ رہ کے سوا ہوتا ہے
ابھی کمسن ہو بہت دیکھیے کیا ہوتا ہے

۱۰

غول سے سن کے جو کہتی ہو یہ ماں اے جانی
پھر غضب ہے جو مری بات نہ تم نے مانی
تین دن ہو گئے ہیں پیاس کی ہے طغیانی
کہیں لڑنے نہ دل دیکھ کے بہتا پانی
زہر سمجھو اسے رغبت ہو اگر پانی پر
منہ پھرا لینا جو پڑ جائے نظر پانی پر

۱۱

عرض کی دونوں نے اے خواہر سلطان انام
مر کے ہم جائیں تو پانی سے ہمیں ہے کیا کام
ہو گا آج آپ کے اقبال سے بہتر انجام
موت اگر آئی تو لڑ بھڑ کے مرینگے یہ غلام
ہو کے آقا پہ فدا راہ خدا میں اماں
حشر تک سوئیں گے ہم خاک شفا میں اماں

۱۲

سنکے بچوں کی یہ تقریر جو تڑپا دل زار
دونوں فرزندوں کی لیں جھک کے بلائیں کئی بار
رو کے فرمانے لگیں کر لیا جب خوب سا پیار
پھر میں خوش ہونگی جو تم ہو گئے آقا پہ نثار
شوق سے جاؤں کا دینا جو گوارا ہوگا
ماں پہ احسان مری جان تمھارا ہوگا

وله

کیا قلم سے ہو بھلا ان کی روانی تحریر
مثل اسکا تو دو جہان مین ہے نہ ہے اسکا نظیر
اسکے ادو مین ہے جو ریشم تو ہے جلد اُس کی حریر
پیٹ ہے اُسکے زمین پر نہ اور وہ تیزی مین ہے تیر
کرمین بچون کی حفاظت پہ کمر باندھی ہین
تیز پایان بھی دکھائین تو فرس آندھی ہین

وله

مشورہ کرکے بہم گھوڑون کو تیز اور کیا
چھیڑنا تھا کہ فرس ہو گئے جنگل مین ہوا
نیچے زین پشت پہ ہموار و نکو یہ دھیان جو تھا
اتنی تیزی پہ بھی جنبش تھی نہ جسمون کو ذرا
رو مین بھی لطف سبک خیزیان دکھلاتی تھین
کشتیان دو تھین کہ پانی پہ چلی جاتی تھین

وله

شہ والا کو دعا دیکے وہ جرّار چلے
باگ لی بچون نے اڑتے ہوئے رہوار چلے
دونون آپس مین یہ کہتے ہوئے اکبار چلے
پھر مزا ہے جو بن سعد سے تلوار چلے
شہ کے اقبال سے اس جنگ کو سر کرکے پھرین
لے کے سر فوج کے سردار کا ہم آکے پھرین

وله

سنکے شبیر کا ارشاد علمدار بڑھے
ساتھ ماموں کے بصد شوق وہ جرّار بڑھے
مسکراتے ہوئے دونون سوے رہوار بڑھے
دل جو بیچین ہوا خود شہ ابرار بڑھے
پیار بچون کو شہ بیکس و مضطر نے کیا
پھر سوار انکو علمدار دلاور نے کیا

۲۱

دونوں ہیں ہوا لپکتے ہیں شرارے کی طرح
ہو نظر گرم تو اُڑ جاتے ہیں پارے کی طرح
ہیں قدم چلنے میں بہتے ہوئے دھارے کی طرح
ضو فگن تجلیاں ہیکل کی ہیں تارے کی طرح
چھوٹ جیتی ہے تو پٹھا اور جھلک جاتے ہیں
عکس سے نعلوں کے ذرے بھی چمک جاتے ہیں

۲۲

صفوں میں ایک سی چال ایک سی ہے ایک سے دم
رو میں یہ اس سے زیادہ ہے نہ وہ اس سے ہے کم
ساتھ ہی اُٹھتے ہیں اور ساتھ ہی پڑتے ہیں قدم
سُم سے سُم اور کنوتی سے کنوتی ہے بہم
خاک پر نقش برابر ہیں عیاں نعلوں کے
آگے پیچھے نہیں تل بھر بھی نشاں نعلوں کے

۲۳

تھوتھنی ایک سی قد ایک سے ہیں ایک سی یال
ملتا جلتا ہوا دونوں کا ہے ایک ایک خط و خال
راہ چلنے میں جو جدت کا ہے بچھڑن کی خیال
غور سے دیکھتا ہے ایک فرس ایک کی چال
کون داحق نمک کرتا ہے کاوش یہ ہے
ہو نہ محسوس دھمک پاؤں کی خواہش یہ ہے

۲۴

دونوں ہمسن بھی ہیں ہمشکل بھی ہمرنگ بھی ہیں
غنچۂ نیم کشادہ دہن تنگ بھی ہیں
اپنے راکب کے محافظ یہ دمِ جنگ بھی ہیں
جس سے کہتے ہیں فرس ڈھونڈو تو وہ ڈھنگ بھی ہیں
شاہزادوں کو پسند آئے نفیس ایسے ہیں
چلتے ہیں دل کے اشارے پہ فرس ایسے ہیں

۵

۲۵

کرین یون وقت وغا دستے ہین دونون ہموار
دل اگر چاہے تو چھوڑین سے کرین ایک سوار
محل آنے پہ اُڑین یہ جو میان پیکار
سرِ دشمن کو کرین روند کے پاؤن سے فگار
اندھا کر دیتو چمک نعلون کی بس ہو جائے
کور اگر اک ہو تو شب کور فرس ہو جائے

۲۶

کبھی دریا مین دکھاتے ہین یہ گھوڑے جو شتاب
فرش پانی کا سمٹ کر نہین ہوتا ہے خراب
گرد پھر پھر کے قدم لیتے ہین آنکھون پہ حباب
عکس سے پاؤن کے ہین چاند نمایان تہِ آب
کیلین نعلون کی چمک اپنی جو دکھلاتی ہین
شمعین جلتی ہوئی پانی مین نظر آتی ہین

۲۷

پشت مرکب پہ ہین یون نیزۂ بیجادہ کے لال
اُبھرے شانے ہین تنے سینے ہین چہرے خوش حال
سر کو باندھے ہین جو گھوڑون کے پہ فرخندہ خصال
استوار ایسی ہین باگین کہ بدلتی نہین چال
ساتھ پہنچین یہ ارادے ہین ہم دونون کے
ایک ہی خط پہ برابر ہین قدم دونون کے

۲۸

اس تجمل سے روان ہین سوئے میدان وہ جری
سر پہ ہر گھوڑے ہوئے مہرِ فلک چتر زری
سُرخ چہرے جو ہوئے دھوپ کی حدت سے ذری
گرمیِ حسن مین کچھ اور بڑھی جلوہ گری
گو سون تابندہ گئی رخ صفتِ سیل گئی
چھوٹ جب عرق گئی تو تن ضیا پھیل گئی

۲۹

رعب چہرہ و ہیبت ہے بچوں سے جوانوں کی طرح
انکی نظریں پڑیں دشمن پہ سنانوں کی طرح
شانے ہیں حیدر کرار کے شانوں کی طرح
تیر پلکیں ہیں تو ابرو ہیں کمانوں کی طرح
ان کمانوں سے اگر تیر یہ چل جاتے ہیں
دل کو برماتے ہوئے صاف نکل جاتے ہیں

۳۰

چھیڑ دیتی ہے روا رو میں اگر باد صبا
کروٹیں لیتی ہے بالائے ہوا زلف دوتا
خم پہ خم پیچ پہ پیچ اور جو بڑھتے ہیں ذرا
دوڑ کر ہاتھوں پہ لے لیتی ہے بالوں کو ہوا
کوششیں لاکھ کرے پھر بھی ہوا پیچھے ہے
چاند دو آگے ہیں گھنگھور گھٹا پیچھے ہے

۳۱

راہ پوری ابھی طے کی نہیں بچوں نے مگر
فتح اعدا میں ابھی سے ہے نمایاں محشر
دمبدم دیتے ہیں جاسوس یہ جا جا کے خبر
جنگ کو آتے ہیں اب بنت علی کے دلبر
کہہ رہا ہے کہ اب کچھ نہیں دیر آتے ہیں
جو ہیں بیشہ حیدر میں وہ شیر آتے ہیں

۳۲

ہم جو کہتے ہیں سنو غور سے جان اپنی بچاؤ
شیر پھرے ہوئے آتے ہیں سمجھ بوجھ کے جاؤ
بال بھر اپنی جگہ سے قدم آگے نہ بڑھاؤ
دور سے تیر ستم دونوں صغیروں کو لگاؤ
پیاس دونوں کی ہے غصے میں دلیر آتے ہیں
گرد رہ سے کہ وہ اٹھتی ہے وہ شیر آتے ہیں

۳۳

سنکے یہ فوج میں ہلچل ہوئی کانپے بیدرد
دل دھڑکنے لگے دم رک گئے تن ہو گئے سرد
خوف سے خون جو گھٹنے لگا چہرے ہوئے زرد
ایک کی آڑ پکڑنے لگے دو دو نامرد
کہیں چھپ جائیں ارادے یہ بہم کرنے لگے
بزدلے شیرون کی بو آتے ہی رم کرنے لگے

۳۴

یکبیک خوف بڑھا برچھیون ڈالکے بھاگے
پھیر کر گھوڑون کی باگون کو رسالے بھاگے
غل ہوا جان ہر اک اپنی بچا لے بھاگے
جس طرف اٹھ گیا منھ گرد میں ڈالے بھاگے
جنگ میں پیچھے ہیں اور وقت فرار آگے ہیں
یہ سدا چھوڑ کے میدان وغا بھاگے ہیں

۳۵

دامن گرد ہوا موج ہوا سے جو شگاف
یکبیک دونون پہ ٹھہری نظر آنے لگے صاف
کیون نہ ان بچون کا ہو قاف سے شہرہ تا قاف
یہ وہ ہیں سب سے زبردست تھے جنکے اسلاف
تیور ان کے بھی اسی سن میں غضب تیکھے ہیں
چھوٹے ماموں سے لڑائی کا ہنر سیکھے ہیں

۳۶

پہنچے میدان شہادت میں جو وہ رشک قمر
روک کر گھوڑون کی باگون کو یہ بولے صفدر
میر لشکر ہے جسے کہتے ہیں وہ بزدل ہے کدھر
کہدو آ جنگ کو اے سعد کے منحوس پسر
مار لیں تجکو خوشی حد سے زیادہ یہ ہے
پہلے تلوار چلے تجھ سے ارادہ یہ ہے

بند ۳۷

نکلا باہر نہ بن سعد شقی بد انجام
شمر وان آگیا جس جا تھے یہ دونوں گلفام
تھم کے کچھ دیر ستمگر نے کیا پھر یہ کلام
لڑنے آئے ہو یہاں اس سن میں عجب کا ہے مقام
جز اجل اور کوئی شے نہ یہاں پاؤ گے
ضد میں بچپن کی جو چلے آئے ہو پچھتاؤ گے

بند ۳۸

لیکن کچھ سمجھ کے پھر شمر لعین نے یہ کہا
نام میں آپ کے کیا بھید ہے اب تک نہ کھلا
پہنچے غیظ میں جھلا کے دلیرون نے کہا
نعرہ بیفائدہ کیوں بکتا ہے او مرتد دغا
جو جری ہیں انھیں حاجت نہیں اظہار کی ہے
نام مردوں کا رقم دھار پہ تلوار کی ہے

بند ۳۹

سنکے یہ آگیا غصہ جو دلیروں کو ذرا
سامنے دونوں کے پھر شمر نہ دم بھر ٹھہرا
مل کے جلدی سے صفوں میں یہ ستمگر نے کہا
مارلو گھیر کے بچوں کو بس اب دیر ہے کیا
خوف جان دونوں کو ہنگام وغا کافی ہے
پھول سے جسم کو تیروں کی ہوا کافی ہے

بند ۴۰

دفعۃً فوج مخالف سے جوان بڑھنے لگے
بیرقیں کھول کے لے لے کے نشان بڑھنے لگے
باہم ہونون قتل پہ ملعون کمان بڑھنے لگے
پہلوان رکنے لگے نامرد جوان بڑھنے لگے
گو وہ لڑنے کے لیے ہوکے بہم جاتے تھے
جا بجا پھر بھی لعین راہ میں تھم جاتے تھے

۴۱

شمر کے حلق سے بجنے لگے باجے عشرت کی
چمکیں تلواریں گھٹا ڈھالوں کی ہر سو چھائی
پانی بھی پانی میں بہر وفا دیر سے بیمار جری
جنگ چھڑنے کو ہے ہوشیار ذرا ہو لے ساقی
جام پینے سے طبیعت میں روانی آجائے
نشہ چڑھ جائے تو پھر دورِ جوانی آجائے

۴۲

ساقیا تیرے تصدق سے بڑھی شانِ عروج
بھر دیا گوہرِ مقصود سے دامانِ عروج
تو نے جاری کیا میرے لیے فرمانِ عروج
بڑھ گئی اور زیادہ حدِ امکانِ عروج
مرتفع جو کہ مضمون تھے وہ سارے ٹوٹے
جب چڑھا نشہ سوا عرش کے تارے ٹوٹے

۴۳

پہلا ساغر مری قسمت سے ملا تھا جو عطا
سب سے پہلے تو وہ تھا عالمِ ذر میں جو پیا
دوسرا جام مجھے آتے ہی دنیا میں ملا
وقت وہ تھا کہ ہوئی تھی نہ ابھی چشم بھی وا
ساقیا کیا کہوں آتے ہی یہاں کیا دیکھا
پی کے جام آنکھ جو کھولی ترا جلوا دیکھا

۴۴

تیسرا جام ملے گا مجھے ساقی آخر دم
جاؤں گا عالمِ ایجاد سے جب سوئے عدم
سختیِ موت نہ جھیلوں گا کسی طرح سے کم
پر ضرور آئے گا اُس وقت بھی اے بحرِ کرم
نشہ بڑھ جانے سے تکلیف بھی گھٹ جائیگی
روح کھنچ کر ترے قدموں سے لپٹ جائیگی

۲۶۵

چڑھتے ساغر کا وہی وقت ہے اے عرش مآب
تا لحد جب مجھے پہنچا کے پھرینگے احباب
گفتگو سے جو نکیرین کی ہونگے بیتاب
تو بتا دینگا فرشتوں کے سوالوں کا جواب
مے کا دریا مرے سینے میں بہے گا ساقی
نشہ اس جام کا تا حشر رہے گا ساقی

۲۶۶

پانچوان جام وہ ہے جس کی تمنا تھی کمال
جسکو پیتے رہے خاصان الٰہی مہ و سال
جو ہے غیروں پہ حرام اور ہے اپنوں کو حلال
اتنی پی لونگا کہ پھر ہوش میں آنا ہو محال
دل کا پیمانہ جو بھر دے وہی ساغر لونگا
پانچوان جام میں تجھ سے لب کوثر لونگا

۲۶۷

جس میں ہے قوت اعجاز نمائی وہ شراب
جسنے دی قید سے یوسف کو رہائی وہ شراب
جسنے گل آتش نمرود بنائی وہ شراب
طور پر ہوش میں موسیٰ کو جو لائی وہ شراب
اسپہ موقوف ہے کیا سب نے شرف پایا ہے
پہلے آدم کو اسی نشے نے چونکایا ہے

۲۶۸

کام آئی ہے جو ہر ایک ولی کے وہ شراب
جسمیں اسرار ہیں لطف صمدی کے وہ شراب
معرفت اور سوا ہو جسے پی کے وہ شراب
جو رہی دل میں رسول عربی کے وہ شراب
دل بھی وہ چھلکتا تھا اسکے لیے پیمانہ تھا
سینہ اللہ کے محبوب کا میخانہ تھا

۴۹

حج آخر سے رسول آتے جو تا حد غدیر
یک بیک آ گیا فرمان خداوند قدیر
کہ تبلیغ کو تقسیم کرو بے تاخیر
جسکی یہ ہوئے الفت وہی ہو آج وزیر
نہ یہ سمجھے جو اسے بیجا نہیں دشمن کہنا
دوست کا دوست کو لازم ہے ہمیشہ کہنا

۵۰

جسکی توصیف ہے قرآن میں کثرت وہ شراب
جسکی اللہ نے بھیجی تھی ضرورت وہ شراب
جسکی ہر بوند میں ہے جلوہ قدرت وہ شراب
چشم یعقوب میں دی جسنے بصارت وہ شراب
خوش کیا حضرت یوسف کو شہنشاہی سے
جسنے یونس کو نکالا شکم ماہی سے

۵۱

مین پیے جاؤن تو بھر جام پلائے در پے
دل کو محبوب نہیں اس سے زیادہ کوئی شے
ہان پلا لال بھبھوکا سی تو ہو جائے یہ طے
جلد کی تہ سے جھلک دینے لگے سرخی مے
کچھ نہ پروا ہے جو ہو دہر کی دشمن ہو جائے
لو مرے دل کی چراغ تہ دامن ہو جائے

۵۲

ساقیا فوج سے تیار ادھر بہر وغا
بجلیان تیغ زنی میں چھائی ہے ڈھالون کی گھٹا
اس طرف اور نہیں کوئی بجز ذات خدا
پیاسے ہیں تین شب و روز سے یہ ماہ لقا
ولولے کم نہیں گو پانی نہ ٹھہرے پائین
حد کی ہے پیاس مگر نہر سے منھ پھیرے ہین

۴۵۳

ساقیا تیری توجہ ہو تو پھر کچھ نہیں دور
التجا ہے دلِ سوزاں میں سکوں آئے ضرور
گو کہ پانی کو ترس گئے نہ یہیں سکے یہ غیور
خود غرض ہوں یہ نہیں اہلِ وفا کا دستور
تشنہ لب اصغرِ ناداں ہیں حرم پیاسے ہیں
تیرا دن ہے کہ سلطانِ امم پیاسے ہیں

۴۵۴

ساقیا اور بھی ہے ان سب کے لیے وقتِ کرم
ہوں گے مجروح یہ گھوڑوں سے گریں گے جب ہم
کھنچ کے آجائیں اگر وقتِ اجل ہو توڑیں دم
آپ کو فکر ہو تو پھر نزع کی تکلیف ہو کم
ان کا گر خشک گلا ہوگا اگر پانی سے
تو رگیں حلق کی کٹ جائیں گی آسانی سے

۴۵۵

کھیل کے دن ہیں ابھی تو نکلا کیا ہے سن و سال
گرم جھونکے ہیں ہوا کے ہوئے جاتے ہیں نڈھال
چھوٹی چھوٹی سی زبانیں بھی ہیں گرمی سے پھپھولے لال
کربلا آکے ذرا دیکھ تو بچوں کا یہ حال
چین دم بھر کے لیے زیرِ فلک دے ساقی
پانی جلتی ہوئی ذریت پہ چھڑک دے ساقی

۴۵۶

ساقیا جنگ پہ تیار ہے دشمن کی سپاہ
کثرتِ فوجِ مخالف ہے کہ خالق کی پناہ
ہے بیاباں کی زمیں سایۂ مردم سے سیاہ
گھر گئے ہیں کہ ہوا کو بھی نہیں ملتی ہے راہ
کشمکش چار طرف فوج میں بس ایسی ہے
دم گھٹا جاتا ہے رہ رہ کے امس ایسی ہے

۵۷

طبقِ ارض مین ہے فوج کی چل پھر سے لچک
تا سرِ گاو زمین جاتی ہے پاؤن کی دھمک
گو مہ و مہر کے شیشون کی چڑھی ہے عینک
دیکھ سکتا نہین پھر بھی حدِ لشکر کو فلک
دور سے دور جو ہر پھر کے سوا پاتا ہے
کثرتِ فوج سے خود چرخ بھی چکراتا ہے

۵۸

ساقیا طبل بجا فوج بڑھی بے وسواس
یان بجز خالقِ کونین کسی کی نہین آس
ہے مگر تیری دعا بہرِ حفاظت چپ و راس
اب نہ وہ پیاس ہے بچّونکو نہ جہ سے مین حواس
دمبدم جوش لہو مین جو سوا پاتا ہے
بچپنا غیظ کے پردے مین چھپا جاتا ہے

۵۹

ساقیا تیر چلے لشکرِ خونخوار بڑھا
سر سے اونچی ہوئی میدان مین ڈھالونکی گھٹا
مل کے چلّون سے ہزارون ہی ناوک چھُٹا
ہر پر تیر سے آنے لگی سن سن کی صدا
چھیڑ دیتی ہے جو تیرون کی ہوا زلفون کو
جنبشین ہوتی ہین رہ رہ کے سوا زلفون کو

۶۰

وان سے تیر آئے ادھر سے یہ دلاور جھپٹے
دونون جرّار بہم جانبِ لشکر جھپٹے
شیر کی طرح بپھر کر وہ غضنفر جھپٹے
تیغین کاندھون پہ رکھ رکھ کے برابر جھپٹے
رعب سے انکے جگر دارون کے بھی چھوٹ گئے
پیچھے ڈر ڈر کے ہٹے یون کہ پرے ٹوٹ گئے

۶۱

آنکھوں سے آنکھ لڑی مردمِ دیدہ تڑپے
طائرِ ہوش بھی ہمّوں کے پریدہ تڑپے
کچھ تہ و بالا سے زمین حلق بریدہ تڑپے
مرغ ہوا دون سے سوا زخم رسیدہ تڑپے
گر کے پھر اٹھے خاک پہ دنیا سے گزر جانے کے لیے
طرفہ لذّت تھی کہ تڑپا کیے مر جانے کے لیے

۶۲

وار کرتے ہوئے جس سمت وہ صفدر آئے
سر سے تا ناف ہر اک فرد کو دو کر آئے
کٹ کے اس طرح سرِ فوجِ ستمگر آئے
جس جگہ پاؤں تھے اُٹھ اُٹھ کے وہیں سر آئے
ان کی پاؤں پہ گر کر بھی نہ جا پاتے تھے
جنگ میں سر تھے وہ قدم خود انھیں ٹھکراتے تھے

۶۳

لڑ کے دو شیروں نے ڈالا ہے جو لشکر پہ دباؤ
نکلے میدان میں نہیں یہ کسی دشمن کا ہو داؤ
ایک سے ایک یہ کہتا ہے بڑھو سامنے جاؤ
دوسرا کہتا ہے تم کیوں نہیں بڑھتے بتاؤ
بزدلی سامنے بچوں کے جو دکھلاؤ گے
حاکمِ شام سے پھر خاک صلا پاؤ گے

۶۴

کرتی جاتی ہے اجل رن میں ہزاروں کا شکار
جا بجا ڈھیر سروں کے ہیں تنوں کے انبار
تیغیں بچوں کی چمکتی ہیں جو اٹھ کر ہر بار
ولولے گھٹ جاتے ہیں میدانِ وغا سے غدّار
چھپے ہیں شامت زدہ وہ اہلِ ستم رُکتے ہیں
جنگ سر پہ ہے قضا اُن کے قدم رُکتے ہیں

٦٥

تن سے سر اُڑ رہے ہین گر رہی ہے لاش پہ لاش
دیکھے جسکو وہ ہے سر سے قدم تک صد پاش
ہے ادھر شمر و بن سعد کی بچون کو تلاش
دلمین کہتے ہین کہ بچ جائین وہ ظالم ای کاش
ہو گئی فتح یہ خیمے مین خبر لے جائین
سامنا ہو تو ابھی کاٹ کے سر لیجائین

٦٦

جدھر آتے ہین یہ جرار بہم تیغ بکف
پیچھے ہٹ ہٹ کے گری جاتی ہے صف پر صف
ڈر سے ہین مردم دیدہ نگران چار طرف
سب پہ سبقت مین جانین ہوئی جاتی ہین تلف
زخم ہستی تن بیجا نے ابھارے ہوتے ہین
سیکڑون ایسے ہین جو خوف کے مارے گئے ہین

٦٧

رعب سے پیچھے ہٹے اک حشر ہے لشکر مین ادھر
سامنے موت کے اُٹھ جاتی ہے جس سمت نظر
بھائی سے بھائی جدا باپ سے ہے دور پسر
دل ہمان جسم عیان کانپتے ہین تھر تھر
دمبدم خوف کا روحون پہ اثر پاتی ہین
پتلیان تک قفس جسم کی تھرّاتی ہین

٦٨

نیمچے دونون ہین یا قہر خداوند قدیر
بجلیان کوندتی ہین کیسے رزو کین سے بے دیر
پانی ایسا ہے کہ ہے زہر کی جسمین تاثیر
وار اوچھا بھی لگے تو نہین بچتے ہین شریر
صورت آبلہ دل سینون مین پک جاتا ہے
سر سے تا ناخن پا زہر جھلک جاتا ہے

۶۹

ماں پسِ در کھڑی دیکھتی ہے جنگ کا حال
کہتی ہے دیکھوں تو کیا کرتے ہیں دونوں مرے لال
دیکھیے ہوتا ہے کیا ان کی لڑائی کا مآل
کس پیاس میں دونوں کی ہزاروں سے جدال
یہی دھڑکا ہے کہیں تیغ بکف جا نہ پڑیں
لڑتے لڑتے کہیں دریا کی طرف جا نہ پڑیں

۷۰

انکی تلواریں چمکتی ہیں جو ہنگامِ وغا
ہو کے خوش زینبِ ناشاد بھی دیتی ہیں دعا
کبھی غصے سے یہ فرماتی ہیں بنتِ زہرا
یہ وہ تیغیں ہیں جو بخشیں مرے بھائی نے عطا
دیکھو تو قہر ہے تیزی تو غضب دھاروں میں
نام کی انکے ہمیشہ سے یہ تلواروں میں

۷۱

ایک پہ عونِ جری اک پہ محمد ہے رقم
پھر کے زندہ اگر آئے تو خوشی یہ نہیں کم
دین کے کام آکے سدھارے یہ اگر سوئے عدم
خوں میں ڈوبے یہاں آئیں گے لاشے باہم
بیٹیں دیکھ کے پھر دودھ انھیں بخشوں گی
اسکے بدلے انھیں تیغوں کی بلائیں لوں گی

۷۲

عون کا طرزِ وغا دیکھ کے دل خوش ہے مگر
کبھی پڑتی ہے محمد کے جو چہرے پہ نظر
منہ سے بیساختہ کہہ دیتی ہے ماں خستہ جگر
میرے چھوٹے سے سپاہی ترے صدقے مادر
دیکھو دیتی ہوں یہیں سے میں دعائیں بیٹا
دور سے لیتی ہوں دونوں کی بلائیں بیٹا

رباعی

دامنِ غمِ شہ سے ہیں الجھنے والے
یہ سب ہیں الم میں جان کھونے والے
کچھ دور نہیں ہے کہ پکاریں سب اُن سے کہیں
جنت میں اٹھیں گے تشنگی کے رونے والے

سلام

لاکھ جوہر ظاہری ہیں جوہری کوئی نہیں
جنسِ اعلیٰ ہے دوکاں پر مشتری کوئی نہیں

کہتے تھے شہ گرمیِ عاشور ہے گرمیِ حشر!
نخل سارے خشک ہیں پتّی ہری کوئی نہیں

ہو رہی ہے جسم پر بارشِ بارانِ تیر
خوں سے آلودہ نہ ہو ایسی سِری کوئی نہیں

کہتے تھے عباس دکھلاؤں کسے زورِ علیؑ
گو یہ لشکر جمع ہے ان میں جری کوئی نہیں

سامنے آجائے مرحب سا تن آور ہو اگر
سمجھے ہیں ہم لائقِ زور آوری کوئی نہیں

دست حیدر ہوں درِ کوفہ کا بازو توڑ لوں
طاقتِ حیدر ہے لیکن خیبری کوئی نہیں
سر جھکا دے مثلِ شاخِ بارور گر ہے کمال
دیکھ ناداں سرکشی میں بہتری کوئی نہیں
فکرِ تازہ سے سلامِ نو کہا تو نے عروج
چست سب بندشیں ہیں شعرِ سرسری کوئی نہیں

۵۱

دل محو جمال رخ زیبائے سخن ہے
پھر مشک فشاں زلف چلیپائے سخن ہے
کچھ شک ہے عرق رخ آئینہ سیمیں پہ بچھا جائے سخن ہے
مدت سے مجھے عشق زلیخائے سخن ہے
یہ درد نہ مجھ سے ہے نہ میں اس سے جدا ہوں
ڈوبا ہوا اس چاہ میں یوسف سے سوا ہوں

۵۲

کس کس کی نہیں حسن سخن پر بھی نگاہیں
ہر دل میں یہ ہے شوق کہ ہم بھی اسے چاہیں
گو اسکی جدائی میں بھرا کرتے ہیں آہیں
مطلب کی ہو بات اسکی نکلتی نہیں راہیں
مشکل ہے بہت عشق سخن سہل نہیں ہے
کیا نفع اس الفت کا اگر اہل نہیں ہے

۵۳

بعضوں نے کی حسن سخن کی بھی پرستش
پیدا ہوا اثر بات میں کی اس کی بھی خواہش
ہو لطف زبان یہ بھی نہ پوری ہوئی کوشش
مضمون کوئی باندھا تو الجھنے لگی بندش
کہنے کو زبان منہ میں ہے مشکل نہیں گو ہے
یہ کام ہے اُسکے لیے اس کام کا جو ہے

۵۴

اس کام کے تھے اہل انیس سخن آرا
یوں گیسوئے معشوق سخن کس نے سنوارا
جانچی جو کوئی بات نظر کرکے دوبارا
الفاظ نے مضمون کو نئے سر سے ابھارا
اک جلوہ نو تھا کہ دوبارہ نظر آیا
نقطہ بھی ہر اک صبح کا تارہ نظر آیا

۴۵

جو لوگ ہیں منصف وہ انھیں مانے ہوئے ہیں
قائل ہیں مثل انہوں سب کہ یگانے ہوئے ہیں
بیٹا جو ہیں اس حسن کو پہچانے ہوئے ہیں
دل کھینچ کے سب شمع کے پروانے ہوئے ہیں
کوشش سے ملی ہیں نہ تگ و دو سے ملی ہیں
راہیں یہ سبھی شمع کے پرتو سے ملی ہیں

۴۶

ہر لفظ ازبس عقل کی میزان میں تولی
مانے گئے وہ بات جو ہو ناطقہ سو بولی
مضمون کی گرہ ناخن الفاظ سے کھولی
موتی کی لڑی نظم کے رشتے میں پرولی
گو عالم ہستی سے وہ منھ موڑ گئے ہیں
پس رو کے لیے نقش قدم چھوڑ گئے ہیں

۴۷

مداح تھے یہ جن کے سب انکا سنو حال
وہ کون حسینؑ ابن علیؑ فاطمہ کے لال
کافی ہے یہ بخشش کو ہمیں دوستی آل
آمادۂ گریہ ہو رکھو آنکھوں پہ رومال
واں مرثیہ اس کو جو رلانے سے ملے گا
فردوس انھیں اشکوں کے بہانے سے ملے گا

۴۸

جب کرچکے نوشاہ کا ماتم شہ ابرار
عباسؑ دلاور ہوئے آمادۂ پیکار
چہرے سے ہوئے غیظ کے آثار نمودار
پٹکے سے کمر کس کے رکھی داب میں تلوار
بیٹھا یہ غضب لشکر بے پیر کو دیکھا
پھر اشک بھری آنکھوں سے شبیر کو دیکھا

۹۹
کی عرض اجازت ہو تو جاؤں سوئے میدان
مجھ کو بھی ملے اذن وغا یا شہ ذیشان
شہ بولے ذرا دم لیں کرو عزم مری جان
کس طرح سے مرضی کی رضا دوں تمھیں اس آن
قوت تمھیں دل کی ہو تو انا ہی بھی تم ہو
فرزند بھی تم دوست بھی تم بھائی بھی تم ہو

۱۰۰
صفدر نے کہا جوڑ کے ہاتھوں کو بصد غم
اب ضبط کی طاقت نہیں یا سرورِ عالم
ہے ایک طرف ابن حسن کے لیے ماتم
خیمے میں سکینہ ہے جدا پیاس سے بیدم
نوشاہ کی مادر سے بھی شرمائے گا خادم
اب گھر میں نہ بے پانی لیے جائے گا خادم

۱۰۱
گردن کو جھکا کر کہا سرور نے کہ جاؤ
بہتر تو یہ ہے تم بھی ہمیں فرقت میں رلاؤ
پانی کے لیے نہر پہ ہاتھ اپنے کٹاؤ
ان شانوں کے بوسے تو میں لے لوں ادھر آؤ
سرتا بہ قدم شکل ہے تم حق کے ولی کی
تصویر مری آنکھوں میں پھرتی ہے علی کی

۱۰۲
عباس نے کی عرض بصد اشک فشانی
روکے ہوئے ہیں نہر کو یہ ظلم کے بانی
ہے مشک مرے ساتھ سکینہ کی نشانی
خالق کی مدد ہو گی تو بھر لاؤں گا پانی
یا مشک بھری نذر سکینہ کی کروں گا
یا قوت سے لڑ بھڑ کے ترائی میں مروں گا

۱۱۳

رخصت ہوا شبیر سے آخر وہ دلاور
اک سرد نفس بھر کے تڑپنے لگے سرور
جلدی تھی وغا کی تو قریب فرس آکر
گرداں کے دامن کو چڑھا گھوڑے پہ صفدر
شوکت وہی آداب سواری بھی وہی ہیں
عباس فرس پر ہیں کہ دُلدُل پہ علی ہیں

۱۱۴

شبدیز پہ بیٹھے جو علمدار سنبھل کے
راہوار بنا شیر کنوتی کو بدل کے
سُبکی وہ کہ ٹھہرے یہ سر آبِ جو چل کے
پہنچا اُسے نہ پانی کی رکابوں تک اُچھل کے
ادنا سے کرشمے ہیں یہ اس برق شم کے
چل پھر میں نشاں آئیں نہ پانی پہ قدم کے

۱۱۵

راہوار فلک سیر چلا بھر کے طرارہ
اس طرح اوڑا جیسے اوڑے آگ سے پارہ
کافی اُسے دل کی حرکت کا ہے اشارہ
تیزی یہ بھی چال اسکی ہے راکب کو گوارہ
یہ پست و بلند ایک طرح چلتا ہے دم میں
ہیں پتلیاں گھوڑے کی کہ آنکھیں ہیں قدم میں

۱۱۶

یہ ہے وہ فرس جس کا جہاں میں نہیں ثانی
تیزی ہے رواردو میں کہ بہت ہو پانی
رکھدے کہ یہ قدم اوڑ کے جو ہنگام روانی
محسوس نہ ذروں کو ہو ٹاپوں کی گرانی
کون ایسا سبک رو ہے خدائی میں خدا کی
نعلوں کے نشاں آئیں نہ چادر میں ہوا کی

۱۴۷

فرق آئے نہ تیزی میں ہوا سے بھی سر مو
یہ راہ میں بجاتا ہے چلتا ہوا جادو
بھرتا ہے طرارے جو کبھی صورتِ آہو
راکب کے پسینے کی مہک جاتی ہے ہر سو
عباس فرس پر ہے فرس دوشِ صبا پر
خوشبو ہے کہ اڑتی ہوئی جاتی ہے ہوا پر

۱۴۸

وہ چال کہ ہو نیکو فدا آنکھوں سے دل جائے
تڑپے بصفتِ برق ذرا باگ جو ہل جائے
نقشِ قدم ایسا کہ چمن پھولوں کا کھل جائے
پیچھا جو کرے اس کا ہوا خاک میں مل جائے
افراطِ خجالت کا اثر سر سے نہ نکلے
منہ حشر تلک گرد کی چادر سے نہ نکلے

۱۴۹

دوڑے تو یہ ہے ابر جو تڑپے تو ہے بجلی
سرعت وہ جہاں عقل نہ پہنچے جلا کی
اب تک کسی گھوڑے میں یہ خوبی نہیں دیکھی
پہنچا دیا راکب کو تو بدلی ہے کنوتی
میدان سے گیا تا حدِ لشکر وہ ہوا نے
اک تیر تھا گویا کہ چھٹا سخت کمانے

۱۵۰

پریاں بھی خجل جس سے ہوں وہ شکل ہے پیاری
پڑتے ہیں قدم ایسے کہ چلتی ہے کٹاری
دوڑا کی ہے یا سوئے نشیب آب ہے جاری
جھاڑی ہیں ابھی پتلیاں پہونچا کے سواری
ہوتا ہے بلند اتنا سوئے اوج یہ سن سے
یال اسکی الجھ جاتی ہے سورج کی کرن سے

۳۱

اللہ ری ہیبت خلفِ حیدرِ ذیشان
ہر چیز سے پیدا ہیں خوف کے آثار نمایاں
کانپ اُٹھتا ہے واں مہرِ فلک خوف سے ہر آن
ہاں ان کی زمیں ڈر سے ہے گہوارۂ جنباں
دہشت کا اثر ایسا ہے عالم کی فضا میں
ذرّہ بھی ہر اک گردش میں لیتا ہے ہوا میں

۳۲

گرمی سے کہ بس سُرخ ہے چہرہ جو سراسر
خورشید کی جھپکاتا ہے آنکھیں رُخِ انور
غصّے کی نظر ہے جو سوئے فوجِ ستمگر
کانپ اُٹھتی ہے رہ رہ کے زمیں خوف سے تھر تھر
دھڑکن ہے کلیجوں میں ہر اک خاک نشیں کے
دریا نہیں بہتے ہیں یہ آنسو ہیں زمیں کے

۳۳

ہے غیظ میں اس دم پسرِ شیرِ الٰہی
آنے ہی کو ہے لشکرِ اعدا پہ تباہی
چہرے سے ہے غازی کے عیاں سطوتِ شاہی
ششدر ہے ہر اک ماہ سے تا مسکنِ ماہی
ڈر ڈر کے جگہ چھوڑی ہے ایک ایک مکیں نے
منہ خاک کی چادر میں چھپایا ہے زمیں نے

۳۴

پہنچا جو قریبِ صفِ کیں بازوئے سرور
چمکار کے روکا فرسِ آئینہ پیکر
دل سے کہا دیکھا جو سوئے فوجِ ستمگر
اللہ یہ انبوہ ہے یہ کثرتِ لشکر
سامان یہ شہِ صابر و شاکر کے لیے ہے
مجمع یہ فقط ایک مسافر کے لیے ہے

۲۵

زینت دہ ہر کرب ہے یداللہ کا دلدار
ہر دوش پہ صفدر کے علم ڈاب میں تلوار
کہتا ہے پکار کر علم احمد مختار
اے اہل وغا نہر کے پانی سے خبردار
اک آن میں میدان وغا ہاتھ ہے میرے
خود دیکھ لو مشکیزہ بھی اک ساتھ ہے میرے

۲۶

سوکھی ہوئی یہ مشک ہے پیاسوں کی نشانی
اب جائے گا خیمے میں اسی نہر سے پانی
دو دن سے ہے بچوں کو بہت تشنہ دہانی
دم توڑتے ہیں پیاس سے شبیر کے جانی
بند آب ہے واں سے شہ والا پہ سفر میں
ہفتم سے کہیں پانی کا قطرہ نہیں گھر میں

۲۷

بچ جاؤ گے فاسق کا نہ دو ساتھ ادھر آؤ
وعدوں پہ یزید ستم آرا کے نہ جاؤ
شبیر کے خدمت میں چلو خوف نہ کھاؤ
جھکتا ہو نہیں بیعت کے لیے ہاتھ بڑھاؤ
آجائے جو حق پر اسے کیا ڈر ہے کسی کا
پنجہ ہے مرا ہاتھ رسول عربی کا

۲۸

عباس نے دیکھا جو ہجوم سپہ شام
غیظ آگیا اور ہوا پہ جھوما وہ گل اندام
کچھ تم سے کہے یہ فرمایا کہ اے لشکر گمنام
بیٹھا ہے کہاں چھپ کے بن سعد بد انجام
گو تین شب و روز سے پیاسا ہے غزا ہے
میدان میں وہ آئے تو لڑائی کا مزا ہے

۲۹

کہہ دو کہ نکل او سگ ہر خوان یزیدی
آ سامنے کھل جائے حقیقت ابھی تیری
تجھ سے سگ دشتی سے نہیں ڈرتے ہیں غازی
مردوں پہ ہے ظاہر تری سب شعبدہ بازی
تو بھی وہی کر کام ہے جو وصف شغالونکا
پردے میں چھپا رہنا وطیرہ ہے زنونکا

۳۰

یہ سنکے ہوئی اُس لشکر خونخوار میں ہلچل
فوجیں امنڈ آئیں کہ اُٹھا ہو جیسے بادل
شان اپنی دکھانیکو چلا تیغ کا ہر اک پل
مسل اپنی جمائے ہوئے بڑھنے لگے پیدل
تانے ہوئے نیزوں کو ستمگر نکل آئے
تلواروں کو تولے ہوئے قہر نکل آئے

۳۱

بڑھنے کو تو بڑھ آئے پئے جنگ جفاجو
منہ شیر کا دیکھا تو بدلنے لگے پہلو
گھبرائے کچھ ایسا کہ رہا دل پہ نہ قابو
منہ پھیر کے میدان سے پلٹ آئے وہ بدخو
گھبرائے جلال پسر شاہ نجف سے
بھاگا کیے جبتک نہ ملے دوڑ کے صف سے

۳۲

میدان سے جو بھاگے گئے وہ لعین خوف کے مارے
عباس ترائی کے قرین جا کے پکارے
ہٹ جاؤ کہ اب نہر ہے قبضے میں ہمارے
ارمان تھے جو دل میں ملے خاک میں سارے
آئے تھے بڑے جوش میں اب بھاگ رہے ہیں
جو ساتھ تمھارے تھے وہ سب بھاگ رہے ہیں

۳۳۳

یہ سنتے ہی دریا کے نگہبان ہوئے ہشیار
حربے لیے ہاتھوں میں سر آئے خطا کار
کھنچی ہی کہ ہے ابن ید اللہ کی تلوار
ہاں ساقیا اب وقت وغا آ گیا ہشیار
ہو نشہ تو یہ معرکہ سر ہو ابھی دم میں
ہو جاؤں جوان پھر سے وہ مے بھر دے قدح میں

۳۳۴

ہاں ساقیا چلنے کو ہے تلوار خبردار
اب دیر نہ ہو دور میں زنہار خبردار
دم بھر میں لہو برسے گا ہشیار خبردار
پیاسے کی لڑائی ہے خبردار خبردار
مر کر بھی یہ جا ہاتھ اگر آئی نہ چھٹے گی
اب تیغ سے تا حشر ترائی نہ چھٹے گی

۳۳۵

پیشین مری گزریں تھی میخانے میں شاہا
رندوں میں سوا سب سے مرا رتبہ چاہا
اب تک نہ کسی دور کے صدمے سے کراہا
ممبر پہ جگہ دیکے مجھے تو نے نباہا
یہ ذکر جہاں میں سحر و شام رہے گا
مرنے پہ بھی رندوں میں مرا نام رہے گا

۳۳۶

اللہ کی جانب سے یہ سامان ہوا ہوں ہم جب
پھر سنتا ہوں واعظ کی نصیحت کو بھلا کب
مرتے ہوئے گر پی تو بر آیا مرا مطلب
اعضا شکنی کی بھی اذیت نہ رہی اب
زاہد کے ڈرانے کی بھی پروا نہیں کی ہے
میں نے تو کبھی بھول کے توبہ نہیں کی ہے

۳۷

ہو سامنے اس نقش کے، خلد بھی پانی
بے شبہ یہ ہے رحمتِ خالق کی نشانی
ہے یاد ہمیں گو کہ ہوئی بات پرانی
اس نقش نے پھیری ہے زلیخا کی جوانی
کام آئی نبیوں کے یہی قدرتِ رب سے
بچ آئے خلیل آگ سے اس نقش کے سبب سے

۳۸

قدرت کی انھیں کہتے ہیں جو اس سے ہیں مخمور
ہاں سر سے قدم تک یہ پری ہے ہمہ تن نور
سایہ بھی پڑے اس کا تو ہو جائیں گنہ دور
شعلہ ہے یہ خود اور مزاج اس کا ہے کافور
واں آگ کے پردے میں بھی مستور یہی تھی
موسیٰ کے لیے برقِ سرِ طور یہی تھی

۳۹

خود حق نے ثنا کی ہے وہ توقیر ہے اسکی
ہو جائیں گنہ دور یہ تاثیر ہے اسکی
چمکی جو سرِ طور وہ تنویر ہے اسکی
آنکھوں میں جو رہتی ہے وہ تصویر ہے اسکی
احسان یہ انسان کے سوا جن و ملک پر
اس نقش نے عیسیٰ کو چڑھایا ہے فلک پر

۴۰

توقیر یہ اللہ سے پائی ہے اسی نے
ہر دل میں جگہ اپنی بنائی ہے اسی نے
امید کی صورت بھی دکھائی ہے اسی نے
خوشبوئے تنِ یوسفؑ کی سونگھائی ہے اسی نے
مدت کی جو کاہش تھی ہوئی دور اسی سے
یعقوبؑ کی آنکھوں میں ہوا نور اسی سے

٦

۱۶۱

مومن کے لیے جرم ہے اس مے کا پینا
تر ہو نہ زباں اس سے تو بیکار ہے جینا
اُن کے لیے یہ زہر ہے جو رکھتے ہیں کینا
ظرف اس کا ہے اللہ کے محبوب کا سینا
کعبے میں پیا جب لبِ خوش ہو کے نبی نے
دی اسکو جگہ دل میں رسولِ عربی نے

۱۶۲

ساقی وہ پئے جنگ بڑھے فوج سے دلیر
عباسِ دلاور نے بھی لی میان سے شمشیر
وہ جنگ چھڑی تھا کہ کٹ کٹ کے گرے تیر
ہونے لگی اک اک سے اجل بڑھ کے بغل گیر
دونوں کی طرف بانیِ شر جانے لگے ہیں
بد عہد شقاوت کا ثمر پانے لگے ہیں

۱۶۳

اک ہلچل ہے فوجِ یزیدی میں برابر
بہتے ہیں پسینے کے ہیں خود پا بہ گل اکثر
دھڑکا ہے یہی جان بچے شمشیر سے کیونکر
تصویر گلی بنگلی ہے فوجِ ستمگر
گر دم میں دم آیا تو وہ ناپاک اٹھینگے
مٹی کے جو پتلے ہوں تو وہ کیا خاک اٹھینگے

۱۶۴

کیا تاب تھی اس تیغ کے منھ پر کوئی ٹھہرے
دم بھر میں اٹھا جاتے ہیں نہر سے پہرے
پانی ہوئے جاتے ہیں ستمگاروں کے زہرے
بھرپور پڑے ہاتھ تو ہیں زخم بھی گہرے
دعوے تھے جو پہلے سے وہ سب خاک ہوئے ہیں
کیا زخمِ بدن سینوں میں دل چاک ہوئے ہیں

۴۸۵

اس تیغ کے اوصاف بیان کیجے کیونکر
عزت ہے یہ شاہوں کی سپاہی کا ہے زیور
شفاف تن ایسا ہے کہ آئینہ ہو ششدر
الماس کی ہے تن میں کہ ابھرے ہوے جوہر
آنکھوں کو چکا چوند ہو وہ جلوہ گری ہے
خونخوار ہے سیرت میں تو صورت میں پری ہے

۴۸۶

بیباک ہے ایسی کہ ہزاروں میں نہ تھرائے
ممکن نہیں پھر کوئی اس سے جو نکل جائے
وہ ذائقہ اسکا ہے کہ جو قلب کو تڑپائے
لذت اُسے ملتی ہے جو اس تیغ کا پھل کھائے
یہ بات کسی اور میں کب اسکے سوا ہے
چاٹا کرے ہونٹوں کو وہ چرکے میں مزا ہے

۴۸۷

اک شور ہے اعدا میں عجب سخت گھڑی ہے
کیا حشر ہوا ہم سب کا یہ تشویش بڑی ہے
آنکھوں میں اجل پھرتی ہے جانوں کی پڑی ہے
تلوار ہے یا موت کی تصویر کھڑی ہے
یہ چلتی ہے ہم جاتے ہیں دنیا سے عدم میں
جذب اسکی چمک روح کو کر لیتی ہے دم میں

۴۸۸

ایک ایک سے کہتا ہے زمانہ ہے یہ اُلٹا
ہے طرفہ تماشہ نہیں دم مارنے کی جا
اس طرح کا سودا کبھی دنیا میں ہوا تھا
دی جان تو اس تیغ کا اک وار خریدا
ہے اسکو تکلف نہ بُرے سے نہ بھلے سے
سر نذر کرے کوئی تو ملتی ہے گلے سے

۴۹

ہر سو نگران خوف سے ہیں مردم دیدہ
ہر جامۂ ہستی ہے گریبان دریدہ
حالت ہے یہ اب انکی جو ہیں عمر رسیدہ
آنکھیں تو سوے خاک ہیں اور پشت خمیدہ
دھڑکا ہے کہ ہر تن پہ گل زخم کھلیں گے
جسم ہمارے اسی مٹی میں ملیں گے

۵۰

بھاگے ہیں وہ اب ڈر کے جو ہیں فتح میں چیدہ
ہے خوف سے رنگ رخ ناپاک پریدہ
یہ ڈر ہے جو ہم ہوں نہ کہیں زخم رسیدہ
پتلی کی سنبھالے ہیں سپر مردم دیدہ
آنکھیں تو سوے خاک ہیں گردن نہیں اٹھتی
پلکوں کی سی آنکھ سے چلمن نہیں اٹھتی

۵۱

کیونکر نہ عدو خوف سے اس تیغ کے بھاگے
چلنے میں یہ دو ہاتھ ہے رہوار سے آگے
دم پھولیں تو کیوں موت کی تقدیر نہ جاگے
رشتے نفسوں کے ہیں کہ الجھے ہوئے دھاگے
دکھ سہ کے مریں ایسے یہ بے پیر بنے ہیں
کل تار نفس موت کی زنجیر بنے ہیں

۵۲

ہے موت کی حالت جو ہر اک قلب پہ طاری
بھاگو کا فقط لفظ زبانوں پہ ہے جاری
دوڑا کے فرس ماری ہے تلوار جو کاری
ہے راہ میں خون پشتوں نے نامردوں کی جاری
منہ پھیر کے بھاگے ہیں یہ حالت ہے عدو کی
میدان میں جدھر دیکھو لکیریں ہیں لہو کی

۵۵۳

پڑتی تھی کسی فرق پہ جب تیغ علمدار
سر کٹتے ہی گردن سے رواں ہوتی تھی اک دھار
بجتا تھا فوارہ تن نجس جو یکبار
پچکاری تھی تا آب ہوا خون کی بوچھار
دریا میں جھلک آگئی تھی خون کی بو کی
تا حدّ نظر پانی پہ افشاں تھی لہو کی

۵۵۴

اس تیغ کا شہرہ ہو نہ کیوں قاف سے تا قاف
دو صورت لا کرتی ہے ہر فرد کو تا ناف
قبضے کی کدورت پہ اک آئینہ ہے شفاف
کل فوج عدو جس میں نظر آرہی ہے صاف
خود کہتی ہے تلوار کہ کم حق سے پھرے ہو
جاؤگے کہاں بچ کے کہ قبضے میں مرے ہو

۵۵۵

ہے رعب علمدار سے لشکر تہ و بالا
دن مثل شب تار ہے ہر آنکھ میں کالا
اک آہنی پنجہ جو ہے موت نے پالا
سینے میں ہر اک دل ہے پکتا ہوا چھالا
جو درد ہے نزدیک وہی دور بھی ہوگا
چھالا یہ جہاں ہے وہیں ناسور بھی ہوگا

۵۵۶

بھاگے ہیں لعین تیغ کی دہشت سے جو بالکل
روکے ہے فرس کو پسر صاحب دلدل
اب ہے وہ حشم فوج کا باقی نہ تجمّل
قبضے سے گئی نہر ہے چار طرف غل
کہتے ہیں عدو امن کسی جا نہ ملے گا
اس نہر سے اب پانی کا قطرہ نہ ملے گا

۷۵۷

اللہ ری وغا کے خلف حیدر صفدر
انگشت بدندان ہے ہر اک فتح کا قیصر
محشر ہے بپا بھاگتے پھرتے ہیں ستمگر
اکھڑی ہوئی سانسیں ہیں تو ہے زیست بھی دوبھر
میدان سے ہر اک باغی شر بھاگ رہا ہے
منھ جسکا جدھر ہے وہ ادھر بھاگ رہا ہے

۷۵۸

ناگاہ صفین چیر کے اک بل نکل آیا
غصے سے شقی کھاتا ہوا بل نکل آیا
بدکیش و جفا پرور و اجہل نکل آیا
اشقوں میں فقط ایک وہ مہمل نکل آیا
کالا تھا ستمگار کا منھ تیرہ دروں تھا
مرحب سے بھی ظالم قد و قامت میں فزوں تھا

۷۵۹

دیکھا نہیں اس طرح کا انسان تن آور
نامرد کا سر کوہ کی چوٹی سے ہے مدوّر
ابرو میں ستمگار کے فولاد کا خنجر
پلکیں ہیں کہ ہیں تیلیاں لوہے کی سراسر
رخسار سے جفاکار کے سختی میں حجر ہیں
ابھرے ہوئے شانے ہیں کہ عفریت کا سر ہیں

۷۶۰

آیا ہے جو اس وقت بڑے جوش میں مکار
جو کھاٹ بھی فتح حنین کا ہے یہ سردار
بھاگے ہوئے لوگوں کے ساتھ میں تھا یہ بھی ستمگار
لیکن یہ خیال آگیا ناگاہ کہ اک بار
گر جان بچاؤ گے تو ذلت سے مرو گے
پوچھے گا ابن سعد تو کیا عذر کرو گے

۴۶۱

خطرہ یہ گزرتے ہی پھر اعقل کا دشمن
سمجھا نہ ذرا موت ہے کٹتے ہیں اٹھے گردن
کھینچے جو اجل نے تو ستم ایجاد وسے کے درمین
بھاگی ہوئی تو جیں بھی لپٹنے لگیں فوراً
رستے نہیں سوجھے جو کسی طرح مفر کے
خود آ کے شقی دوڑ کے جاوے یہ سقر کے

۴۶۲

دزدیدہ نگہ ہوں سے نظر ڈال کے یکبار
نامرد نے دیکھا سوئے عباس علمدار
شیطان نے ادبار اور یہ بولا وہ خطا کار
ہاں آ گیا میں اے خلف حیدر کرار
معلوم نہیں آپ کو میں کون ہوں کیا ہوں
انسان ہوں مگر دیو سے قوت میں سوا ہوں

۴۶۳

ماسے ہیں شجاعان جہاں میری دلیری
عالم سے جواں مرد وہیں دھاک آج ہے میری
سو زخم اگر کھاؤں تو ہوتی نہیں سیری
میں نے کبھی دشمن کی طرف پشت نہ پھیری
دہشت سے مری شیر ہراں ہوتے ہیں رن میں
ہو دیو بھی مغلوب وہ قوت ہے بدن میں

۴۶۴

تھوڑی سی ترائی میں جگہ پاتے ہی اک بار
چمکار کے روکا ستم ایجاد نے رہوار
گو پشت پہ نامرد کی ہیں اور بھی غدار
پر سب کے ہیں جوہر سے عیاں جنگ کے آثار
گر دیکھ لے شقی ہو کے بہم بڑھ نہیں سکتے
ہمت ہے جو چھٹی ہے تو قدم بڑھ نہیں سکتے

۲۶۵

عباس نے فرمایا کہ او جہل مرکب
جب بھاگ گئی فوج تو ہوش آیا تجھے اب
ہے سُن کے کرتا کا ہے جل نے تجھے بیدھب
کم ظرف تری زیست کا ساغر ہے لبالب
لقمہ جو شکم سے ہو سوا پچ نہیں سکتا
جو بھاگ کے آتا ہے وہ پھر بچ نہیں سکتا

۲۶۶

بیجا ہے تن و توش پہ اس درجہ اکڑنا
ہے قاعدہ نامردوں کا بیوجہ جھگڑنا
آتا نہیں اب تک تجھے تلوار پکڑنا
میدان پکڑ گر اب تجھے منظور ہے لڑنا
تو جس لیے آیا ہے یہاں کام وہ کر لے
ہتھیار اُٹھا ٹھاٹھ بدل تیغ و سپر لے

۲۶۷

یہ سُنتے ہی نامرد نے لی میان سے تلوار
ہتھیار کو چمکا کے چلا سوئے علمدار
جاتے ہی قریب پسر حیدر کرار
ظالم نے بڑے غیظ و غضب میں کیا اک وار
تیغ اُن کی ابھی مس بھی ہوئی تھی نہ بدن سے
پایا جو اشارہ تو فرس اُڑ گیا رن سے

۲۶۸

خالی جو گیا وار تو اک جھینپ سی کھائی
جھٹکا جو لگا کچھ نہ ستمگر سے بن آئی
نخوت وہ ہوئی دور جو تھی سر میں سمائی
خفت جو ہوئی آنکھ نہ سرکش نے اُٹھائی
نزدیک تھا گر جائے وہ گھوڑے سے الٹ کے
پر رہ گیا ہتھیار کی گردن سے لپٹ کے

۲۶۹

عباس نے فرمایا کہ او دشمنِ اللہ
دعوٰی بس اسی جنگ و جدل کا تھا تجھے واہ
ابتک نہیں تو کچھ بھی فنِ جنگ سے آگاہ
سر پر نہیں ہوتا ہے کبھی شیر کے روباہ
اک آن میں یہ تیغ ہے اور تیرا گلو ہے
آگے مرے پشّے سے بھی کمزور ہی تو ہے

۲۷۰

ہمت ہے اگر کچھ بھی تو نامرد بڑھ آگے
کیوں ٹھہرتا ہے رہ رہ کے دمِ نبرد بڑھ آگے
خوں خشک ہے چہرہ ہے ترا زرد بڑھ آگے
یہ دیر ہے اب کس لیے بیدرد بڑھ آگے
اب موت کو بھی زیست تری شاق ہے ظالم
بڑھ جلد جہنم ترا مشتاق ہے ظالم

۲۷۱

یہ سن کے ہوا پھر وہ شقی جنگ پہ مائل
گھوڑے کو بڑھایا ستم آرا نے بمشکل
ڈرتا ہوا آیا جو قرینِ شیر کے بزدل
جاں اب نہیں بچنے کی یقیں ہو گیا کامل
دل کہتا تھا اب وقت نہیں جنگ و جدل کا
عباس کی تلوار طمانچہ ہے اجل کا

۲۷۲

موت آئی تو نزدیک شقی گھوڑے کو لایا
دم خوردہ شکار آپ قرینِ شیر کے آیا
عباس نے ہوا لو کڑک کے یہ لگایا
چھڑ دل سے کہ دستانہ یہ ستمگر کو دبایا
سر پر ہوا کچھ بھی وہ اس کوشش و کد پر
لائے یہ اُسے زیرِ بغل تیغ کی زد پر

۱۵۳

وقت آتے ہی تلوار کا اک ہاتھ جو مارا
سر سے ہوا تا ناف لعین کٹ کے دوپارا
سودا تھا جو سر میں وہ ہوا ہو گیا سارا
مرنیکے سوا پھر نہ رہا کچھ اسے چارا
گھبرا کے چلی روح جفا کار کے تن سے
سر گر پڑا پہیے کی طرح کٹ کے بدن سے

۱۵۴

مارا گیا سردار تو بھاگے وہ ستمگر
دم پھول گئے سانس کا لینا ہوا دوبھر
خالی ہوئی دریا کی ترائی جو سراسر
آ پہونچے قریب نہر کے عباس دلاور
پیاسوں کا خیال آیا تو چشم شکوہ نے تر کی
اک سرد نفس بھر کے سوئے آب نظر کی

۱۵۵

یاد آئی سکینہ جو علمدار کو اک بار
بس ڈالدیا نہر میں چمکار کے رہوار
پانی پہ نظر کر کے ہوا ضبط جو دشوار
مشکیزہ لیا جب علم سے بطل زار
تھی مشک سکینہ جو بہت خشک ڈبو کے
دم بھر کے لئے تھم گئے پانی میں ڈبو کے

سلام

قبر میں بھی جا کے لُطفِ ہمنشینی پا گئے
دو گھڑی تک کچھ فرشتے آ کے دل بہلا گئے

دیکھ تقدیر اپنی اک ذرا او بوالہوس
کیمیا تجکو ملی خاکِ شفا ہم پا گئے

ہے جہاں میں آمد و رفتِ بشر بھی اک طلسم
کیا کہیں کیا آئے اس دارِ فنا میں کیا گئے

شاہ کے حملوں سے یوں ہر صف پہ صف گرتی گئی
جا کے دیواروں سے کوفے کے لعیں ٹکرا گئے

قبر میں مجھسے فرشتوں نے کئے جو جو سوال
سب جواب آ کر مرے مولا مجھے بتلا گئے

ہوئے ایک اک دانۂ گندم کا ہمسے کیوں حساب
اُن سے پوچھا جائے جنّت میں جو دھوکا کھا گئے

۱۵۱

ذرّہ ہوں آستان در بو تراب کا
حاصل مجھے ہوا ہے شرف آفتاب کا
شہرہ نہ کیوں ہو اس سخن لاجواب کا
مدّاح ہوں علی و رسالت مآب کا
مہتاب مجھ سے آنکھ ملاتا نہیں کبھی
خورشید میرے سامنے آتا نہیں کبھی

۱۵۲

ہے وقت صبح پیش نظر مصطفےٰ کا نور
سبطین پاک فاطمہ و مرتضےٰ کا نور
پھر کیا جچے نظر میں کسی مہ لقا کا نور
یاں بس چکا ہے دیدۂ دل میں خدا کا نور
کعبہ نہ یہ ہے اور نہ وہ دیر و کنشت ہیں
دل عرش ذو الجلال ہے آنکھیں بہشت ہیں

۱۵۳

کیا دیکھیں ہم بھلا کسی محبوب کا جمال
یوسف کے حسن کا بھی تو کرتے نہیں خیال
وصف ہلال ابروئے دلبر ہو کیا کمال
تعریف قد کو سن کے بھی ہوتے نہیں نہال
نہ خال و خط نہ چہرۂ زیبا سے کام ہے
ہم کو ثنائے یوسف زہرا سے کام ہے

۱۵۴

جب گا رہا ہوں مدح باغ نبی میں غزل سرا
بھاتا نہیں ہے کچھ مجھے اس شغل کے سوا
جو لطف اس میں ہے وہ کسی اور میں بھلا
بلبل کو ذکر گل کے سوا چاہیے ہے کیا
دروازے وا ہیں رحمت رب ودود کے
گچھے ہیں اور کبھی نعرے درود کے

۵۵

آنکھوں کو نور دیتی ہے اس بوستاں کی سیر
اس بوستاں کی سیر ہے گویا جہاں کی سیر
کرسی کی سیر عرش کی سیر آسماں کی سیر
کوثر کی سلسبیل کی باغ جناں کی سیر
صحن مکاں ہے عالم بالا نگاہ میں
ہے خانہ باغ خلد کا نقشہ نگاہ میں

۵۶

ہے وقت صبح ذہن رسا کا وہاں گذر
ہوتا نہیں فرشتوں کو ممکن جہاں گذر
کیا چیز ہو زمیں سے سوئے آسماں گذر
اکثر کیا ہے فکر نے تا لا مکاں گذر
کوسوں چلا مگر نہ ذرا بھی کمی ہوئی
پائے خیال کی ہیں یہ راہیں تھکی ہوئی

۵۷

اس باغ کی بہار پہ شیدا ہے اپنا دل
جس کی بہار سے گلشن جنت بھی ہے خجل
ایسے ہیں کچھ صنوبر و شمشاد معتدل
غیرت سے جنکے آگے ہے سرو پا بہ گل
بیلیں چمن میں رشک سے بل کھا کے رہ گئیں
نرگس کی آنکھیں شوق میں پتھرا کے رہ گئیں

۵۸

ممکن یہ گل نہیں چمن روزگار میں
یہ کیفیت کہاں کسی فصل بہار میں
یاں لالہ و سمن ہیں بھلا کس شمار میں
دو پھول اس روش کے نہ ہونگے ہزار میں
اتنا ہی جوش عشق ہو جتنے قریب ہوں
دیکھیں جو انکا حسن تو گل عندلیب ہوں

۱۰۹

اسلام ہو مدح باغ پیمبر کا مجھ کو جوش
محو ثنائے آل ہیں عقل و دماغ و ہوش
آواز غیب سے مجھے دیتا ہے یہ سروش
مشتاق ہیں صدا کے تری گوش حق نیوش
آل نبی کے ذکر پہ دلدادہ بیٹھے ہیں
شائق سخن کے مدح پر آمادہ بیٹھے ہیں

۱۱۰

پی کر شراب الفت ممدوح کا ایاغ
لکھا درود مدح کا روشن ہوا چراغ
کھلنے لگا ورق پہ مضامین نو کا باغ
پہونچا زمیں سے عرش پہ معراج کا دماغ
زیب رقم جو نام رسول خدا کیا
جھک کر قلم نے شکر کا سجدہ ادا کیا

۱۱۱

بیل اصول شجرۂ عالم ہیں مصطفیٰ
ہاں فخر آدم و بنی آدم ہیں مصطفیٰ
تعظیم حق نے کی وہ معظم ہیں مصطفیٰ
کل انبیا اخیر مقدم ہیں مصطفیٰ
نہ مادہ کوئی تھا نہ جنس نہ شعور تھا
یا ذات کردگار تھی یا ان کا نور تھا

۱۱۲

احمد کو جو شرف کیے اللہ نے عطا
یعنی شریک حیدر صفدر کو بھی کیا
وہ مصطفیٰ اگر ہیں تو یہ بھی ہیں مرتضیٰ
اپنا حبیب انھیں تو انھیں بھی ولی کہا
کچھ شان کا ہے فرق نہ شوکت کا فرق ہے
بس اک نبوت اور امامت کا فرق ہے

۱۳

سب نعمتوں سے فائق و برتر ہیں فاطمہ
سارا و ہاجرہ سے بھی بڑھکر ہیں فاطمہ
عرشِ خدائے پاک کا زیور ہیں فاطمہ
نورِ الٰہ و نورِ پیمبرؐ ہیں فاطمہ
سب مشترک ہیں جتنے مراتب ہیں اوج میں
احمدؐ پدر ہیں گر تو علیؑ اُن کے زوج ہیں

۱۴

اللہ رے حسنؑ کی بزرگی و اقتدار
جانِ رسولؐ و فاطمہ حیدر کے گلعذار
جد و پدر کی طرح دو عالم کے تاجدار
اب تک ہے جنکا خُلق زمانے میں یادگار
اوصاف علم و حلم و کرم آشکار ہیں
یہ شجرۂ رسول کی پہلی بہار ہیں

۱۵

کیا لکھوں عز و شانِ حسینؑ فلک مقام
خورشیدِ آسمانِ شرف عرش احتشام
نورِ خدا امامِ ہُدا رہبرِ انام
صابر سخی شجاع ستم دیدہ مستہام
اعلیٰ جو ہر تھے جتنے ہیں سب اُنکو حصول ہیں
یہ دوسرے نہالِ امامت کے پھول ہیں

۱۶

آرائیشہ کی ہیں زینبِ بنتِ نبی نے ریاضتیں
آغوشِ فاطمہ کی وہ ذرات راحتیں
وہ مصطفیٰ کا پیار وہ حق کی عنایتیں
روح الامیں کی خدمتیں حیدر کی چاہتیں
روئے اگر تو لوریاں دیکر سُلا گئے
بہلا گئے کبھی کبھی جھولا جھُلا گئے

۱۱۷

ہر ایک امر میں رہے جو طالبِ رضا
ملحوظ حق کو بھی رہی انکی خوشی سدا
رنج و الم سے گو ہے بری ذاتِ کبریا
پر اُنکا رنج حق کو گوارا نہ ہو سکا
خاطر یہ بھی کہ حکم خدائے جلیل سے
موتی ہوا دو نیم پرِ جبرئیل سے

۱۱۸

پایا خُدا نے اپنا رضا جو حسینؑ کو
طفلی میں بھیجا بچّے سمیت آہو حسینؑ کو
سمجھے رسول زینتِ پہلو حسینؑ کو
جانے مہار دیدیئے گیسو حسینؑ کو
مُنھ چوما شاد ہو کے گلے سے لگا لیا
ضد کی اگر تو کاندھے پہ اپنے چڑھا لیا

۱۱۹

انصاف کا مقام ہے اے چرخِ کجمدار
پیشِ خدا تھا جسکا یہ اعزاز یہ وقار
روتا تھا جس حسینؑ کا خالق کو ناگوار
ہاتھوں پر اُسکے ذبح ہوا طفلِ شیرخوار
کیا خوب تین دن کے پیاسے کی قدر کی
اُمّت نے کیا نبی کے نواسے کی قدر کی

۱۲۰

ممکن نہیں بغیر بیان دل کو اب قرار
یاد آ گئی مصیبتِ شبیرؑ نامدار
اُمّت پہ ہو چکے علی اصغرؑ بھی جب نثار
چھوٹی سی ایک قبر بنائی بحالِ زار
بارش لحد پہ اشکوں کی تھی دل فگار تھا
گویا نزولِ رحمتِ پروردگار تھا

۲۱

دامن سے اپنے پونچھ کے چہرہ کا سب لہو
چومے شہید کے رخسارہ و گلو
بولے لٹا کے قبر میں پھر شاہ نیک خو
سو لحد میں چین سے اے میرے ماہ رو
رہنا ہمیشہ خوشی لحد تنگ و تار میں
گودی کو ماں کی یاد نہ کرنا مزار میں

۲۲

گذرا وہ وقت ختم ہوا صدمہ و تعب
اٹھنا ہمارے ساتھ قیامت کے روز اب
ہر چند بے زباں سے تھے تم اے میرے تشنہ لب
گویا کریگا تم کو مگر روز حشر رب
پوچھے گا جب کہ واقعہ آخر یہ کیا ہوا
کہنا کہ قتل پیاس میں بے میں بیخطا ہوا

۲۳

قاتل کے نام کا ہو اگر اس گھڑی سوال
اور ہو جلال و غیظ میں قہار ذوالجلال
لانا نہ دل میں اور کسی طرح کا خیال
کہنا کہ حرملہ بن کاہل تھا بد خصال
پوچھے جو گفتگو کوئی در پیش آئی تھی
کہنا زبان خشک لبوں پر پھرائی تھی

۲۴

ارشاد جس گھڑی ہو کہ کیا چاہتا ہے تو
کہنا فقط ہے بخشش امت کی آرزو
پوچھیں جو مل کے فاطمہ کیسا ہے یہ لہو
کہنا نہ یہ کہ پیاس میں زخمی ہوا گلو
آجائے غیظ اگر تو قیامت بپا کریں
امت کے واسطے نہ کہیں بد دعا کریں

۲۵

جب شاہ دفن لاشۂ فرزند کر چکے
آنسو بہا کے قبر پہ بند کر چکے
لخت جگر کو خاک کا پیوند کر چکے
دکھلا کے صبر حق کو رضامند کر چکے
فرصت جو پائی لاشۂ دلبر کو گاڑ کے
تلوار اٹھائی خاک کو ہاتھوں سے جھاڑ کے

۲۶

عزم جہاد کر کے قریں پہنچے امام
یاد آئے اہلبیت چلے جانب خیام
پہنچے جو پاس جا کے صدا دی پس از سلام
اے زینب و سکینہ و بانوے تشنہ کام
تھا جس کا اشتیاق وہ ساعت قریب ہے
لو آ کے مل لو وقت شہادت قریب ہے

۲۷

دوڑے سب اہلبیت نبی سنتے ہی یہ صدا
ڈیوڑھی میں آ کھڑی ہوئیں زینب برہنہ پا
جلدی میں گر پڑی ام کلثوم سے ردا
بانو نے خاک اڑا کے کہا وا مصیبتا
سینے میں دل دھڑکنے لگا سانس رک گئی
دامن سے شاہ دیں کے سکینہ لپٹ گئی

۲۸

گھبرا کے بولیں بانوے غمگیں بہ اضطرار
یا شاہ دیں کہاں ہے مرا طفل شیر خوار
فرمایا تیر کھا کے سدھارا وہ گلعذار
راہ خدا میں اس کو بھی کر آئے ہم نثار
قسمت نے دوسرا تجھے داغ پسر دیا
پوچھا کہاں ہے لاشہ کہا دفن کر دیا

۲۹

فرماکے یہ کلام صبر ہر اک کو بدرد و غم
رخصت ہوئے حرم سے شہ آسمان حشم
پھیری عنان شبہب جاندار و تیز دم
چھیڑا ذرا تو زین سے اٹھانے لگا قدم
مستانہ یوں چلا کہ ہوا جھوٹنے لگی
خاک ارض کربلا کی قدم چومنے لگی

۳۰

شان الٰہ اکبر دم گربہ ہے نمود
کرتا ہے مجھے گل کی طرح اوج پر صعود
جسکی نگاہ پڑ گئی پڑھنے لگا درود
بیتاب مثل شعلہ روانہ مثال دود
ہمعصر اسکا کون زمانے میں آج ہے
جتنا حسین ہے اتنا ہی نازک مزاج ہے

۳۱

پر نو کبھی نصیب نہ ہوگا یہ بانکپن
جس جا چلا بچھا گیا یہاں کھل گیا چمن
گل کی کلی سے کان وہ غنچہ سا وہ دہن
مانند ابر و باد سریع اور قطرہ زن
ہمراہ ابر برق صفت گرد روانہ ہو
بجلی کی چشمک اسکے لیے تازیانہ ہو

۳۲

راکب جو باغ میں پئے گلگشت اُس سے اٹھے
آہستہ قدم کی کالمس گل سے کبھی نہ آ سکے
نرمی کے ساتھ جو سرعت اگر دکھائے
سبزہ نہ خواب ناز سے کروٹ بدلنے پائے
سنکے ہوا بھی یہ بھی چمن سے روانہ ہو
صافت اسکی شاخ گل کی لچک تازیانہ ہو

۳۳۳

میداں میں یوں ان کا رواں ہو جائے جس طرح
مظلوم کی فلک تک دعا جائے جس طرح
پا بوسے عرش آہ رسا جائے جس طرح
فرمان حق کو لے کے قضا جائے جس طرح
جنگل میں شکل آہوئے وحشی روانہ ہے
آپ اپنا کس بل اسکے لیے تازیانہ ہے

۳۳۴

دریا میں جا کے پانی پہ کاوا اگر لگائے
سرعت کو اسکی گردش گرداب بھی نہ پائے
رو میں کوئی حباب قدم کے تلے جو آئے
کیا ٹوٹنا جگہ سے نہ تل بھر سرک کے جائے
کشتی سے تیز بحر رواں میں روانہ ہو
پانی کی لہر اسکے لیے تازیانہ ہو

۳۳۵

خوش رو و خوش مزاج و خوش انداز و ہوشمند
موزوں قد و پری وش و طناز و سر بلند
چہرہ حسین ہے ماہ دو ہفتہ سے چارچند
اسکو سوار دوش نبی نے کیا پسند
ہو صاف صاف چاند کا ٹکڑا حسین نہیں
لاکھوں میں ایک بھی فرس ایسا حسین نہیں

۳۳۶

خوش چشم و خوش ادا و گل اندام و خوبرو
پھولوں کی ہے مہک کہ پسینے کی اسکے بو
گردن نہال ہے کہ پری ہے کشادہ رو
چال اسکی ہے براق کی رفتار ہو بہو
پاتا ہے تنگ شکل قفس جب جہان کو
ٹھکرا کے دیکھتا ہے زمین آسمان کو

۳۳۷

عالم میں کم ہیں یہ گھوڑے بے نظیر
کاوے میں پھیرے تو ہو اگر کس سے تیر
سرعت میں اسکے سامنے ہے سست چرخ پیر
سرپٹ پہ جائے اور کمان سے رہا ہو تیر
مرغ نگاہ کو بھی نہ یہ بار پا ملے
ہو تیز راہ میں یہ نشانے سے جائے

۳۳۸

آہو کی آنکھ شیر کا غصہ پری کی چال
حور جناں کے دوش پہ گیسو ہیں یہ کہ بال
ہے بچپنے سے خدمت شہ میں یہ خوشخصال
ہے دل سے شکر حضرت شبیر کا خیال
اب تک نہ چھوڑا اسے شہ مشرقین کو
پہونچا دیا بہشت بریں تک حسین کو

۳۳۹

کس دبدبے سے جاتے ہیں سلطان بحر و بر
آگے فرس کے فتح چپ و راست ہے ظفر
ہیں اسلحہ بھی جسم شہ دین پہ مختصر
کاندھے پہ تیغ پشت پہ حمزہ کی ہے سپر
کہتا ہے دل کہ ڈھال بھی اسوقت بار ہے
اپنی سپر حفاظت پروردگار ہے

۳۴۰

گھوڑے پہ جلوہ گر ہیں جو شاہنشہ ہدا
جنت کی آ رہی ہے ہر اک سمت سے ہوا
اللہ ری سطوت پسر شاہ لافتا
ضو قمر کی ہے پیکر مبارک پہ جھم سا
ہالے کے گرد گنبد گردان نثار ہے
چتون سے رعب شیر خدا آشکار ہے

۴۱

کس طرح انکا وصف سراپا کرین رقم
تشبیہ وقت فکر ہو جب کوئی بہم
اجرام چرخ اگرچہ منور ہیں بیش و کم
پر نور حق کو دین نہ تشبیہ ان سے ہم
مہتاب حسن چہرۂ انور سے گرد ہے
کیا ذکر آفتاب کا وہ خود ہی اسعد ہے

۴۲

بازو وہ جسمین زور شجاعت بھرا ہوا
سینہ وہ جسمین علم امامت بھرا ہوا
دل وہ کہ جسمین نور حقیقت بھرا ہوا
تن وہ کہ جسمین حسن رسالت بھرا ہوا
وہ پاؤن جو کہ مسند عزت سے مس ہوئے
مسند کہاں کہ مہر نبوت سے مس ہوئے

۴۳

ہے راہ مین ابھی پسر سرور نجف
فوج عدو مین وان ابھی سے تلاطم ہے ہر طرف
پیچان ہین جسم دب کے جو گرتی ہے صف پہ صف
ہیبت سے چپ ہین بربط و قرنا و طبل و دف
جاذبیم نیکی ہے یلان عراق کی
آتی ہے استخوان سے صدا الفراق کی

۴۴

وقت جہاد دلبر حیدر قریب ہے
خالدون سے فاطمہ کا گل تر قریب ہے
روبہ دلون سے شیر دلاور قریب ہے
لشکر سے ابن فاتح خیبر قریب ہے
ہے کھڑبڑی پڑی دل شیخ و شاب مین
اک تہلکہ ہے لشکر خانہ خراب مین

ع۲

میرا نسب حسب سے ہے آگاہ سب جہان
نانا نبیؐ ہیں باپ علیؑ فاطمہؑ ہیں مان
تھے اک شہید بھائی حسنؑ مصطفیٰ کی جان
جن کو نہ ظلم و جور سے ممکن ہوئی امان
باز آئے دشمنی سے نہ خوف و خطر کیا
انجام کار زہر سے ٹکڑے جگر کیا

ع۳

یہ ذکر ہو رہا تھا کہ آئے شہ انام
گھوڑے کی باگ روک لی اور یہ کیا کلام
پہچانا مجھ کو یا نہیں اے ساکنان شام
میں ہوں حسین سبط رسول فلک مقام
تسکین اگر تمھیں ہو مرے بیان سے
بہر گواہی آئیں ملک آسمان سے

ع۴

پہلے سے کہہ دیا ہے کہ تھا یہ ہمارا کام
لازم ہے سب کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ لیں ان کا مقام
ایسا پڑے گا رن کہ ہلے گی زمین تمام
امید فتح آج کے دن ہے خیال خام
بچالا بھی سے سارے جوان ہیں یہ حال ہے
ابن علی سے عہدہ برآئی محال ہے

ع۵

تھے ہر طرف تو راہ میں سلطان بحر و بر
دی جا کے ایک پیک نے لشکر میں وان خبر
آئے ہیں بہر جنگ شہ دین بہ کر و فر
ایسا ہے رعب و سطوت شاہی کہ الحذر
سینوں میں پیچ اپنے دلوں کو سنبھال لیں
ایسے میں سب نیام سے تیغیں نکال لیں

۱۴۹

بھائی انھیں کا میں بھی ہوں اے قوم اشقیا
دیکھوں سلوک کرتے ہو تم مجھ سے آج کیا
ڈرتا نہیں میں قتل سے آگاہ ہے خدا
پر غم یہ ہے کہ تم ہو غضب حق میں مبتلا
دنیا سے بے بقا سے نہ کچھ فیض پاؤ گے
انجام ہوگا یہ کہ جہنم میں جاؤ گے

۱۵۰

جو دشمنان دین نے دیا شاہ کو جواب
شمہ بیان کروں تو جگر غم سے ہو کباب
برسا کے تیر کین جو بڑھے خانمان خراب
بس آ گیا جلال میں حیدر کا آفتاب
دکھلائی شان غیظ نے قہر آلہ کی
قبضے پہ ہاتھ رکھ کے غضب میں نگاہ کی

۱۵۱

ہے غیظ میں جو حیدر صفدر کا لالہ فام
تھرا رہا ہے خوف سے سر سپاہ شام
دہشت سے بکھرا جاتا ہے لشکر کا انتظام
ڈر ڈر کے پیچھے ہٹتے ہیں مونہہ پھیرے تمام
لرزاں ہیں پہلوان تو زمیں تھرائی ہے
حربوں کے کھڑکھڑانے کی آواز آتی ہے

۱۵۲

آیا ہے وقت لازم شہنشاہ تشنہ کام
برہم ہے طبع غیظ میں ہیں سید انام
الٹے ہیں آستیں کو شہ آسمان مقام
لوٹی ہے مرگ کسے ہیں وغا پر بپا ہے تمام
تیوری چڑھی ہوئی ہے علم ذوالفقار ہے
حکم خدا کا شہ کو فقط انتظار ہے

۵۳

ہو ساقیا پھر آج مے ارغوان کا دور
جس دور کو مٹا نہ سکے آسمان کا دور
ہو جسکے آگے دور زمین ہاے جہان کا دور
ساغر پہ ساغر آج پلا دے کہان کا دور
کچھ بھی نہ دیر جسمین ہو وہ دور دے مجھے
تو مجھسے بس کہے میں کہون اور دے مجھے

۵۴

ہو دھوم میکشون مین کہ آئی بہار پھر
بڑھنے لگی ہوا سے مے خوشگوار پھر
چھایا ہے ابر رحمت پروردگار پھر
کیا دیر ہے اُٹھا طاق سے شیشے اُتار پھر
چین آ سکے دل کو روح کو راحت حصول ہو
جس سے ہو دور سر کی گرانی وہ پھول ہو

۵۵

دے مجھکو جام خیریت انجام ساقیا
ہو جائے تر زبان تو ہے کام ساقیا
ہے آج میکشون مین ترا نام ساقیا
اب شان ہے آفتاب لب بام ساقیا
ایسا غضب ہو کہ کہین دن تمام ہو
دور شراب جم مین ہوے تو شام ہو

۵۶

ساقی عطا ہو آج وہ جام شراب ناب
پیدا ہو جسکے پینے سے کیفیت شباب
چڑھ جائے سر کو جس سے مجھے نشۂ شراب
آتا ہے جس طرح سے بلندی پہ آفتاب
ظلمتکدے مین میں ہون پہ تجلی پسند ہون
ہین آج ان عروج کیون نہ ترقی پسند ہون

۷۵۷

ساقی وہ مے پلا کہ ہو جس کا نشہ کم
کافی ہے میرے واسطے ادنا ترا کرم
جلدی سے پی کے جام ترے چوم کر قدم
ہو جنگ اب شروع اٹھاتا ہوں میں قلم
عرصہ بہت نہیں ہے صفوں کی صفائی میں
آنکھوں کے ساتھ دل بھی لٹے ہیں لڑائی میں

۷۵۸

ساقی ترے کرم سے سبھی منتظر ہیں پر
میرا زیادہ حق ہے کرے غور تو اگر
پشتیں گزر گئی ہیں کہ چھوڑا نہیں یہ در
اس میکدہ میں سب کی ہوئی زندگی بسر
ساقی پلا دے جام شراب نفیس کا
وہ دور ہو مرا جو کبھی تھا انیس کا

۷۵۹

لبریز جو زیادہ ہو ساغر وہ دے مجھے
جس مے کے قدر دان تھے پیر وہ دے مجھے
شائق تھے جسکے بو ذر و قنبر وہ دے مجھے
جس مے کو میں پیوں سر منبر وہ دے مجھے
جس مے کو پی نہ سکتے ہوں سالکن گذشت کے
کھینچا ہو جسکو حوروں نے باغ بہشت کے

۷۶۰

نزدیک وقت جنگ ہے ساقی شراب لا
جلدی بس اب صراحی و ساغر اٹھا کے آ
وہ بجلیاں چمکتی ہیں لشکر ہیں جابجا
ڈھالیں نہیں ہیں چھائی ہوئی ہے سیہ گھٹا
ابتر ہے حال لشکر خانہ خراب کا
بہتر ہے اب تو جام پیوں میں شراب کا

٢٦١

ساقی پلا بس اب کہ یہ وقت خمار ہے
ہے طبع کند نشے کا سرِ دم اُتار ہے
دھو جائے آبِ مے سے جو دل کا غبار ہے
اور اس کے بعد سے کہ نہ شے اختیار ہے
پی لوں تو کھینچ ڈالے نہ صورت خیال کی
کھینچی ہے جنگ ساقیٔ کوثر کے لال کی

٢٦٢

وہ حملہ ور ہوا اسد اللہ کا پسر
وہ کٹ کے گر پڑے صفِ اول کے تن سے سر
وہ دوسری قطار پہ جھپٹا ہزبرِ نر
وہ تیسرا پرا بھی ہوا زیر اور زبر
وہ میمنہ کو تیغ نے بے حال کر دیا
وہ میسرہ کو گھوڑے نے پامال کر دیا

٢٦٣

تلوار ادھر چلی رخش بڑھا اہلِ شر ہٹے
دل سہمے تو جگر سے پہ یکسر ہٹے
ہیبت بڑھی تو فوج کے سب پیچ کر ہٹے
سب مل کے ڈھونڈتے ہوئے راہِ مفر ہٹے
پیدل تو کچھ سوار بھی آگے جاتے تھے
گھوڑے سپر کا منہ پہ دھر بھاگے جاتے تھے

٢٦٤

تلوار قتل فوج کو کرتی ہوئی چلی
خوں میں نہا نہا کے نکھرتی ہوئی چلی
خوشنود شہ ہوں کام وہ کرتی ہوئی چلی
سر تھا اُڑا جدھر یہ گزرتی ہوئی چلی
سر یوں گرا دیے سپر تیرہ بخت کے
جیسے خزاں میں گرتے ہیں پتے درخت کے

۲۶۵

دم بھر میں چار سمت تھے زخمیوں کے ڈھیر
کٹنے میں سیکڑوں کے کچھ بھی ہوئی نہ دیر
زندہ تھے جو وہ زیست سے اپنی ہوئے تھے سیر
رستہ نہ سوجھتا تھا یہ تقدیر کا تھا پھیر
اپنے حواس میں صف بیداد گر نہ تھی
کیا سر پہ ہو رہا ہے تنوں کو خبر نہ تھی

۲۶۶

کٹ کٹ کے گر رہے تھے جفا جو ادھر ادھر
جل جل کے تن بدلتے تھے پہلو ادھر ادھر
ڈر ڈر کے دیکھتے تھے سیہ رو ادھر ادھر
دب دب کے بھاگے جاتے تھے بدخو ادھر ادھر
تھا قول اجل کا منہ کو کہاں تک چھپاؤ گے
کہتی تھی تیغ مجھ سے کدھر بچ کے جاؤ گے

۲۶۷

آفت بپا ہے کون بھلا کس کی لے خبر
کہتے ہیں ہو زباں تو کوئی جا کے دے خبر
باقی ہو کچھ بھی عقل اگر تو رہے خبر
بیہوش ابن سعد ہے اور شمر بے خبر
کام اپنا منشیان سپہ کار کرتے ہیں
لشکر کا خاتمہ ہے یہ پرچے گزرتے ہیں

۲۶۸

ہوش اُڑ گئے سپاہ کے کوندی جو ذوالفقار
تھرائی یوں زمین کہ ہلا چرخ کج مدار
سیماب کی طرح نہ دلوں کو رہا قرار
آثار حشر کے ہوئے مقتل میں آشکار
شمشیر نے چڑھا جو لیا آستین کو
سکتہ فلک کو ہو گیا جنبش زمین کو

۶۹

تھم تھم کے مثل برق صفوں پر چلی وہ تیغ
قصر بدن گرا کے اُٹھا کر چلی وہ تیغ
سوئے عمر کبھی طرف سر چلی وہ تیغ
لبریز کر کے عمر کا ساغر چلی وہ تیغ
اُتری اِدھر گلے سے کہ قصہ تمام تھا
تلوار تھی کہ زہر ہلاہل کا جام تھا

۷۰

کھا کھا کے زخم تیغ جری فتنہ گر گرے
اولوں کی طرح شعلہ باز فوج کے سر گرے
بازو زمیں پہ کٹ کے اِدھر اور اُدھر گرے
منھ سے اُگل اُگل کے لہو ہاں شتر گرے
حملوں نے اس دلیر کی تیغ سب بیٹھ گئے
جو بھاگ کر چلے وہ نگاہوں سے گر گئے

۷۱

چلتا ہی اس سے زور کسی کا نہ مکر و زور
جو سورما ہیں وہ کر رہے ہیں جنگ میں قصور
اس کی برش سے بھاگ گئے ہیں دور کے دور
غرّہ وہ اب ہے جنگ کا سر میں نہ وہ غرور
پیوند خاک سرکش و مغرور ہو گئے
نخوت سمیت کاسۂ سر چور ہو گئے

۷۲

بڑھتے ہیں جس طرف شہ دیں بہر کارزار
ہوتا ہے حشر لشکر اعدا میں آشکار
کہتے ہیں بھاگ بھاگ کے نامرد و بد شعار
ہم لوگ توبہ کرتے ہیں یا شاہ نامدار
دینا سزا ہے سخت جو لڑنے کو ہم بڑھیں
سر کاٹ ڈالنا جو ہم آگے قدم بڑھیں

۷۳

تلوار چمکی سپہ تمن دل سن سے ہو گئے
جھپکی جو آنکھ فرق جدا تن سے ہو گئے
تسمے الگ سواروں کی گردن سے ہو گئے
پیدل مثال ریگ رواں رن سے ہو گئے
حالت ہر ایک بانیِ شر کی زبون ہو گئی
خون اسقدر اڑا کہ زمین لالہ گون ہو گئی

۷۴

چھوڑا غضب میں آکے کسی پال تیر پہ ہاتھ
مارا کسی کے سر کو بنا کر کمر کا ہاتھ
چمکی کمر پہ تیغ پڑا جا کے سر پہ ہاتھ
سیدھا چلا جو سر سے تو پہونچا کمر پہ ہاتھ
دھبہ لگا نہ خون کا گو جسم صاف میں
بڑھتی ہوئی گلے سے اتر آئی ناف میں

۷۵

وہ دھار شکل موم پگھلتا ہے جس سے سنگ
پونچھا جو موج کھاتی ہے لوہا جیسے زنگ
ایسی چلا ہے تن پہ کہ ہو آئینہ بھی دنگ
تیزی وہ ہے کہ کٹتا ہے جس سے لہو کا رنگ
جینے سے فتح شام کے دل نا امید ہیں
خون تن کا گھٹ گیا ہے وہ چہرے سپید ہیں

۷۶

وہ بانکپن وہ تیغ درخشاں کی آن بان
چلنے سے پہلے تن سے دکھاتی ہے اپنی شان
وہ حسن ہے کہ لاکھوں کی جاتی ہے جسم جان
بچتا نہ کس طرح سے کہ ہے جسم دھان پان
معشوق تیغ ادا کی طرح ناز نین پہ ہے
اتنا ہی دل بھی سخت ہے جتنی حسین ہے

۳۷

دل دوز و دل گداز و دل آزار و دل ربا
سج دھج نرالی چال انوکھی نئی ادا
جس سے تجلی ہو آئینہ اس طرح کی جلا
کھینچے اگر تو قبضے سے مل جائے پھیلا
اسکی چمک سے موت بھی آنکھیں میں میچ لے
سو بار اسے کمر سے سپاہی لپیٹ لے

۳۸

کیا کیا کیے ہیں عہد رسالت میں اس نے کام
اکثر ظفر بہ مومنین کیا اس سے انتظام
قہر سے اسکی مرحب و عنتر ہوئے تمام
تھی نامور از دست یداللہ میں مدام
آخر یہ جو بچی ہے تو ہے مرتضی کے پاس
آئی خدا کے پاس سے دست خدا کے پاس

۳۹

اللہ ری آبداری تیغ ید اللّٰہی
چمکی جہاں یہ خون کی ندی وہاں بہی
مرحب سے پہلواں نے جو چوٹ اسکی اک سہی
برسوں یہ تیغ دست یداللہ میں رہی
جن کاٹتے ہیں جس سے یہ وہ بیدریغ ہے
دھوتی تھیں جنکو بنت نبی یہ وہ تیغ ہے

۴۰

رعب امام دین سے نہیں ہیں بجا حواس
دریا کی طرف کو بھاگے ہیں پیاسے ادھر پاس
چھایا ہوا ہے فوج بد انداز پر ہراس
یہ حشر میں نہیں ہے کسی کو کسی کا پاس
زخمی جدھر ہیں کوئی ادھر دیکھتا نہیں
بیٹا پلٹ کے حال پدر دیکھتا نہیں

۵۸۱

گرتی ہے برق جسم فنا ہوتے جاتے ہیں
ہنگامے ہر طرف کو بپا ہوتے جاتے ہیں
سردار فوج بے سر و پا ہوتے جاتے ہیں
سر تن سے تن سروں سے جدا ہوتے جاتے ہیں
مشکل ہے جاں بری کہ ہے قید طلسم سے
روحیں الجھ الجھ کے نکلتی ہیں جسم سے

۵۸۲

پیوند خاک اہل دغل ہوتے جاتے ہیں
بے سر سیاہ شام کے پیل ہوتے جاتے ہیں
خوں تن سے بہتا جاتا ہے شل ہوتے جاتے ہیں
اچھے بھلے سپرد اجل ہوتے جاتے ہیں
ملاعین خوف کی جو کلیجوں پہ چلتی ہیں
بے زخم کھائے جسم سے روحیں نکلتی ہیں

۵۸۳

مرعوب اہل ظلم و ستم ہوتے جاتے ہیں
بڑھتا ہے خوف نور جو کم ہوتے جاتے ہیں
آتے ہیں تیر جو وہ قلم ہوتے جاتے ہیں
تن پر خط شکست رقم ہوتے جاتے ہیں
لیتی ہے جائزہ جو اجل فوج شام کا
ملتا نہیں نشان بھی دفتر میں نام کا

۵۸۴

اک تہلکہ ہے فوج مخالف میں ہر طرف
برپا ہے حشر ٹوٹی جاتی ہے صف پہ صف
بھائی سے بھائی دو دو پدر سے جدا خلف
لشکر تمام تیر ملامت کا ہے ہدف
خم گردنیں ہیں پیر زمیں گیر کی طرح
چپکے کھڑے ہیں خوف سے تصویر کی طرح

۱۸۵

اک غل ہے فوج کین میں کہ مارو نکل چلو
اے بیدلو دوان ہو سوارو نکل چلو
گھوڑے دوان کو اے تیغ چیان مارو نکل چلو
ہو اب بھی خیر عقل نہ ہارو نکل چلو
زندہ ہی بچ گئے تو یہ شان پھر کہاں
ممکن ہے نوکری تو بہت جان پھر کہاں

۱۸۶

اللہ ری ضرب اکبر دوش رسول رب
گھوڑے بھگائے ہیں سواران بے ادب
کہتے ہیں باگ روک کے یہ شاہ تشنہ لب
دیکھی جدال و حرب شاہنشہ عرب
تنہا سے اب تو بھاگ چلے کھیت پڑ چکا
کیوں بدحواس ہوتے ہو ابھی تیغ پڑ چکا

۱۸۷

قوت تمھاری دیکھ لی ہمت بھی دیکھ لی
آگے قدم نہ بڑھ سکے جرأت بھی دیکھ لی
بالائے خاک لاشوں کی کثرت بھی دیکھ لی
تم نے ہمارے گھر کی شجاعت بھی دیکھ لی
پیاسے سے جنگ کی زر و انعام کے لیے
اب وہ کرو کہ آئے ہو جس کام کے لیے

۱۸۸

موجود سر کٹانے کو یہ تشنہ لب ہے آؤ
تیغیں لگاؤ برچھیاں مارو تبر لگاؤ
منظور جس قدر ہو ستانا مجھے ستاؤ
بھالا لگا کے خاک پہ رہوار سے گراؤ
ایذا دو روح پاک رسول مجید کو
نیزے پہ رکھ کے بھیج دو یہ سر یزید کو

قطعہ

لاشے کو پائمال کرو گھر کو لوٹ لو
ناموسِ مرتضیٰ و پیمبر کو لوٹ لو
خیمہ جلا دو خانۂ حیدر کو لوٹ لو
کہنہ لباسِ بیکس و مضطر کو لوٹ لو
مٹی بھی دو نہ میرے تنِ پاش پاش کو
بے دفن چھوڑ جاؤ مسافر کی لاش کو

رباعی

دامن غمِ شہ میں بھگونے والے
بیکس کے الم میں جان کھونے والے
کچھ دور نہیں ہے دیکھ لینا انھیں کل
ہنستے اُٹھیں گے شہ کے رونے والے

رباعی

گر آتشِ رشک کی فراوانی ہے
دریائے خوشی اپنا طوفانی ہے
بجھ جائے گا شعلۂ حسد بھی فوراً
ہے آگ اُدھر اور اِدھر پانی ہے

سلام

جُز محمد کس کا یہ پیشِ خدا اعزاز ہے
کس نبی کا عرشِ خالق فرش پا انداز ہے

غش ہوں موسیٰ، جل اُٹھے طور اس میں کوئی راز ہے
لن ترانی کی صدا بھی ورنہ اک آواز ہے

دیکھیے ہم سے گنہگاروں کا کیا انجام ہو
ایک رحمت ہے خدا کی ہم کو جس پر ناز ہے

دل نبی کا بول اُٹھا سُن کر صدائے لاتخف
ہم سُنا کرتے تھے جو، یہ تو وہی آواز ہے

۱

ہمیشہ چرخ کہن رنگ نو دکھاتا ہے
کہ ہر گھڑی یہ نیا ایک گل کھلاتا ہے
عروج کب کسی انساں کا اس کو بھاتا ہے
سروں پہ طرفہ بلائیں یہ چن کے لاتا ہے
سوائے دشمن جاں دوست کب کسی کا ہے
غرضکہ اس کا سدا سے یہی طریقا ہے

۲

وہ کون ہے نہیں کی جس پہ چرخ نے بیداد
رہا نہ کوئی کبھی اس کے دور میں دل شاد
نہیں ہے رحم کی خو جس میں یہ وہ ہے جلاد
ستم کسی پہ ہوا اور بر آئی اس کی مراد
نہ پیر سینہ کو چھوڑا ہے نہ جوانوں کو
چھڑایا ماؤں کی گودی سے بے زبانوں کو

۳

نہ کیوں فلک کی کجی سے کریں ہم اندیشہ
دغا سے اس کا بھرا ہے ہر ایک رگ ریشہ
نہال عمر بشر کو ہے آسمان تیشہ
شعار اس کا ستم ہے تو ہے جفا پیشہ
کبھی یہ ظلم و ستم ہے یہ اس کی خواہش ہے
اسی خیال میں دن رات اس کی گردش ہے

۴

اسی کی گردشوں نے گھر کے گھر کیے تاراج
جہاں میں اس نے کیا ظلم ناروا کا رواج
جفائیں کر کے یہ خوش ہے یہ خاص اس کا مزاج
سوا خدا کے نہیں اس کی دشمنی کا علاج
طرح طرح کے ستم گو فلک دکھاتا ہے
مگر وہ اپنے کرم سے ہمیں بچاتا ہے

۴۵

نہیں ہے اور مددگار کوئی اُس کے سوا
وہ دکھ میں کرتا ہے توفیقِ صبر ہم کو عطا
اگر وہ رشتۂ اُلفت نہ قطع کر دیتا
تو غم میں ایک کے ہو جاتا دوسرا بھی فنا
دلوں سے صدمۂ فرقت نہ عمر بھر جاتا
جہاں میں ایک کے مرتے ہی ایک مر جاتا!

۴۶

ازل سے جور و ستم کا ہے آسماں خوگر
مٹاتا جاتا ہے نام آوروں کو چُن چُن کر
مثالِ آسیہ پھرتا ہے جو فلک سر پر
ہمیں کو پیستا ہے اُسکی گردشوں کا اثر
رُلا رُلا کے یہ ظالم ہلاک کرتا ہے
ملا کے خاک میں ہم کو بھی خاک کرتا ہے

۴۷

ابھی کا ذکر ہے یاد آپ کو بھی ہو گا ضرور
گئے جہان سے کس طرح عارفِ مغفور
چلے تھے پڑھنے کو وہ مجلسِ امامِ غیور
کہ ناگہاں اجل آنے سے ہو گئے مجبور
دل و جگر میں خدنگِ ملال بیٹھ گئے
اُٹھا جو درد کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے

۴۸

افاقہ اس مرضِ سخت سے ہوا بھی نہ تھا
کہ ایک دوست کو فوراً خدا نے بھیج دیا
سنبھالا بڑھ کے اُنھوں نے یہ حال جب دیکھا
وہیں تھا ایک مطب اُن کو لے گئے اُس جا
تمام جسم تھا ڈوبا ہوا پسینے میں
مزاج پوچھا تو بتلایا درد سینے میں

۹

کسی نے جا کے اس آفت کی کر دی گھر میں خبر
یہ سُن کے دوڑ کے سب آئے با دلِ مضطر
کلیجے ہل گئے کی اُن کے حال پر جو نظر
یہ دیکھا اب کوئی دم میں ہے سوئے خلد سفر
لگی وہ چوٹ کہ دل بے قرار ہونے لگا
ہر ایک پھیر کے منہ چپکے چپکے رونے لگا

۱۰

ذرا سی دیر میں تھوڑی بہت دوا بھی کی
مگر سکوں نہ ہوا جس قدر بھی کوشش کی
مکاں پہ لیکے چلیں سب کی رائے یہ ٹھہری
کہا جو اُن سے کہ چلیے کہا تمہاری خوشی
اٹھائے کوئی کیا رنج نہ ایسی باتوں پر
وہ اٹھ کھڑے ہوئے خود زور دے کے پاؤں پر

۱۱

چلے بھی اُٹھ کے قدم بھی بڑھا کے آگے رکھا
ہوا وہ درد مگر جس سے زور چل نہ سکا
زبان بند ہوئی ڈھل کے رہ گیا منہ کا
نہ پاؤں دوسرا لیکن جگہ سے اپنی ہلا
تعلق اگرچہ کچھ یہاں زیست میں تھا
قدم تھا ایک یہاں دوسرا بہشت میں تھا

۱۲

اگرچہ موت نے چھلکا دیا حیات کا جام
مگر رہے گا دلوں میں خیال اُن کا مدام
کبھی نہ صفحۂ ہستی سے مٹنے پائیگا نام
ہمیشہ یاد دلائیگا نیکی اُن کا کلام
مثالِ دعبل و حسان رہے گا نام اُن کا
کہ مجلسوں میں پڑھا جائیگا کلام اُن کا

۱۳

کروں صفاتِ حمیدہ کو اُن کی کیا میں رقم
کہ تھے وہ ذاکر و مداحِ سرورِ عالم
صلا ہو مدح سرائی کا جنکی باغِ ارم
لئے ہوں حلقہ میں حوریں یہ ہو خدا کا کرم
پھر اُنکے باب میں کیا کوئی امتیاز کرے
کہ جنکے پاؤں کے نیچے بہشت ناز کرے

۱۴

سُنا ہے آپ نے آلِ مدح خواں کا جنکا حال
درود پڑھ کے مراتب پہ اُنکے کیجے خیال
وہ کون ابنِ امیرِ نجف رسولؐ کا لال
کہ جن کے لطف و کرم سے جہاں ہے مالا مال
جنھوں نے ہر غم و ہم میں مدد ہماری کی
کہ جس نے نار سے اُمت کی رستگاری کی

۱۵

یہ وہ ہیں کرتے ہیں مشکل میں سب کی جو امداد
اطاعت انکی بشر کیلئے خدا کی ہے یاد
وہ حکم حق ہے کیا ہے انھوں نے جو ارشاد
انھیں کے واسطے دنیا خدا نے کی آباد
چلے پھرے یہ جہاں پر جگہ وہ عرش ہوئی
انھیں کے واسطے ساری زمین فرش ہوئی

۱۶

یہ وہ ہیں پایا ہے جن سے ہر ایک نے اسلام
یہ وہ ہیں جن پہ ہوئیں نعمتیں خدا کی تمام
یہ وہ ہیں جن کو ملا تحفۂ درود و سلام
یہ وہ ہیں عرش پہ جن سے کیا ہے حق نے کلام
خدا بلا کے کسی کے لئے یہ طور بھی تھا
سوائے بیچ میں پردے کے کوئی اور بھی تھا

۱۷

یہ جن کے واسطے بالائے عرش ہو ساماں
اُنھیں کے باغ پہ آجائے کربلا میں خزاں
عجب نہیں ہے سرِ شبیرؑ ہو بروئے سناں
نہ پھر بھی درہم و برہم ہو انتظامِ جہاں
فلک نہ پھٹ کے گرے اور نہ آفت آجائے
نہ اپنے وقت سے پہلے قیامت آجائے

۱۸

کہاں وہ دشتِ بلا اور کہاں شہِ صفدر
کہاں وہ گرم ہوا اور کہاں علی کا پسر
کڑی وہ دھوپ ہے جس سے کہ موم ہو پتھر
غضب تو یہ ہے کہ بچے بھی ساتھ ہیں اکثر
حرم بہت شہِ مشرقین پیاسے ہیں
جہاں میں آگ لگی ہے حسین پیاسے ہیں

۱۹

بیان کیجیے کیا حال گرمیِ عاشور
زمیں جل رہی تھی کربلا کی مثلِ تنور
کیا فلک پہ بخاراتِ ارض نے جو عبور
ہوا شعاع کی چلمن میں مہر بھی مستور
اُداسی چھا گئی رنگِ جہاں بدلنے لگا
یہ دوپہر کی تپش تھی کہ دن بھی ڈھلنے لگا

۲۰

اثر سے دھوپ کے صحرا کی تھی زمیں بھی سخت
پہاڑ خشکی سے پھٹ پھٹ کے ہو گئے تھے دو لخت
ہوائے گرم سے جھونکوں سے پتیاں تھیں کرخت
نہ شاخیں جھکتی تھیں سوکھے تھے سطح سے درخت
تمام اوج ہوا گرم تھا زمیں کی طرح
بگولے دشت کے تھے دیو آتشیں کی طرح

۲۱

فلک سے آگ برستی تھی رن میں سر تا سر
نہ چین تھا کسی ذی روح کو کہیں دم بھر
زمیں تھی ایسی کہ رکتی تھی سانس رہ رہ کر
غبارِ دشتِ بلا تھا کہ آتشیں چادر
مثالِ تابۂ آہن زمین جلتی تھی
کہ دن کو دھوپ میں ذروں کی لو نکلتی تھی

۲۲

طپش سے کھولا تھا آبِ فرات بھی یکسر
تھی نہر یا تھی زمیں کی جبیں پسینے سے تر
ذرا نہ تہ سے ابھرتی تھیں مچھلیاں اوپر
کلیجہ پھٹتا تھا پانی کا پڑتا تھا جو بھنور
وہ حال اب نہیں دریا کی بھی روانی کا
نہ ٹپکی بوند جو دامن نچوڑا پانی کا

۲۳

بس اب ہیں پیشِ نظر واقعاتِ سبطِ رسول
وہ ریگِ گرم وہ تن اور فاطمہ کے وہ پھول
سنیں گے آپ بھی دل سے اگر تو ہوں گے ملول
زیادہ حد سے بیاں میں ہوئے نہ پائے گا طول
ہوا جو قلب پہ غم کا وفور نکلیں گے
مجھے یقین ہے کہ آنسو ضرور نکلیں گے

۲۴

بیانِ معرکۂ کربلا کو سنیے تو
یزیدِ نحس کے جور و جفا کو سنیے تو
ملالِ خامسِ آلِ عبا کو سنیے تو
دیے ہیں دکھ جو رسولِ خدا کو سنیے تو
یہاں جو اشک بہائے گا حالِ سرور میں
اٹھے گا ہنستا ہوا وہ لحد سے محشر میں

۲۵

رقم یہ کرتے ہیں اب ناقلانِ قصۂ غم
ہوئے جو واردِ دشتِ بلا شہِ عالم
یہ سب کے پیارے ہوا میہماں پہ ظلم و ستم
کہ بیٹھنے پائے قریں نہر کے نہ شاہِ امم
دیا تھا حق نے جسے اختیار گیتی پر
وہ خیمہ زن ہوا مجبور ہو کے ریتی پر

نہ پائی ہاتھوں سے اُن ظالموں کے شہ نے اماں
کیا شریروں نے ہفتم سے بند آبِ رواں
دہم کو ماہِ محرم کی یہ ہوا ساماں
کہ تا بہ ظہر لڑے ناصرانِ شاہِ زماں
کسی سے جنگ و جدل میں کبھی نہ کم نکلے
قدم پہ شاہ کے سر رکھ کے تن سے دم نکلے

۲۷

پھر اُن کے بعد عزیزوں کی نوبت آ گئی آہ
لڑے یہ ایسے کہ مانگی ستمگروں نے پناہ
وہ کون تھا نہیں ڈھونڈھی تھی جس نے امن کی راہ
انھیں کی تیغیں تھیں خود انکی جرأتوں کی گواہ
نشانِ رعب و جلالت کے ساتھ ساتھ رہے
کٹے تھے وقت بھی قبضوں پہ اُنکے ہاتھ رہے

۲۸

ہوئے عزیز بھی جب ہم شہیدِ راہِ خدا
علی کے لال پہ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا
وہ بھائی مر گیا جس کا جہاں میں مثل نہ تھا
چھٹا وہ لال کہ جو تھا شبیہ حیدر ورا
یہ ماہ وہ تھا کہ سب گھر کا جو اُجالا تھا
کہ جس کو بنتِ امیرِ عرب نے پالا تھا

۲۹

عجیب حال میں ہیں مبتلا شہِ صفدر
تمام جسم میں رعشہ ہے جھک گئی ہے کمر
پسر کی لاش کو تکتے ہیں با دلِ مضطر
لبوں پہ آہ ہے سینے کے زخم پہ ہے نظر
کلیجہ تھامے ہیں شہ مشرقین روتے ہیں
فلک بھی کانپتے ہیں یوں حسینؑ روتے ہیں

۳۰

صدا یہ دیتے ہیں بیٹے کو سیدِ والا
اٹھو زمیں سے مری جان حسین تم پہ فدا
پھوپھی کا حال تو دیکھو او جا کے گھر میں ذرا
تمہارے غم سے نہیں ہیں اس کے ہوش بجا
یہ جیسا حال ہو کیا اس کے دل کو کل آئے
کہیں الٹ کے نہ پردہ پھوپھی نکل آئے

۳۱

یہ کہہ کے بیٹے کی میت کو با دلِ پُرغم
حسین لے کے ہوئے واں سے آئے سوئے حرم
گئے جو خیمۂ اقدس میں بادشاہِ امم
یہ دیکھا آلِ محمد میں ہے بپا ماتم
وفورِ غم کا پتا صورتوں سے ملتا ہے
دھڑا دھڑی کا ہے ماتم کہ خیمہ ہلتا ہے

۳۲

خصوص بنتِ علی کا بہت ہے حال تباہ
کلیجہ پکڑے ہیں ہاتھوں سے اور لب پہ ہے آہ
یہ حال دیکھ کے کہنے لگے شہِ ذیجاہ
نہ اس طرح سے کرو شیون و بکا للہ
نتیجہ کوئی نہیں اپنی جان کھونے سے
حسین بچ نہیں سکتا تمہارے رونے سے

۳۳

کہا یہ زینبِ بیکس نے رو کے اے بھائی
جوان مر گئے اکبر مجھے نہ موت آئی
اسی کے واسطے تقدیر گھر سے یاں لائی
کہ غم اُٹھانے کو جیتی ہے یہ ماں جائی
سوائے صبر نہ پہلے تھا کچھ نہ اب کچھ ہے
جہاں میں آپ سلامت ہیں تو سب کچھ ہے

۳۴

کہا حسین نے ہمشیر سے کہ اے زینب
ہمارا زور ہے کیا اُس میں جو ہے مرضیِ رب
سب اُس کے بندے ہیں چاہے جسے کرے وہ طلب
سوائے شکر شکایت سے آشنا ہوں نہ لب
کسی کے غم میں نہ تڑپے نہ اشکبار رہے
اسی کے رحم کا ہر دم امیدوار رہے

۳۵

یہ کہہ رہے تھے بہن سے امامِ عرش پناہ
کہ دفعتاً یہ سنی شاہ نے صدا جانکاہ
میں کیا کروں یہ بتا دے مجھے کوئی للہ
تباہ ہونے کو گھر سے یہاں میں آئی تھی آہ
اجل کی نذر مرا لالہ فام ہوتا ہے
ارے میں لُٹتی ہوں اصغر تمام ہوتا ہے

۳۶

صدا یہ سنتے ہی بیتاب ہو گئے سرور
چلے جگر کو سنبھالے ہوئے حسین اُدھر
قریب جھولے کے پہنچے جو ہیں شہِ صفدر
یہ دیکھا ہچکیاں لیتے ہیں پیاس سے اصغر
کلیجہ پھٹتا ہے صورت اداس ایسی ہے
پڑی ہیں پپڑیاں ہونٹوں پہ پیاس ایسی ہے

۳۷

حسینؑ دیکھ کے یہ حال ہو گئے بیتاب
کیا ارادہ کہ جھولے سے انکو لیں شتاب
قریب آ کے یہ کہنے لگیں جناب رباب
حضور نہر سے کر دیں ذرا اسے سیراب
جو ایک چلو سے پیاس اسکی بجھ نہ جائیگی
پھر اپنے بچے کو یہ غمزدہ نہ پائے گی

۳۸

کہا حسینؑ نے بہتر ہے لاؤ انکو یہاں
میں جاؤں لے کے اسے جانب سپاہ گراں
پہنچ کے بڑھ گئی رونق ہوئی وہ سوختہ جاں
اٹھا کے گود میں جھولے سے انکو لائی جہاں
صدا کو سنکے ذرا بھی نہ پھر رکے اصغر
ہمک کے باپ کے پاس آنے کو بڑھے اصغر

۳۹

لیا حسینؑ نے گودی میں جھک کے آہستہ
عبا اڑھا کے چلے گھر سے سیّد والا
قریب آ کے سکینہ نے شاہ دیں سے کہا
کہاں حضور کی گودی میں جاتے ہیں بھیا
یہ انکا حال ہے کسکو دکھانے جاتے ہیں
کہا حسینؑ نے پانی پلانے جاتے ہیں

۴۰

یہ سنکے بھائی کے پاس آ کے بولی وہ ناداں
تمہاری تشنہ دہانی کے یہ بہن قرباں
زیادہ راہ نہ دکھلانا تم کہیں مری جاں
جو خالی دیکھیں گی جھولا تو روئیں گی اماں
نہ پھر یہ چاند سی صورت دکھاؤ گے جبتک
کھڑی رہیں گی وہ در پر نہ آؤ گے جبتک

۴۱

تمھارے جانے سے کیونکر نہ ہو پریشانی
وہاں پہ جاؤ جہاں سب ہیں ظلم کے بانی
ہمیں بھی پیاس کی ہے تین دن سے طغیانی
ذرا سا ہم کو بھی دینا اگر ملے پانی
تمھارے جانے سے گھر بھر میں اُداسی ہے
خیال رکھنا سکینہ بہن بھی پیاسی ہے

۴۲

لیے ہوئے علی اصغر کو شہ چلے باہر
نکل کے خیمے سے آئے قریب لشکر شر
کہا پہونچ کے بلندی پہ پھر بہ دیدۂ تر
امیر فوج کو کرے کوئی یہ جا کے خبر
نہ کر غرور یہ جور و ستم کہ مرنا ہے
ذرا حسین کو کچھ تجھ سے بات کرنا ہے

۴۳

کسی نے دی پسر سعد کو یہ جا کے خبر
کہ تجھ کو رن میں بلاتے ہیں سبطِ پیغمبر
یہ سن کے اپنی جگہ سے چلا وہ بانیِ شر
برابر اپنے چپ و راست تھے کئی افسر
یہ خود نمائی کا سودا تھا سر میں خود سر کے
لگا تھا چتر زری فرق پر ستمگر کے

۴۴

پہونچ کے فوج میں آئی جو وہ شریروں کا
کہا حسینؑ نے سن غور سے میں کہتا ہوں کیا
مرا پسر بھی چھ مہینے کا اک ہے ماہ لقا
کہ جس نے پانی کئی روز سے نہیں پایا
سبب حیات کا ہو جائے نیم جاں کیلئے
جو پانی تھوڑا سا بھجوا دے بے زباں کیلئے

۴۵

ملا نہ جب بن سعد لعیں سے کوئی جواب
فلک کو دیکھ کے چُپ ہو رہا وہ عرش جناب
تڑپ کے اصغرِ ناداں نے پھر کہا یہ شتاب
کہ تم کبھی نہ مانگو اب آپ ان یزیدیوں سے آب
کہو اشارے سے احمد کا میں نواسا ہوں
زبان دکھا دو کہ سولہ پہر سے پیاسا ہوں

۴۶

یہ کہہ کے ہاتھوں کو شبیر نے بلند کیا
تمام فوج نے اصغر کے حال کو دیکھا
شقی وہ سب تھے مگر پھر بھی ضبط ہو نہ سکا
بگڑ کے بعضوں نے دی ابن سعد کو یہ صدا
یہ ظلم بچے پہ کرتا ہے کیا قیامت ہے
نہ پانی بھیجے گا اب بھی تو پھر قباحت ہے

۴۷

دغا سے اُن کو دیا ابن سعد نے یہ جواب
کہ سچ ہے پیاس سے اس طفل کا ہے حال خراب
خدا کو علم ہے کب سے اسے ملا نہیں آب
مگر ابھی میں کیے دیتا ہوں اسے سیراب
خوشی تمھاری ہو جس میں وہ کام ہو جائے
پلا دوں پانی کہ قصہ تمام ہو جائے

۴۸

پلٹ کے پھر بن کاہل سے بولا بانیِ جور
کہ تو کھڑا ہوا کیا اپنے دل میں کرتا ہے غور
حسین سخت جگر ہے نبی کا یا کوئی اور
بس اب کلام شہِ دیں کو قطع کر فی الفور
اثر سے اس کے سخن کے نہ جانے کیا ہو
مجھے یہ خوف ہے فتنہ کہیں نہ برپا ہو

۴۹

کماں کو لے کے ہوا لعیں سن خطا پہ شریر
فلک سے آئی صدا کیا یہ کرتا ہے بے پیر
نشانہ بندھ گیا اڑ کی کماں رہا ہوا تیر
چلا جو سن سے وہ ناوک جھپاک گیا بے شیر
گلا وہ ننھا سا پیکاں سے کٹ گیا ہے ہے
تڑپ کے ہاتھوں پہ بچہ الٹ گیا ہے ہے

۵۰

کہا حسینؑ نے ہے ہے مرا علی اصغرؑ
ہوئی یہ ننھے سے سن میں جفا علی اصغرؑ
یہ تیر اور یہ سوکھا گلا علی اصغرؑ
تمہاری ماں سے کہوں جا کے کیا علی اصغرؑ
عجب نہیں ہے جو وہ بے حواس پھرتی ہو
تمہارے جھولے کے وہ آس پاس پھرتی ہو

۵۱

یہ کہہ کے جسم کو پھر حسینؑ نے دیکھا
کلیجہ ہل گیا رونے لگے امام ہدا
اسی طرح سے جو گردن میں تھا وہ تیر جفا
سرے کو تھام کے آہستہ شہ نے کھینچ لیا
رگوں کو کاٹ کے وہ ناوک ستم نکلا
پدر کے ہاتھوں پہ اصغرؑ کا تن سے دم نکلا

۵۲

چلے امام امم لے کے لاشۂ اصغرؑ
پسند کر کے لحد کی جگہ بہ دیدۂ تر
بنائی چھوٹی سی اک قبر بادلِ مضطر
سپرد کر کے تہِ خاک اپنا لختِ جگر
لحد کے پاس شہِ مشرقین بیٹھ گئے
زمین کو سونپ کے لاشہ حسینؑ بیٹھ گئے

۵۳

جگر کو تھام کے ہاتھوں سے شہ نے پھر یہ کہا
تمہاری ننھی سی تربت پہ یہ پدر ہو فدا
نماز عصر کا وقت آ گیا ہے اے بیٹا
حسینؑ جاتا ہے ملنے حرم سے گھر میں ذرا
قریں ہے وقت اجل سر کٹانے جاتے ہیں
تمہارے پاس کوئی دم میں ہم بھی آتے ہیں

۵۴

یہ کہہ کے تربت بے شیر سے اٹھے سرور
سوئے خیام حرم آئے شاہ تشنہ جگر
گئے جو خیمہ میں روتے ہوئے شہ صفدر
یہ دیکھا حال کہ ہیں بیبیاں بہت مضطر
کھلے ہیں بال سر و نگے لبوں پہ آہیں ہیں
رخوں پہ خاک ہے سوئے فلک نگاہیں ہیں

۵۵

یہ دیکھا حال تو خود رو دیے شہ صفدر
قریں حسینؑ کے زینب آ گئیں بڑھ کر
یہ بولیں شاہ سے گھبرا کے بانوئے مضطر
بتائیے مجھے للہ ہیں کہاں اصغرؑ
وہ پانی پینے سے خوش ہیں کہ اب بھی پیاسے ہیں
کہا حسینؑ نے اصغرؑ لحد میں سوتے ہیں

۵۶

جہاں سے کرتے ہیں ہم بھی سفر خدا حافظ
اب آ کے بیٹھے گا نہ یہ تشنہ جگر خدا حافظ
کٹے گا پیاس میں خنجر سے سر خدا حافظ
بہن! تمہارے حوالے ہے گھر، خدا حافظ
نہ پھر کے آئیں گے رن سے یہ بات ظاہر ہے
حسینؑ کا یہ سبھوں کو سلام آخر ہے

۵۷

نکل کے حلقۂ اہلِ حرم سے شاہ چلے
سبھوں سے مل کے امامِ فلک پناہ چلے
حرم رسول کے پیچھے بہ اشک و آہ چلے
ہر اک یہ کہتے ہوئے یاس کی نگاہ چلے
ٹھہر کے روتے تھے گہ دل پہ جبر کرتے تھے
کبھی امامِ اُمم حُسنِ صبر کرتے تھے

۵۸

محل سرا سے جو نکلے امامِ عرش وقار
یہ دیکھا ڈیوڑھی پہ کوئی نہیں بجز رہوار
فرس سے بڑھ کے یہ کہنے لگے شہِ ابرار
یہ آخری ہے سواری مری ذرا ہشیار
چلا ہوں واں کہ جہاں کی خبر نہ آئے گی
اب آج سے تجھے تکلیف دی نہ جائے گی

۵۹

یہ کہہ کے پشتِ فرس پر چڑھے امامِ زمن
کئے درست قبا کے حسین نے دامن
ضیا سے رخ کی فلک یک بیک ہوا روشن
زمیں کا عکس قدم سے اُبل پڑا جوبن
ضیائے پائے شہِ دیں جو پاتے ہیں ذرے
چمک کے مہر کو آنکھیں دکھاتے ہیں ذرے

۶۰

اشارہ شاہِ اُمم نے کیا فرس سے کہاں
چلا سمند بشتاب رو سوئے سپاہِ گراں
سمٹ کے اُڑ گیا یاں سے وہاں، ہاں سے وہاں
وہ سب کھڑے کے کھڑے رہ گئے جھپکتے پلک
کسی نگاہ کو اتنی سی بھی نظر نہ ہوئی
پھرا وہ آنکھوں میں پھر بھی ذرا خبر نہ ہوئی

۲۶۱

جھلک ہو کیا بات کی جس سے بے مثال وہ چال
پری کا جب سے نکیلا ہے پھری چلی وہ چال
کہ جس میں جوڑ دے ہے دل جب سے نہال وہ چال
کبھی جو جب سے چلی آسماں کی چال وہ چال
وہ بس کے کا وہ دل میں جب آ گیا اسیر ہوا
سمٹ کے لطف پہ پکار چرخ پیر ہوا

۲۶۲

اسی کی چال کا شہرہ ہے خلق میں ہر سو
زمیں ہے پاؤں سے پر ادا ام کی سے کا وقت ہو
یہ وہ ہے ساتھ میں ایک ہے چلے پہ چل سکا جادو
نہ زقن آیا کبھی جست و خیز میں سر ہے
نگاہ جم نہیں سکتی یہ وہ چھلاوہ ہے
یہ پارا دور زمیں پر لگا یا کیا وہ ہے

۲۶۳

پری کا ناز بھی شوخی بھی ہے ادا بھی ہے
اسی میں تیزی و سرعت بھی ہے وفا بھی ہے
رکاب پا ہو میں پیچیں ہے یہ بلا بھی ہے
پسند خاطر سلطان کبریا بھی ہے
خیال راحت سردار مسافرین کا ہے
مزاج داں بھی ہمیشہ سے یہ حسین کا ہے

۲۶۴

اصیل و نیک خصال و وفا شعار بھی ہے
بلا کے غزوہ میں یہ آزمودہ کار بھی ہے
اسی کی ذات کو میسر ہے افتخار بھی ہے
سوار دوش نبی اس پہ شہسوار بھی ہے
یہ اہل دل میں عالم کے سر فراز بھی ہے
رکاب تھامی ہے جبریل نے یہ ناز بھی ہے

٧٦٥

ادھر سے جاتے ہیں سرور بصد جلال و وقار
ادھر بھی آمد شہ سے نہیں دلوں کو قرار
تمام فوج کے افسر یہ کہتے ہیں ہر بار
یہ خاتمہ کی لڑائی ہے اک ذرا ہشیار
صفیں درست رہیں وقت گیر و دار کا ہے
یہ جنگ اوس سے ہے مالک جو ذوالفقار کا ہے

٧٦٦

ہوا ہے خوف کا رُوئیں تو نکے دلیں تر
تنوں میں رعشہ ہے سینوں میں ہل رہے ہیں جگر
ہٹے ہیں درہم و برہم صفیں ہیں زیر و زبر
ادھر کے لوگ ادھر ہیں ادھر کے لوگ ادھر
بچائیں جان یہ کرکے ارادے بھاگے ہیں
سوار پیچھے ہیں آگے پیادے بھاگے ہیں

٧٦٧

چمک رہی ہے سروں پر اک تیغ ہراس
ادھر کو بھاگ کے جاتے ہیں جو ادھر تھے پاس
گھٹی ہے قلب کی طاقت بڑھا ہے عالم یاس
پدر کے پاس پدر ہے نہ بھائی بھائی کے پاس
جفاشعاروں کے ہوش و حواس کھو گئے ہیں
اجل کے خوف سے رشتے بھی قطع ہو گئے ہیں

٧٦٨

ابھی ہیں راہ میں سلطان کربلا لیکن
سروں پہ لشکر شہ کے چڑھا ہے خوف کا جن
چپکے چپکے جوانوں سے کہہ رہے ہیں مُسن
کھنچے گی تیغ یداللہ ران میں آج کے دن
بچے بڑوں کو فنا وقت جنگ دیکھا ہے
ہماری آنکھوں نے خیبر کا رنگ دیکھا ہے

۲۶۹

پچھلا پہر تھا کہ سلطانِ خاص و عام آئے
ہوا یہ غل کہ امامِ فلک مقام آئے
نبی کی شان سے شیرِ تشنہ کام آئے
مٹانے کفر کی ظلمت شہِ انام آئے
ہراس بڑھ گیا جو طاقتیں تھیں گھٹنے لگیں
لرز لرز کے صفیں پیچھے پاؤں ہٹنے لگیں

۲۷۰

نفس کو روک کے کہنے لگے شہِ ابرار
حسین آگیا لے قوم بے ادب ہشیار
پئے نبرد بڑھائے قدم کوئی سردار
مقابلہ کو وہی آئے جو ہو تجربہ کار
کھُلے گا حال ابھی ہاتھ کی صفائی کا
قدم سرک گئے تو کیا مزہ لڑائی کا

۲۷۱

یہ سُن کے فوجِ شقی جنگ پر ہوئی تیار
نشان کھل گئے بڑھنے لگے جواں رودار
اُدھر بھی کھینچی ہے دم بھر میں تیغِ ضو دار
شروعِ جنگ ہے ہاں ساقیا ذرا ہشیار
وہ جام دے جسے پیتے ہی نشہ چڑھ جاوے
قلم کا زور طبیعت کے ساتھ بڑھ جاوے

۲۷۲

وہ دے شراب جسے دیکھ کر عدو رووے
کہ ایک جام بھی جس کا غبارِ دل دھووے
پلا کے مے مری خامیِ طبع کو کھووے
ورق کے سطح پہ مضمون نو کے ہوں تووے
مجلّی ہو آئینہ لفظوں میں وہ ضیا ہو جائے
ہر ایک ذرہ جامِ جہاں نما ہو جائے

۷۶۳

وہ مے پلادے کہ جس مے کا دھیان بھی ثواب
وہ مے ہو آلِ نبیؐ کے عدو ہوں جس سے کباب
وہ مے بہشت میں ممکن نہیں ہے جسکا جواب
وہ مے صفات سے مملو ہے جسکی حق کی کتاب
وہ مے جو کعبہ میں اسکی طرف سے آئی ہے
وہ مے جو گھر سے خدا کے نبیؐ نے پائی ہے

تمام شد

رباعی

پیری کی ہوئی ہے مہربانی اب تو
کیوں ہو نہ وبال زندگانی اب تو
اعمال سیاہ میں ہے بال سفید
اونچا سر سے ہوا ہے پانی اب تو

رباعی

گر لاکھ ہوں مشکلیں تو آساں کر دے
دم بھر میں جسے چاہے وہ انساں کر دے
خود کہتا ہوں میں نہیں کوئی چیز مگر
وہ چاہے تو چیونٹی کو سلیماں کر دے

سلام

غریبوں سے بھی جھک کر مل ذرا او کرّ و فر والے
تکبّر چلتی پھرتی چھاؤں پر کرتا ہے زر والے

ہمارا دانۂ اشکِ عزا موتی سے بہتر ہے،
کہ جسکی حشر میں قیمت لگائینگے نظر والے

لحد میں چین سے ہیں کوئی خواہش ہے نہ کاہش ہے
بہت اچھے رہے وہ جو تھے ہم سے پیشتر والے

صدا محشر میں دینگے یہ پیمبر رونے والوں کو
ادھر آ، ہم کو لینا ہیں یہ موتی او گہر والے

۱

رنگیں ہے گلستانِ سخن کس کی ثنا سے
شاداب ہے یہ خاکِ چمن کس کی ثنا سے
مرجوع ہے ہر فعلِ حسن کس کی ثنا سے
خوشنود ہے خلاقِ زمن کس کی ثنا سے
شاہوں کی ستائش ہے نہ دلبر کی ثنا ہے
بیشک وہ ثنا آلِ پیمبر کی ثنا ہے

۲

ایماں کو جلا ہوتی ہے اس مدح و ثنا سے
خالق کی عطا ہوتی ہے اس مدح و ثنا سے
تائیدِ خدا ہوتی ہے اس مدح و ثنا سے
ردِ تیغِ بلا ہوتی ہے اس مدح و ثنا سے
دوزخ کی سپر بندۂ عاصی کے لیے ہے
صیقل یہ ثنا زنگِ معاصی کے لیے ہے

۳

جامِ مئے سربستۂ عرفاں ہے یہ لاریب
روشن گرِ آئینۂ ایماں ہے یہ لاریب
پیکر جو سخن ہے تو دل و جاں ہے یہ لاریب
خالی نہ ہو وہ گنجِ فراواں ہے یہ لاریب
یہ حصّہ مخصوص ہے اربابِ ثنا کا
کس طرح ہو خالی کہ خزانہ ہے خدا کا

۴

جو جو کہ ہوئے آلِ پیمبر کے ثنا خواں
اُن پر رہی چشمِ کرمِ حضرتِ سبحاں
زہرا و علی اُن سے ہمیشہ رہے شاداں
الطافِ پیمبر کے ہوئے سب پہ فراواں
اعزاز کے خلعت ملے دربارِ علی سے
اب تک وہ صلے پاتے ہیں سرکارِ علی سے

۴۵

پایندہ نہیں وہ عیش و حشماں کے مراتب
ہاتھ آئے اسی مدح و ثنا سے یہ مناصب
گر آج نگاہوں سے ہیں ہم بیکس و غائب
ہر ایک زباں پر ہیں مگر اُن کے مناقب
ذکر اُن کا جہاں میں سحر و شام رہے گا
زندہ وہ اگر خود نہ رہے نام رہے گا

۴۶

یارب مجھے توفیق ثنا دے شہِ دیں کی
اس مدح کا ہاں دل ہو اصدق و یقیں کے
جو تیرے حرم سے ہیں وہ ہیں درِ ثمیں کے
شاہی کا طلبگار نہیں نام و نگیں کے
زر چاہیے نہ طبل و علم چاہیے مجھ کو
اک تیغ زباں ایک قلم چاہیے مجھ کو

۴۷

ظاہر ہے کہ ہے ذات تری قادر و مختار
اور میں بشر عاجز و مجبور و گنہ گار
تائید جو تیری ہو تو پھر کچھ نہیں دشوار
مرگوں صفت کیسۂ گوہر دُرِ شہوار
حیرت ہو ہر اک کو مری تحریرِ سخن سے
تسخیر جہاں کر لوں میں تاثیرِ سخن سے

۴۸

ممدوح مرے ہوں مری امداد پہ مائل
فرمائیں مجھے اپنے ثنا گویوں میں داخل
ہو نام بزرگوں کی طرح مجھ کو بھی حاصل
ساکت ہوں نہ ہوں جو مری گفتار کے قائل
تحسیں کے سخن فرطِ خجالت سے نہ نکلیں
گرداب صفت ورطۂ حیرت سے نہ نکلیں

۲۱۳

اللہ نے ہر طرح کی نعمت انھیں بخشی
موسیٰ کو تعجب ہو وہ ہیبت انھیں بخشی
عزت انھیں بخشی تو کرامت انھیں بخشی
پست اوج سلیماں ہے وہ رفعت انھیں بخشی
آئین رسالت کا نظام انکو کیا ہے
اللہ نے رحمت کا امام انکو کیا ہے

۲۱۴

مذکور ہوں کیا سبط پیمبر کے فضائل
نہ فہم مرا ہے نہ زباں مدح کے قابل
کیا کام ہے مانے کہ نہ مانے کوئی جاہل
اتنا تو سمجھتا ہے ہر اک بالغ و عاقل
وہ کون سے ہیں امر جو ایماں کی سند ہیں
جنکا کلمہ پڑھتے ہیں ہم انکے وہ جد ہیں

۲۱۵

آثار سے ایمان کے ہے دوستیِ آل
ہیں آل عبا کون سو انکا بھی احوال
اوّل تو ہیں محبوب خدا صاحب اجلال
اور دوسرے فخر عالم صمدہ شاہ خوش اقبال
ہیں بنت نبی تیسری اور چوتھے حسن ہیں
اور پانچویں شبیر شہ تشنہ دہن ہیں

۲۱۶

وہ کون مسلماں ہے جو اس سے نہیں آگاہ
ہے انکے محبوں پہ صدا رحمت اللہ
یاد آگیا اسدم مجھے افسانۂ جانکاہ
کیا رتبہ شناس آل نبی کے وہ نہ تھے آہ
صدمے دیے جنلوگوں نے زہرا و نبی کو
تاراج کیا گلشن اولاد علی کو

۲۱۷

حیراں ہوں کہ کس شہ کی مصیبت کا کروں ذکر
دکھ درد کا یا پیاس کی شدت کا کروں ذکر
معصوموں کی مایوسی و حسرت کا کروں ذکر
یا لشکرِ اعدا کی شقاوت کا کروں ذکر
بے دینوں کو مطلب تھا نہ کچھ شرم و حیا سے
ڈرتے تھے علی سے نہ نبی سے نہ خدا سے

۲۱۸

سجتا تھا زہرا کا چمن لوٹتے تھے اعدا
دم توڑتے تھے غنچہ دہن لوٹتے تھے اعدا
مظلوم تھے بے گور و کفن لوٹتے تھے اعدا
روتا تھا وہ آوارہ وطن لوٹتے تھے اعدا
کچھ کام بجز ظلم و ستم تھا نہ کسی کو
اکبر کی جوانی کا الم تھا نہ کسی کو

۲۱۹

پہلے تو رفیقوں ہی نے جنت کو بسایا
پھر داغ جدائی کا عزیزوں نے دکھایا
لاکھوں تھے مگر ایک نے بھی رحم نہ کھایا
عباس کا پرسا کوئی دینے کو نہ آیا
آنکھوں نے لہو دل کا بہایا کیے شبیر
دیکھا کیے سب لاشے اٹھایا کیے شبیر

۲۲۰ مطلع

جب نذر خدا کر چکے شہ ہدیۂ آخر
یعنی ہوا بے شیر بھی جنت کا مسافر
فارغ ہوا جب دفن سے وہ صابر و شاکر
تربت سے اٹھے کہہ کے خدا حافظ و ناصر
جز غم نہ کسی دوست نہ غمخوار کو دیکھا
پہلو میں فقط اسپ وفادار کو دیکھا

٢١

گرداں سے کے دامن کو بصد لطف کیا پیار
آہستہ جو اترے پشتِ زیں سے شہِ ابرار
پہنچے درِ عصمت پہ جو با دیدۂ خوں بار
پردے کے قریں جا کے صدا دی بہ دلِ زار
پیغامِ غم و درد و الم لائے ہیں زینبؑ
ہم رخصتِ آخر کے لیے آئے ہیں زینب

٢٢

یہ سنتے ہی دوڑے حرمِ سیدِ والا
لرزہ تپِ اندوہ نے قلب میں ڈالا
زینب کا ہوا غم سے کلیجہ تہ و بالا
الجھیں کبھی جو اور کبھی چادر کو سنبھالا
تھرائی ہوئی حضرتِ کلثوم بھی دوڑیں
سر کھولے ہوئے بانوئے مغموم بھی دوڑیں

٢٣

تحریر ہو کیا حضرتِ مظلوم کا احوال
لرزاں ہے جگر خامہ ہے خورشید کی تمثال
اندھیر ہے بیاباں میں ہیں کھولے ہوئے بال
شبیر بھی روتے ہیں رکھے آنکھوں پہ رومال
رخ زرد ہے تن سرد ہے جاں چھوٹتی ہے
فریاد کہیں لب پہ کہیں سینہ زنی ہے

٢٤

ہے سب کا وہ غش اور وہ بچوں کا بلکنا
مظلوم کی آنکھوں سے وہ آنسو کا ٹپکنا
وہ آتشِ داغِ غمِ ہجراں کا بھڑکنا
وہ دردِ جدائی وہ کلیجوں کا دھڑکنا
ٹھہرے ہوئے ہوش کسی کے نہ بجا شہ کے الم میں
تھا شور بپا ہائے حسینا کا حرم میں

۲۵

معموم ہوئے شاہ بھی دیکھی جو یہ حالت
فرمایا سبھوں سے کہ بس اب تھام لو رقت
کچھ رونے سے حاصل نہیں جو اس کی مشیت
دیکھو کہیں برباد نہ ہو صبر کی دولت
ایذا ہو کہ راحت ہو الم ہو کہ خوشی ہو
لازم ہے تمھیں صبر کہ تم آلِ نبی ہو

۲۶

فرما کے یہ گھر میں گئے سلطانِ دو عالم
آئے طرفِ عابدِ بیمار بصد غم
غش سے انھیں چونکا کے یہ بولے شہ اکرم
خالق کی حفاظت میں تمھیں چھوڑتے ہیں ہم
زنداں کی صعوبت سے نہ گھبرائیو بیٹا
جو حکم خدا ہے وہ بجا لائیو بیٹا

۲۷

یہ سنتے ہی سجاد پہ طاری ہوئی رقت
سمجھانے لگے چوم کے پیشانی کو حضرت
فرما کے پھر اسباب ضروری میں وصیت
تفویض تجلیات کے اسرارِ امامت
بس عازمِ میدانِ شہادت ہوئے شبیر
روتے ہوئے سب رہ گئے رخصت ہوئے شبیر

مطلع ۲۸

خیمہ سے برآمد ہوئے فرزندِ پیمبر
یا برج شرف چھوڑ کے نکلا شہ خاور
آواز یہ دی شہ نے قریبِ فرس آکر
ہم جانتے ہیں کس سمت ہیں عباس دلاور
لڑتے ہوئے سوئے فوج عدو بڑھ نہیں سکتے
بے تھامے ہوئے گھوڑے پہ ہم چڑھ نہیں سکتے

۲۹

عباسِ دلاور مری امداد کو آؤ
اے ثانیٔ جعفر مری امداد کو آؤ
اے قاسمِ بے پر مری امداد کو آؤ
بیٹا علی اکبر مری امداد کو آؤ
جو مجھ پہ گزرتی ہے نہ گزرے یہ کسی پر
دو لاکھ کا نرغہ ہے حسین ابن علی پر

۳۰

لاشوں کی طرف دیکھ کے پھر شہ نے پکارے
کوئی نہیں اس وقت جو کام آئے ہمارے
تنہائی میں سب چھوڑ کے جنت کو سدھارے
کیا ہو گئے وہ سب مرے دلبر مرے پیارے
کس دکھ میں مصیبت میں گھرا آج ہے شبیر
چڑھنے کے لیے گھوڑے پہ محتاج ہے شبیر

۳۱

گھیرے ہوئے ہیں پیاسے کو یہ ظلم کے بانی
نہ دوست ہے نہ خویش ہے نہ پیر ہمرانی
کس سے کہوں میں اپنی مصیبت کی کہانی
یاد آتی ہے ہر دم علی اکبر کی جوانی
کس طرح قرار آئے بھلا ایسے جگر کو
دم ٹوٹتے جس باپ نے دیکھا ہو پسر کو

۳۲

پھر درگہ باری میں یہ کہنے لگے سرور
ان پھولوں کو دیکھا نہیں جاتا ہے زمیں پر
حسرت ہے کہ اب جلد پھرے حلق پہ خنجر
دے صبر کی طاقت مجھے اور اے مرے داور
سہہ لوں بخوشی جو غم و اندوہ و بلا ہو
وہ صبر مجھے دے جو کسی کو نہ دیا ہو

۳۳

پھر خون میں ہو تر لاشۂ اکبر تو نہ روؤں
پھر قتل ہوں عباسِ دلاور تو نہ روؤں
لٹ جائے دوبارا جو بھرا گھر تو نہ روؤں
ہاتھوں پہ مرے ذبح ہو اصغر تو نہ روؤں
جز شکر زباں سے کبھی فریاد نہ نکلے
بھولے رہیں سب دل سے تری یاد نہ نکلے

۳۴

رہوار سے بولا وہ دو عالم کا شہزادہ
فاقوں سے ضعیف آج ہے تو حد سے زیادہ
کیا دور ہے ہو جائیگی طے راہ پیادہ
زحمت ہو تجھے اس وقت نہ دوں ہے یہ ارادہ
دو گام بھی گو چلنے کا یارا نہیں مجھ کو
تکلیف تجھے ہو یہ گوارا نہیں مجھ کو

۳۵

گھوڑے نے یہ کی عرض کہ یا شاہِ ابرار
نانا ہوئے حضرت کے مری پشت پہ اسوار
اک عمر سے مجھ کو ہے اسی گھر سے سروکار
منہ موڑوں رفاقت سے میں یہ امر ہے دشوار
خدمت ہی سے کٹ جاؤنگا امکان ہے جب تک
چھوڑونگا نہ حضرت کے قدم جان ہے جب تک

۳۶

تہ زانوؤں کو کر کے جھکا خاک پہ توسن
شہ دیں کے حضور آگئے گردان کے دامن
لی باگ رکابوں میں قدم ڈال کے فوراً
عارض کی تجلی سے فلک ہو گیا روشن
پُر نور جو حضرت نے کیا خانۂ زیں کو
پرتو سے رکابوں کے لگے چاند زمیں کو

۳۷

بیٹھے جو شہ کون و مکاں گھوڑے پہ تن کے
رہوار بھی فی الفور پری ہو گیا بن کے
گردن کا وہ حسن اور وہ ٹوٹے ہوئے من کے
سرعت جو دکھائی تو لٹے ہوش ہرن کے
آہستہ خرامی سے خجل کبک دری ہے
خود فخر سلیماں ہیں فرس رشک پری ہے

۳۸

یوں جاتا ہے میدان میں جس طرح ہوا جائے
سینے سے نکل کر کبھی یا آہ رسا جائے
یا پھولوں کی نکہت کو لیے باد صبا جائے
یا عرش بریں پر کسی بیکس کی دعا جائے
کھنچتے ہوئے سر سوئے فلک دیکھ رہا ہے
چابک سے ہٹے ہے چال کو تکا تو رکا ہے

۳۹

حضرت نے جو گھوڑے کو ذرا رانوں میں ملکا
اڑ جاؤں فلک پر یہ ہوا قصد فرس کا
کوڑا ہوا خود تار اسی کے نفس کا
بے چین ہوا جب تو اشارہ ہوا بس کا
سیماب ہے بجلی ہے چھلاوہ ہے ہوا ہے
خود ابن علی نے اسے روکا تو رکا ہے

۴۰

یاد اس کو ہے شاہوں کی سواری کا قرینہ
طاؤس کے مانند ہے تانے ہوئے سینہ
صحرا میں ہوا ہے تو دریا پہ سفینہ
کوسوں پہ اگر جائے تو آئے نہ پسینہ
چالاکی پہ دم تیز روی بھول کے دیکھا
دے ساتھ ہوا اسکا تو دم بھول کے دیکھا

۴۱

قربان جمال و حشمتِ سیّدِ ابرار
عمامہ گلابی سرِ اقدس پہ ہے ضوبار
ہے چہرۂ روشن کی چمک سے یہ نمودار
باندھی ہے کرن پر سرِ خورشید کی دستار
ملبوس میں پیراہنِ محبوبِ خدا ہے
زہرا کا ہے رومال تو حیدر کی قبا ہے

۴۲

یوسف سے حسیں جانِ رسولِ دو جہاں ہے
یہ آیتِ والنجم کے سجدہ کا نشاں ہے
گیسو ہیں کہ واللیل کی تفسیر عیاں ہے
قربان انھیں ابروؤں پر شانِ کماں ہے
ان زلفوں سے ہاں کچھ ہے شبِ قدر کو نسبت
پیشانیٔ روشن سے نہیں بدر کو نسبت

۴۳

قرآں سے اظہر ہے کہ اس میں ہے آشکار
آیاتِ خط و خال ہیں سیپارے ہیں رخسار
دکھلاتا ہے ابروئے کشیدہ کو سزاوار
بینی ہے کہ مطلق کی علامت ہے نمودار
مصحف کا ہے سرلوح جبیں پہ جو عیاں ہے
اور مہر نہ سجدۂ باری کا نشاں ہے

۴۴

رحل اس کی رہا زانوئے بنتِ شہِ بطحا
مصحف کی طرح چومتے تھے حیدرِ والا
وہ لب جنھیں محبوبِ الٰہی نے ہے چوما
لیتی تھیں بلائیں انھیں رخسار کی زہرا
پروانہ تھے ہر وقت یہ حالت تھی حسن کی
خوش روحِ نبی ہوتی تھی خوشبو سے دہن کی

۲۳۵

کس طرح لکھوں وصفِ ثباتِ قدمِ شاہ
دستِ ظفر و فتح اسی جا ہے کوتاہ
آ جائے اگر زیرِ قدم اُڑ کے پرِ کاہ
ہو کوہ سے ہم پلّہ بڑھے مرتبہ و جاہ
ہر چند کہ باریک وہ ہو تارِ نگہ سے
لے جا نہ سکے سیلِ گراں کو جگہ سے

۲۳۶

اے کلک ٹھہر ذکرِ ثباتِ قدم آیا
وقتِ رجزِ سرورِ عالی ہمم آیا
دلبندِ علی جانبِ فوجِ ستم آیا
ہے شور شغالوں میں وہ شیرِ اجم آیا
نامی تھے جو سب میں وہ جواں لیٹ گئے ہیں
ہنگامِ شکست آیا نشاں لیٹ گئے ہیں

۲۳۷

لشکر کے قریب آ گئے جب سیّدِ والا
اک ہلہلہ رعبِ شہِ ذیجاہ نے ڈالا
سرکے جو قدم ہو گئی ہر صف تہ و بالا
دن شامی کی نظر میں ہوا کالا
جاگے گی کوئی ان میں [illegible] قضا کی
آنکھوں کے تلے پھر گئی تصویر قضا کی

۲۳۸

فوجوں کی طرف دیکھ کے بولے شہِ صفدر
کس گوشہ میں مخفی ہے بن سعدِ ستمگر
نامرد سے کہدو کہ نکل خیمہ سے باہر
بیکس کی لڑائی بھی ذرا دیکھ لے آ کر
جنگِ اسدِ حق کی پدر اس کا بھلا یاد کرے گا
وہ بھی تو ذرا دیکھ لے کیا یاد کرے گا

۴۹

سب سن لیں بغور اسکو جو میں کرتا ہوں گفتار
مطلب یہ نہیں ہے کہ کرو مجھ سے نہ پیکار
منصب ہے ہدایت مرا اس سے ہوں میں ناچار
معلوم نہ ہو جس کو وہ ہو جائے خبردار
احمد کا نواسا ہوں میں اور حق کا ولی ہوں
آگاہ رہیں سب میں حسین ابن علی ہوں

۵۰

جز میرے نہیں اب کوئی احمد کا نواسا
آیا کوئی تم میں سے نہیں میرا شناسا
معلوم تو ہو گا کہ دو دن سے ہوں پیاسا
بچے کو بھی میرے نہ ملا آب ذرا سا
ظاہر تو ہو کیا مجھ سے عداوت کا سبب ہے
مہمان پہ یہ ستم کیا یہی دستور عرب ہے

۵۱

سمجھانا مرا کام ہے مانو کہ نہ مانو
اے قوم امام اپنا مجھے آج سے جانو
تیغوں کو نہ اب کھینچو سناں کو نہ تانو
بے وجہ مرے سینہ کو تیروں سے نہ چھانو
اس فعل سے دولت تمھیں حاشا نہ ملے گی
کھو دو گے اگر دیں کو تو دنیا نہ ملے گی

۵۲

اللہ ری تاثیر کلام شہ خوش خو
پتھر تھے جو دل کے وہ بہانے لگے آنسو
گھبرا کے یہ بولا پسر سعد جفا جو
بہتر ہے کہ باجوں کا یاں شور ہو ہر سو
تقریر اثر رکھتی ہے اس حق کے ولی کی
پہونچے نہ صدا کانوں میں فرزند علی کی

۵۳

بجنے لگا باجا عربی فوج میں ناگاہ
لشکر میں ہوا شور کہ العظمۃ للہ
سر کرنے لگے تیر جفا پیشہ و گمراہ
مظلوم نے لی میان سے شمشیر ید اللہ
دست شہ دیں تیغ علی چوم کے اٹھی
اور دوش سے حمزہ کے سپر جھوم کے اٹھی

۵۴

ہاں ساقی گلرو مے و مینا کی طلب ہے
پھر ساغر گلگوں و مصفا کی طلب ہے
واللہ علاج دل شیدا کی طلب ہے
عادی ہوں میں چسکا اسی صہبا کی طلب ہے
صورت کا اسی حور کی دیوانہ ہوا ہوں
ساقی میں اسی شمع کا پروانہ ہوا ہوں

۵۵

مے جلد کہ اب فیض کا ہنگام ہے ساقی
ہاں آج چھلکا دے کہ ترا نام ہے ساقی
وہ جام ہو جو حیرت انجام ہو ساقی
کیا فصل بہاری سے مجھے کام ہے ساقی
قتل پسر شہ کی خبر بزم کو دوں گا
میں خون کی بارش میں شراب آج پیوں گا

۵۶

جو آب بقا سے بھی ہو خوشتر وہی بادہ
لذت میں جو ہو روح سے بڑھ کر وہی بادہ
ہم رند جسے کہتے ہیں کوثر وہی بادہ
ہاں ہاں وہی شیشہ وہی ساغر وہی بادہ
مے پینے میں زاہد سے بھی پردہ نہ کروں گا
توبہ ہوئی اب بھول کے توبہ نہ کروں گا

۵۷

میں تو ترے میخانے کا ہوں رند نہ شرما
پھر چشمِ کرم حال پہ میخواروں کے فرما
سردیِ دلِ اعدا کی ہے میرے لئے سرما
اور آتشِ تردستی ذرا طبع کو گرما
حملہ مجھے لکھنا ہے ولی ابن ولی کا
دے ساتھ مرا طبعِ رسا تیغِ علی کا

۵۸

وہ برق گری لشکرِ اعدا پہ چمک کے
وہ موذیوں کو ڈس لیا ناگن نے لپک کے
وہ رخ پہ سیہ کاروں نے ڈھالیں بھی جھکا کے
وہ گھوڑوں سے اسوار گرے رن میں پھڑک کے
وہ غلغلۂ حشر اٹھا اہلِ دغا میں
وہ خون برسنے لگا میدانِ وغا میں

۵۹

تلوار کا آنا تھا کہ گھائل ہوئے اعدا
ضربِ تہ و بیجا سے کہ قائل ہوئے اعدا
سینے جو ہوئے چاک تو بیدل ہوئے اعدا
کس قہر کی تھی چال کہ بسمل ہوئے اعدا
بیساختہ جب جھوم کے چلتی تھی وہ رن میں
روحیں بھی پھڑک جاتی تھیں اعدا کے بدن میں

۶۰

مشرک کوئی دو ٹکڑے سرِ معہ تیغ و سپر تھا
چورنگ تھے اسپ کوئی باقی نہ شتر تھا
دو صورت لا کوئی لعیں تا بہ کمر تھا
اک تیغ سے لاکھوں کو میسر نہ مفر تھا
جاتے تھے جدھر بھاگ کے سر پر وہ بلا تھی
بجلی تھی تڑپنے میں تو چلنے میں ہوا تھی

٦١

صاف اور ہوئی اگر دیں جو وقت اُن کی تیغ
مانند خیار اُس کے سے تا آگے کٹی تیغ
ٹھہرا وہ کیا مرد جو گرا نے پہ وہی تیغ
بے خوں پہ سے بحث فرق پرانی نہ ہی تیغ
تقدیر کو تدبیر سے چلتے نہیں دیکھا
سچ کہتے ہیں سب آئی کو ٹلتے نہیں دیکھا

٦٢

مغلوب ہوئی شاہ سے جب فوج تمامی
تنا صعب و شمن سے بڑھا اک پل شامی
تہ زور و ہمیں مشہور ہیچ ہو زدوں میں نامی
ہوتی تھی ستمگار کی کُشت میں بسلامی
ہیبت سے جن ہر ایک بشر کہتا تھا اسکو
انسان ہر اک بانی شر کہتا تھا اسکو

٦٣

قد تھا کہ شجر جثہ کا وہ اک تھا پا فیل
تا کر تھا پہاڑی کا کہ پیڈول وہ تھا ڈیل
ساقیں تھی کہ ہو راہ ضلالت کے وہ تھے میل
تھے ہاتھ ستمگار کے یا صور سرافیل
کیش تھا بد عہد تھا اور زشت عمل تھا
مریخ تھا غصے میں نحوست میں زحل تھا

٦٤

وہ صورت زشت اور وہ اُسکا قد و قامت
دیکھے جو یکایک تو ہو عفریت کو حیرت
چہرے سے نمودار تھے آثار ضلالت
شیطان کو بھی گمراہ سے تھا حسن ارادت
سرکش تھا خطا کار تھا اور ضال و مُضل تھا
آیا ہی نہیں رحم کبھی جس میں وہ دل تھا

۲۶۵

بڑھ کر پسرِ سعد سے کہنے لگا خودسر
دیکھی بھی کہ اس وقت ہے کیا حالتِ لشکر
بولا وہ یہی مغز سے سر بخش جھکا کر
اس رنگ کو پہچانے گا کون آپ سے بہتر
اب یاس ہے قتلِ پسرِ شاہِ امم سے
امید جو بندھتی ہے تو پچھلے ہی دم سے

۲۶۶

تالیف سے اس کی جو ہوا جوشِ ستم آرا
بولا پسرِ سعد سے یوں ہنس کے دوبارا
کیا دیکھا ہم شاہ اگر میں نے اُتارا
کہنے لگا مکار کہ سب کچھ ہے گوارا
وعدے میں نہ کچھ حجّت و تکرار کروں گا
دیکر زر و خلعت ابھی سردار کروں گا

۲۶۷

لالچ میں زر و مال کے آیا جو خطاکار
کودا کیا گھوڑے کو عناں پھیر کے یکبار
میدان میں آکر یہ پکارا وہ ستمگار
ہاں آگیا میں اے خلفِ حیدرِ کرار
سُنتا ہوں کہ زور آپ میں ہے حق کے ولی کا
مشتاق ہوں میں ضربتِ شمشیرِ علی کا

۲۶۸

کون آج ہے دنیا میں جو مجھ سے ہو ہم آورد
دب جائے حریف ایسے جو پڑ جائے مری گرد
ہے خوف سے میرے رخِ بہرامِ فلک زرد
میں نے کیا بازارِ شجاعانِ جہاں سرد
تنہا میں ہزاروں سے بھی گھبرا نہیں جاتا
شیروں سے بھی پنجہ مرا پھیرا نہیں جاتا

۲۶۹

رستم کی شجاعت سے مرے آگے ہے کہانی
کچھ زال کی بھی میں نے حقیقت نہیں جانی
اس عہد میں میرا کوئی پیدا نہیں ثانی
ہے زور تہمتن کا مرے سامنے پانی
ہوتا مرا شاگرد جو بہرام بھی ہوتا
کرتا نہ مرا سامنا گر سام بھی ہوتا

۲۷۰

ہیں سینکڑوں گھر ظلم سے جو میں نے اجاڑے
میدانوں میں جا جا کے نشاں فتح کے گاڑے
جھنڈے کے لٹھ جو بڑے سونے کے گڑے ہیں میں نے اکھاڑے
میں وہ ہوں کہ زہرے ہیں جگرداروں کے پھاڑے
آگے مرے دہشت سے قدم بڑھ نہیں سکتے
روداد جواں منہ پہ مرے چڑھ نہیں سکتے

۲۷۱

قوت میں بشر میرے برابر نہیں ہوتے
اور دیو بھی مجھ سے کبھی ہمسر نہیں ہوتے
تیر آ کے مرے قبضے سے باہر نہیں ہوتے
جنات مرے سایہ سے جاں بر نہیں ہوتے
ہر شام و سحر نام اُسے ورد ہے میرا
ابلیس فسوں ساز بھی شاگرد ہے میرا

۲۷۲

اس طرح وہ بیہودہ سرا ہو چکا جس دم
پڑھنے لگے لاحول شہنشاہِ دو عالم
فرمایا کہ بس! بک چکا خاموش ہو ظالم
بڑھ جا کہ مشتاق ہوا اب ترا ہمدم
بیجا یہ خیال اور یہ ستم ایجاد ہے تیرا
شاگرد جسے کہتا ہے استاد ہے تیرا

۵۳

اللہ پہ نخوت یہ غرور اور یہ غرّہ
معلوم ہوا تو ہے شجاعت سے معرّہ
ناداں تجھے عقل کو یہ کبر ہے ارّہ
خونریزی سے ہو سکتا ہے ہمسر کہیں ذرّہ
روبہ کا اسد پر کبھی قابو نہیں چلتا
کافر کبھی اعجاز پہ جادو نہیں چلتا

۵۴

کردونگا تجھے پست ابھی یہ ترا تکبر
خود اپنی حقارت پہ تجھے ہوگا تحیّر
عاقل جو ہیں نخوت سے وہ کرتے ہیں تنفر
ناداں ہے تجھے یکتائی کا اپنی ہے تصور
عزت کو ترے سر سے ہوا کر کے دکھا دوں
لے تو سہی میں تجھ کو دوتا کر کے دکھا دوں

۵۵

تلوار اُٹھا کر جو بڑھا دلبرِ حیدر
پھر سے یہ سپر روکے کبھی بیٹھے لگا خودسر
فرمانے لگے ہنس کے تب اُس سے شہِ صفدر
بیشک تو بہادر ہے بڑا کھل گیا جوہر
دکھلاتے نظر امن پہ آزار کے بدلے
نامرد سپر لیتا ہے تلوار کے بدلے

۵۶

کچھ سوچ کے موذی نے لیا ہاتھ میں بھالا
کاوے پہ جما گھیر کے رہوار کو ڈالا
اس سمت کبھی گاہ اُدھر ہاتھ نکالا
سنبھلا کبھی خود اور کبھی نیزے کو سنبھالا
پلٹا کے فرس آگیا فرزندِ علی پر
دھوکے سے کیا وار امامِ ازلی پر

۲۷۷

ہشیار تھا یاں جان و دل حیدرِ صفدر
آئی جو انی فرق مبارک کے برابر
جلدی سے اٹھا دست شہنشاہ دلاور
چٹکی سے انی تھام کے بس کھینچ لی سرور
نزدیک یہ تھا گر پڑے غدار زمیں پر
جھٹکا جو لگا بھاگ گیا رہوار زمیں پر

۲۷۸

مٹھی سے ستمگار کی نیزہ جو ہیں چھوٹا
سوچا کہ کہیں ہاتھ تو میرا نہیں ٹوٹا
وہ تیکے بھی دعوے میں ستمگر ہوا جھوٹا
کھائی جو شکست اُس نے مزا فتح نے لوٹا
سنبھلا جو شقی توسن چالاک کے اوپر
ہلنے لگا سب سرکش و بے باک کے اوپر

۲۷۹

لی ہاتھ میں خاطی نے کماں ہونٹ چبا کے
ترچھا ہوا سوفار کو چلّے سے ملا کے
چاہا تھا کہ صدر شہ ذیجاہ کو تاکے
شبیر قریب آ گئے گھوڑے کو بڑھا کے
تیغ اسداللّٰہی تھی یا آفت جاں تھی
اک ہاتھ میں چلّا تھا نہ ناوک نہ کماں تھی

۲۸۰

سر پر جو قضا آئی تو شمشیر سنبھالی
فرمانے لگے ہنس کے یہ اس سے شہ عالی
ترکش میں ابھی تیر ہیں یا ہو گیا خالی
کیوں اور کسی حربے سے حسرت نہ نکالی
کیوں لاؤ کے پھر صورت جز لایا تھا ظالم
دکھلانے کو یہ گرز و تبر لایا تھا ظالم

۸۱

تقریر یہ کرنے لگا کٹ کر ستم آرا
تلوار میں اب تک میں کسی سے نہیں ہارا
بل مرد کو شمشیر ہی پر ہوتا ہے سارا
دو ہاتھ میں ہو جاتا ہے اس گھاٹ اتارا
گرز و تبر و تیر کی پروا نہیں رکھتے
جز اس سوا تیغ کے حربا نہیں رکھتے

۸۲

بولے شہ ذیجاہ جو دعویٰ ہے تو آ پھر
ہاں بانک پن اپنا صف لشکر کو دکھا پھر
تلوار پہ کر ہاتھ بدل ڈھال اٹھا پھر
پر جلد کہ مہلت نہیں دینے کی قضا پھر
تاریک جہاں ہونے کو ہے چشم بجلی میں
تلوار کی حسرت کہیں رہ جائے نہ دل میں

۸۳

استادہ تھا تولے ہوئے تلوار جو دشمن
بالا سے ہوا ہاتھ لگانے لگا سن سن
بولی اسد اللہ کے ضرغام نے جوشن
گرجا جو گیا برق جہندہ ہوا توسن
لو رشتۂ امید لعیں کاٹ کے اٹھی
شمشیر ید اللہ زباں چاٹ کے اٹھی

۸۴

مہمیز جو کی شہ نے اڑا اشہب جاندار
غل پڑ گیا اک رن میں کہ چلنے لگی تلوار
اٹھیں سپریں دونوں طرف رکنے لگے وار
جو دور سے تھے وہ دیکھنے پاس آ گئے یکبار
کہتے تھے وہ آپس میں سخن فہم جو بیٹھے تھے
دیکھو یوں ہی مرحب ید اللہ سے لڑے تھے

۵۱۵

ثانی نے کا یہ وار کبھی اور کبھی سر کا
پہلو کا کیا قصد کبھی گاہ کمر کا
چالاکی سے پھرتا وہ ہر اک سمت نظر کا
چمکا وہ جہاں صاف وہاں تیغ نے چرکا
اس دری کی چمک عکس ادا آئینہ گردوں کی
آنکھوں میں چکا چوند ہوئی دیدہ وروں کی

۵۱۶

کرنے لگا کھینچ کے او بانہ جو وہ گفتار
غیظ آگیا فرزند ید اللہ کو اکبار
تلوار کو چمکا کے پکارے شہ ابرار
او منکر و نا اہل قضا آگئی ہشیار
لے بار الم روح جبیں پر نہ اٹھانا
مغرور جبر دار سب اب سر نہ اٹھانا

۵۱۷

یہ کہہ کے بس تیغ نے تلوار لگا دی
گھبرایا وہ ایسا کہ سپر بھی نہ اٹھا دی
اس دری و دست شہ والا کی صفا دی
ثابت نہ ہوا کب گئی تلوار کب آدی
کیا وار تھا کیا تیغ تھی کیا دست نکو تھا
دیکھا جو بغور ایسے کہ سر تن سے تو دو تھا

۵۱۸

گھوڑے سے گرا خاک پہ جب وہ ستم آرا
پڑ کے یہ ابن سعد نے لشکر کو پکارا
لڑنے کا کسے ضبط بہیر سے ہے یارا
تنہا ہے لو اب ایں نہیں چلے بس کا ہمارا
سب مل کے جھکو لاسے کو گرا دو
دلدار سے دو دار کے پیاسے کو گرا دو

۸۹

پہنچے ہی تھی مظلوم کے گرد آگئے بے پیر
فرما کے رضینا بقضا تھم گئے شبیر
کرنے جو لگے حق سے دعا سرور دلگیر
پہلو پہ سناں فرق مبارک پہ لگا تیر
چلنے لگیں تیغیں جسد پاک کے اوپر
بہنے لگا پیاسے کا لہو خاک کے اوپر

۹۰

فرماتے ہیں اعدا سے یہ شبیر بصد یاس
بیزار ہوئے اپنے نبی کا تو کرو پاس
بیزار ہی امت کا نہیں کچھ بھی حواس
زخمی جو ہوں میں اور زیادہ ہے مجھے پیاس
منظور نہیں لب سے تو پیاسا ہی مرونگا
اس ظلم کی نانا سے شکایت میں کرونگا

۹۱

کہتے تھے یہ شبیر سے وہ ظلم کے بانی
ممکن یہ نہیں ہے کہ بجھے تشنہ دہانی
پیاسے ہو جو ہیں ایک اسد اللہ کے جانی
سقے سے سکینہ کے طلب کیجیے پانی
قطرہ بھی دم تشنہ دہانی نہ ملے گا
کوثر کے سوا آپ کو پانی نہ ملے گا

۹۲

یہ سنکے ترائی کی طرف شاہ نے دیکھا
اور رو کے بصد درد کہا اے مرے شیدا
کیا خاک پہ سوتے ہو وفا دار پیارا
بیکس کی خبر لینے کو آتے نہیں بھیا
رخصت ہے یہ غش سے نہ سنبھالا گیا زین پر
بازو کو مرے تھام کے بٹھلا دو زمیں پر

۹۳

دیکھو تو قریب آ کے ذرا کھائی کی حالت
دم لینے کی دیتے نہیں اعدا ہیچ فرصت
خوں بہہ گیا مطلق نہیں اب جسم میں طاقت
مہمان کوئی ساعت کے ہیں کر لو ہمیں رخصت
تن چور ہے دل ٹکڑے ہے بیتاب جگر ہے
کس عالم غربت میں مسافر کا [illegible] ہے

۹۴

یہ کہتے تھے شہ عصر کہ وقت آ گیا لے تیغ
غش آنے لگا شاہ کی حالت ہوئی تغییر
گھوڑے سے گرے حلق پہ چلنے لگی شمشیر و سناں
بس دیکھ لیا [illegible]
یہ تکلیف جو [illegible]
[illegible]

تمام شد

۱

رن کی جب قاسمؑ ذیجاہ نے رخصت پائی
صبح سے جس کی تمنا تھی وہ دولت پائی
دل ہوا شاد کہ ہمچشموں میں عزت پائی
بڑھ گیا اور لہو تن میں وہ نعمت پائی
ہوس جنگ سے اٹھی جو دل مضطر میں
کر کے تسلیم گئے قاسمؑ ذیشان گھر میں

۲

آئے جس وقت محل میں تو یہ عالم دیکھا
دو جگہ خیمۂ ناموس میں ماتم ہے بپا
اک طرف زوجۂ مسلم کے ہے نالوں کی صدا
اک طرف زینبؑ ناشاد ہیں مصروف بکا
تا فلک گریہ و زاری کی صدا جاتی ہے
خیمہ ہلتا ہے جب آواز بکا آتی ہے

۳

روئے خود قاسمؑ نوشاہ بھی دیکھا جو یہ حال
پونچھ کر اشکوں کو آنکھوں سے ہٹایا رومال
ماں سے کہنے لگا پھر سید مسموم کا لال
مشکل آساں ہوئی وہ جس کا تردد تھا کمال
جس کی امید نہ تھی پائی وہ عزت اماں
مل گئی ہم کو چچا جان سے رخصت اماں

۴

رو کے ماں بولی کہ دولہا سدھارو بیٹا
سر کو اپنے قدم شاہ پہ وارو بیٹا
دشمنوں کو شہ ذیجاہ کے مارو بیٹا
کمسنی گو ہے یہ ہمت کو نہ ہارو بیٹا
چند گھڑیاں ہیں فقط رنج و محن کی بیٹا
تم وصیت کو بجا لاؤ حسنؑ کی بیٹا

۵۲

اور بھی کچھ ہے مجھے کہنا ہے میں تیرے قرباں
گو کہ بیجا ہے تمھیں جنگ و جدل کا ارماں
پر یہ لازم ہے مروت نہ کرے ترک انساں
مل کے چلے ہیں وطن سے تو سدھارو میری جاں
یوں بھی قسمت نہ کسی کو کبھی لاچار کرے
جس کا یوں راج لٹے کیا وہ دل افگار کرے

۵۳

آج اُمت کے سنور جائیں بگڑتے ہوئے کام
کہ اسی دن کی خبر دے گئے ہیں شاہِ انام
سامنے شہ کے عزیز و رفقا ہوں گے تمام
تم ہو کمسن ابھی کیوں ہو نہ تردد کا مقام
غم اولاد یہ ماں قلب پہ سہہ جائے گی
تم نہ دنیا میں ہو بات تو رہ جائے گی

۵۴

شکر ہے ہو گئی طے وہ بھی جو منزل تھی کڑی
تم نے خود سیدِ والا سے اجازت لے لی!
جو ہیں عاقل وہ یہی کرتے ہیں ہاں صدقے گئی
موت سے خوف نہیں کچھ بھی نہیں جی میں جری
دنگ ہوں دشمن وہ کام تم کر کے پھرو
لے کے سر فوج کے سردار کا مار کے پھرو

۵۵

خود کہا ہے حسنؑ سبز قبا نے یہ سخن!
بعد میرے مرے شبیر سے چھوٹے گا وطن
ہوگا اک بیکس و تنہا کا زمانہ دشمن
لاش بھی دھوپ میں رہ جائے گی محتاجِ کفن
اُس گھڑی پاس سے دم بھر نہ جدا ہو قاسم
میرے بدلے مرے بھائی پہ فدا ہو قاسم

١٠٩

کہکے مادر سے بہت خوب چلا ابن حسنؑ
داخل حجلۂ شادی ہوئے قاسمؑ فوراً
دیکھا مسند سے الگ بیٹھی ہے اک شب کی دلھن
اشک آنکھوں سے ٹپکتے ہیں جھکی ہے گردن
بڑھکے کچھ اور بصد رنج و محن بیٹھ گئے
رکھ کے تلوار کو فرزند حسن بیٹھ گئے

١١٠

کھینچ کر آہ جگر سوز یہ قاسمؑ نے کہا
کس لیے کرتی ہو جنت کے مسافر سے حیا
دل میں جو کچھ ہو وہ اظہار کرو بہر خدا
تم بھی اب دیدو خوشی سے ہمیں مرنے کی رضا
رنج و فرقت کا گوارا دل مضطر یہ کرو
ہم کو صدقے قدم سبط پیمبر یہ کرو

١١١

وقت نازک ہے بہت دیر رکنا سب نہیں اب
دیدو جلدی سے اجازت تو برآئے مطلب
جو ہیں باقی وہ فدا ہونے کو موجود ہیں سب
لے لیں رخصت جو علمدار تو ہو جائے غضب
بیکسی مرنے میں کوئی پیچ نہ پڑ جائے کہیں
خوف یہ ہے کہ نہ بنا کام بگڑ جائے کہیں

١١٢

کہہ کے یہ اٹھنے کا قاسمؑ نے ارادہ جو کیا
تھام کر ہاتھ سے دامن کو دلھن نے یہ کہا
کیا کروں کیا نہ کروں کیجیے انصاف ذرا
دل پہ رہ رہ کے مرے پھرتی ہے شمشیر جفا
سر پہ وارث نہ رہے جب تو کدھر جاؤں میں
رانڈ ہونے سے یہ بہتر ہے کہ مر جاؤں میں

۱۶۳

میری قسمت نے دکھائے ہیں یہ رنج و آلام
ہیں بُرائی کے یہ ساماں نہیں اس میں کلام
دل میں دھڑکا یہی ہر وقت ہے کیا ہو انجام
کام بگڑا ہوا بن جائے جو ہو جاؤں تمام
کوئی صدمہ ہو نہ پھر کوئی مصیبت رہ جائے
آپ کے سامنے مر جاؤں تو عزت رہ جائے

۱۶۴

ہے یقیں دل کو مرے آپ سدھاریں گے ضرور
جنگ کے شوق میں ہے جان کا دینا منظور
بیاہ کے جائے دلھن ہے یہ جہاں کا دستور
موت اگر آئے تو بے شبہ یہی ہو مشہور
گھر سے رخصت ہوئی نوشاہ کے ہمراہ گئی
دم نکل جائے تو غل ہو کہ دلھن بیاہ گئی

۱۶۵

تھے ابھی حجلۂ شادی میں یہاں ابنِ حسنؑ
کہ بجا طبلِ وغا، غل سے لگا ظلم کا بن
یک بیک لے کے تیغ اُٹھ کھڑے ہوئے قاسم فوراً
رنگِ رخ اُڑ گیا، حیرت میں تھی آلِ نبی کی دلھن
دل بہت تڑپا، مگر کچھ بھی نہ اُس آن کہا
زیرِ لب چپکے سے اللہ نگہبان کہا

۱۶۶

جنگ کے شوق میں بیتاب تھے قاسم بھی ادھر
صدمۂ رنج سے شبیرؑ تھے با خونِ جگر
تھا جو منظور کہ ہوں جلد فدا سے پسر
نکلے حجلے سے خدا حافظ و ناصر کہہ کر
اشک آنکھوں میں بھرے موت کے خواہاں آئے
ماں کی تسلیم کو با حالِ پریشاں آئے

۱۷

تھام کر ہاتھوں سے دل مادرِ غمگیں نے کہا
تم تو جاتے ہو مری جان طرفِ ملکِ بقا
کیا کرے کیا نہ کرے اب یہ گرفتارِ بلا
کوئی چارہ نہیں جز مرضیٔ ربِّ دوسرا
کہکے یہ بیٹے کے ہمراہ وہ مضطر آئی
در تلک بیٹے کے روتی ہوئی مادر آئی

۱۸

درِ دولت سے برآمد ہوئے فرزندِ حسنؑ
دیکھا نوشاہ نے خاموش کھڑا ہے توسن
پھیر کر ہاتھ کو ماتھے پہ تھپک کر گردن
جلوہ گر پشتِ فرس پر ہوا وہ غنچہ دہن
تھی جو عجلت کہ رواں ہو صفِ دشمن کی طرف
دیکھا کہ وہ کیا رہوار کا رُخ رن کیطرف

۱۹

پھیرنا تھا کہ چلا جھپٹ کے طرارا گھوڑا
خوب سمجھا دلِ اکبرؑ کا اشارا گھوڑا
کبھی دیکھا نہیں اس طرح کا پیارا گھوڑا
اونچا ہوتا ہے تو بن جاتا ہے تارا گھوڑا
جست عرصے میں جھپکتی ہے پلک جاتا ہے
دم میں مانندِ نظر تا بہ فلک جاتا ہے

۲۰

چال ایسی کہ ہوا دوڑ کے ہو جاتی ہے شل
دونو باگوں پہ پلٹتا ہے کہ مڑ جاتی ہے کل
وہ طرارے وہ اچھالے وہ جھپٹ وہ چھل بل
ابھی کمسن ہے سوار اور ہے گھوڑا چنچل
خوں میں سُرعت ہے یہ تیزی کا سبب سارا ہے
ہے مزاج آگ جو اکبرؑ کا تو یہ پارا ہے

۲۱

اسکو پانی پہ رُکے خیزاں ایسی ہیں بہم
نہ ہوئی وزن سے موجوں کی کلائی کبھی خم
رُک گیا حکم سے مالک کے اگر یہ کوئی دم
رکھ دیئے پنجۂ مرجاں نے ہتیلی پہ قدم
عکس سے نعلوں کے بجلی کا گماں ہونے لگا
چاند نکلے ہیں شفق پہ یہ عیاں ہونے لگا

۲۲

جاکے لالے سے اک خط پہ جو راکب پیہم
پلٹے رکھتا ہوا یہ پہلے نشانوں پہ قدم
دیکھنے والوں کو کیوں ہو نہ تعجب ہر دم
نقش پر نقش جمے یوں کہ زیادہ ہو نہ کم
دائرہ کوئی بڑھے سُم کا نہ گھٹنے پائے
بال بھر پاؤں نشاں سے نہ پرے اُٹھنے پائے

۲۳

اس کا راکب کبھی دوڑائے جو اس کو سرِ آب
ٹپکے قطرہ جو پسینے کا تو پانی ہو گلاب
پتلیاں آنکھوں پہ لیں شوق سے بڑھ بڑھ کے حباب
سم سے ڈبکی نہ اُٹھتی ہوئی لہریں ہوں خراب
اُڑ کے اک بوند نہ پانی کی گھٹے ٹاپوں سے
چادرِ آب نہ سمٹے نہ پھٹے ٹاپوں سے

۲۴

ہیں قدم اسکے روا رو ہیں کہ بہتا ہوا آب
جس سے ہٹتی ہی نہیں آنکھ وہ صورت نایاب
حُسن یہ ہے کہ پھر آیا ہے زلیخا کا شباب
منہ پہ اندھیاری ہی یا چہرۂ یوسف پہ نقاب
رُخ سے گوشہ جو کوئی رو میں سرک جاتا ہے
چاند آغوش میں بجلی کی چمک جاتا ہے

۲۵

راہ پوری ابھی طے کی نہیں غازی نے مگر
دمبدم پہنچتے ہیں جاسوس جا جا کے خبر
تم سے لڑنے کو اب آتا ہے حسنؑ کا دلبر
جس کے دادا کا علیؑ نام لقب تھا حیدر
زور بازو کے سوا زور خدا داد بھی ہے
پر بھتیجا بھی ہے شبیرؑ کا داماد بھی ہے

۲۶

آمد شیر غضنفر سے تھرّاتا ہے بن
نظر اُٹھتی نہیں خاموش کھڑے ہیں دشمن
آنکھیں نیچی ہیں تو سینے پہ جھکی ہے گردن
خوف سے پلکوں کی اونچی نہیں ہوتی چلمن
طائر ہوش و حواس اُن کا پریدہ بھی ہے
ڈر سے خوں بستہ ہر اک مردم دیدہ بھی ہے

۲۷

رن میں پہنچا جو بصد غیظ حسنؑ کا دلبر
دیکھ کر رعب جری ہو گئے حیراں خود سر
بڑھ کے دو چار قدم اور رکے لشکر شر
دیکھی میداں کی حد گھوڑے کو کاوا دے کر
روک کر پھر فرس برق سیر غازی نے
کی نمودار و نبیرہ حسنؑ کے نظر غازی نے

۲۸

تھم کے پھر فوج مخالف سے یہ قاسمؑ نے کہا
تم کو معلوم ہے میں کون ہوں اے ہرزہ درا
اُن کا پوتا ہوں جنھیں کہتے ہیں سب قلعہ کشا
ہیں جو داماد نبیؐ حق کے ولی شیر خدا
گھر میں زہراؑ کے شرف اُن کو ملا شادی کا
فخر مجھ کو بھی ہے شبیرؑ کی دامادی کا

۲۹

تھا گراں وہ وقت اور تھا وہ وقت اور کیجیے غور
فرض ادا کر دیا شبیرؑ نے آ کر بیچ عہد
شادیاں ہوتی ہیں دنیا میں یہی ہوتا ہے طور
جو کہ تقدیر میں لکھا تھا ہوا وہ فی الفور
عقد پڑھ کر شہِ دیں لُٹے ہیں کربلا میں
جو تھی بھائی کی وصیت وہ بجا لائے ہیں

۳۰

کس کو حیدرؑ کے سوا یہ ہوئی توقیر بہم
جن کو کفار خدا کہتے تھے توڑے وہ صنم
دوشِ احمدؐ پہ چڑھے حیدرِؑ صفدر جس دم
جھکے آنکھوں پہ لیے مہرِ نبوت نے قدم
چومیں لب پاؤں ہی کر کے ارادہ جھک کر
جعفرؑ حرف سے اور زیادہ جھک کر

۳۱

اُس کا کیا ذکر ہو جن خوف سے جس کے تھرائیں
جب ہوئے پیدا تو سر دست پہ رکھتے ہاتھ آئیں
گود میں لے کے نبیؐ پہلے زباں اپنی چسائیں
گھر میں اللہ کے پھر بنتِ اسدؑ دودھ پلائیں
تھی محمدؐ کی زباں وجہ یہ تاثیر کی ہے
آج قوت مری رگ رگ میں اُسی شیر کی ہے

۳۲

تھا اسی ذکر میں مصروف حسنؑ کا دلدار
ناگہاں صف سے بڑھا شمرِ لعین ظلم شعار
متصل آن کے قاسمؑ سے یہ بولا مکار
آ گیا وقتِ وغا میان سے کھینچیے تلوار
جو یداللہ کے ہاتھ آئی وہ طاقت دیکھیں
آپ کے دستِ نبرد دست کی قوت دیکھیں

۳۳

کہہ کے یہ ہٹ گیا شمرِ ستم آرا تو ادھر
الٹیاں غیظ میں نوشاہ نے سہرا اپنی سر
خون جو گرما گیا رہوار پہ جھوما صفدر
تیوریاں چڑھ گئیں یا میان سے ابھرا خنجر
بڑھ گئی غیظ میں کچھ اور چبھن ماتھے کی
بن گئی دھار سروہی کی شکن ماتھے کی

۳۴

واں بھی آمادۂ پیکار ہیں سب ظلم شعار
ہر طرف فوجِ یزیدی کی صفیں ہیں تیار
میان سے سینے کو ہیں قاسمِ ذیشان تلوار
جنگ کا وقت قریب آ گیا ساقی ہشیار
جام دے بھر کے تو رتبہ مرا دونا ہو جائے
دور میرا بھی بزرگوں کا نمونہ ہو جائے

۳۵

ہم جسے فخر سے کہتے ہیں خدا ساز وہ مے
جس کے ہر گھونٹ میں ہے قوتِ اعجاز وہ مے
خود بنا کر جسے خالق نے کیا ناز وہ مے
جس کا ہے نشہ بھی اللہ کا اک راز وہ مے
زہر ہے اُس کے لئے اس سے جو بیگانہ ہے
دوست دشمن کے پرکھنے کا یہ پیمانہ ہے

۳۶

ساقیا مجھ سے سوا کون ہے خواہانِ شراب
جان میری ہے شراب اور میں ہوں جانِ شراب
مجھ سا ہو پیر زمانے میں جو مہمانِ شراب
پھر تو ہر رگ سے اُٹھے موجۂ طوفانِ شراب
ہے جہاں سرد لہو مے کی وہاں دھاریں ہوں
جھریاں جسم کی چلتی ہوئی تلواریں ہوں

۳۴۷

ساقیا ڈھالو نکی اٹھی ہیں گھٹائیں گھنگھور
ہر طرف تیغوں کی جھنکار ہے باجوں کا ہے شور
میں ادھر نشہ اترنے سے ہوں بیحد کمزور
ٹوٹی جاتی ہے مرے جسم کی ہر رگ ہر پور
گرمی مے سے جواں پھر یہ مسن ہو جائے
نشہ اترا ہوا چڑھتا ہوا دن ہو جائے

۳۴۸

ساقیا جنگ چھڑی رن میں بڑھے ظلم شعار
میان سے قاسم ذیجاہ نے کھینچی تلوار
مرگ سے کٹ کے ہوا گرم اجل کا بازار
دب گیا خون کی بوچھار سے میداں کا غبار
دامن تیغ کی بجلی جو ہوا دور تلک
پٹ گیا لاشوں سے میدان وغا دور تلک

۳۴۹

اس پری کا ہو نہ کیوں قاف سے شہرہ تاقاف
آنکھ ٹکتی ہی نہیں جس سے تن ایسا شفاف
ڈھال ہے سرخ لہو سے تو نمایاں ہے یہ صاف
دور تک برق کے دامن پہ چمکی ہے سنجاف
خوں کی تحریر نے سرخی نہیں دکھلائی ہے
کہکشاں ابر کے کالہ پہ نکل آئی ہے

۳۵۰

بال بھی جس سے ہو مجروح وہ باریک ہے دھار
میان ہے اسکا لفافہ تو یہ خود ہے طومار
اس کے جوہر خط طغرے کی دکھاتے ہیں بہار
پہ لکھا ہے انھیں کھیلے گی اجل جن کا شکار
بیچ جاتے نہیں دوزخ میں گزرنے والے
تیغ کے گھاٹ اتر جاتے ہیں مرنے والے

۴۱

گردنیں کاٹ کے ہوتی ہے جو اونچی ہر بار
ہے یہ نازک کہ چمکتی ہے ہوئے تلوار
اتنا جھکنے پہ نہ ہوگا کوئی ایسا خود دار
اصل میں یہ کچھ ہے راست نہیں انکا سنگار
جتنی خوبی ہے سو دل کو پسند آتی ہے
جس قدر پشت سے خم دھا لہراتی ہے

۴۲

ہاتھ کیا تیز ہے نوشاہ کا ہنگام وغا
تن سے سر اڑ گیا صف سے قدم آگے جو بڑھا
رن میں بہتا ہے دریا پہ لہو اس کے سوا
نشتر خون کے چھینٹوں کو جو کرتی ہے ہوا
جس طرف دیکھے سرخی کی فراوانی ہے
چادر گرد بھی جلتی ہے سب افشانی ہے

۴۳

ڈر سے وہ کانپتے ہیں جو قد و قامت میں ہیں فیل
جا بجا ایک کی ہے ایک نگاہوں میں ہیں ذلیل
بھاگے جاتے ہیں جگہ چھوڑ کے میدان رذیل
تیغ کے ڈر سے ہوئی جاتی ہیں روحیں تحلیل
خلش ہے کہ اجل سے کے اب بھاتا ہے
سانس ہے سینہ میں سوکھا ہوا کانٹا ہے

۴۴

وہ بھی اب سست ہیں لشکر میں جو تھے بھرتیلے
مرتے ہیں گو چست ہیں لیکن ہیں ارادے ڈھیلے
کرتے ہیں جان بچانے کے سنگر حیلے
خون سے ہیں خاک کے ذرے جو سراسر گیلے
بوالہوسی جو طبیعت کو نہیں بھاتی ہے
چادر گرد ہوا آکے بدل جاتی ہے

۴۵

کون ایسا ہے نہ ہو جس کو اجل کا دھڑکا
دم نہیں خوف سے تصویر بنی ہیں اعدا
قوتیں سلب ہیں تھرائے ہیں سارے اعضا
جس کی ہر شے پہ حکومت تھی وہی اب نہ رہا
پی گیا ہو کے لہو سینے میں رکھا گیا ہے
دل جہاں پہلے تھا واں مرغ سا اک دھڑکا ہے

۴۶

ڈر سے جرار کے ہیں فوج کے افسر بیہوش
سانس بھی جسم میں باقی ہے مگر ہیں خاموش
دل تو قابو میں نہیں خاک لڑائی کا ہو جوش
اٹھتے لرزاں ہیں قدم جکڑا ہوا ہے تن و توش
تن میں قوت ہو ذرا بھی تو وہ ناپاک لڑیں
موت کے خوف نے مارا ہو تو کیا خاک لڑیں

۴۷

غیر ممکن ہے کہ ہو تیغ سے اعدا کو مفر
خاک ہو ہو کے گرے جاتے ہیں سب کفر کے گھر
ہلچل ایسی ہے کل عضائے بدن ہیں یکسر
بار تن میں نہیں اب ان کی حکومت کا اثر
امن باقی ہے نہیں قلب و جگر میں روحیں
ڈر کے چھپنے چلی جاتی ہیں مقر میں روحیں

۴۸

انکی تلوار سے پیدا ہیں ستمگر ہارے
خوں کی دھاریں جو اڑیں چھوٹنے لگے فوارے
حلق بھی خشک ہیں بھاگے ہیں جو ڈر کے مارے
خوف سے سہمے ہیں ارکان بدن بھی سارے
دم سماتا نہیں سے گلا چھلتا ہے
ہر اک سانس میں پتے کی طرح ہلتا ہے

۴۹

غل ہے لشکر میں اجل سے جسے بچنا ہو وہ جائے
بھاگے اس طرح کہ منہ پھیر کے صورت نہ دکھائے
بیٹھے بھلا ہے یہاں جو ہش زدہ میں ہم آئے
مگر اب بات یہ ہے جان بھی لاکھوں پہ بنائے
خواب غفلت سے نہ جاگے ہو تو جاگو جلدی
زندگی بیش بہا چیز ہے بھاگو جلدی

مطلع ۵۰

اے قلم پھر ہے روش تیغ فصاحت دکھلا
اے زباں تیزی شمشیر بلاغت دکھلا
آج پھر طبع خداداد کی قوت دکھلا
دنگ مانی ہو لڑائی کی وہ صورت دکھلا
شک نہ باقی رہیں لفظوں میں وہ تاثیریں ہوں
چلتی پھرتی ہوئی قرطاس پہ تصویریں ہوں

۵۱

اے قلم صفحۂ کاغذ پہ روانی دکھلا
اے زباں آج پھر اپنی ہمہ دانی دکھلا
ہو اثر جس میں وہ اعجاز بیانی دکھلا
گو ضعیفی ہے مگر زورِ جوانی دکھلا
قوت و تیزی شمشیر زباں ساتھ رہے
فتح قاسم کی ہو میدان ترے ہاتھ رہے

۵۲

تیری ہر بات کو دل دے کے سنیں اہلِ عزا
ہو وہ اردوئے معلیٰ جسے پائیں فصحا
رزم لفظوں میں کچھ اس طرح سے مطلب ہو ادا
کہ جسے سن کے سمجھنے میں نہ ہو دیر ذرا
بزم میں رزم کا نقشہ دمِ تحریر کھنچے
دامنِ حرف پہ مضمون کی تصویر کھنچے

۴۵۳

دور میں لفظوں کے مضمون حسن ہو جلوہ فگن
شمعیں فانوس کے شیشوں میں حسن جیسے روشن
ہو وہ ہر لفظ بے مثل کی کاغذ پہ پھبن
رکھے جسطرح ہتھیلی پہ صدف در عدن
مطلب الفاظ سے یوں وقت نظارہ جھلکے
جسطرح پانی میں ڈوبا ہوا تارا جھلکے

۴۵۴

اسے زباں عرض یہ ہے خدمت احباب میں کر
اس سے کیا ہو جو بلاؤں میں گھرے سر تا سر
کشمکش ایسی کہ ہو سانس کا لینا دو بھر
جسم بھی ہو تن بہ قوق کی صورت لاغر
پھر ہو کیا نظم جو جب ذہن رسا کام کرے
بات کرنا جسے مشکل ہو وہ کیا کام کرے

۴۵۵

قد جو مانند الف تھا وہ ہوا جاتا ہے دال
خم کمر ہونے سے آتا ہے یہ رہ رہ کے خیال
ڈھونڈھ لا پھر سے جوانی کو تو جائے یہ وبال
عقل کہتی ہے کہ بڑھ جائیگا پھر اور زوال
نفع کیا ہوئے سر اپنا کے جو پانی کے لئے
خود بھی مل جائے گا مٹی میں جوانی کیلئے

۴۵۶

ولیں جو کچھ ہے مرے آپ سے سن لیجے ضرور
درگذر کیجے گا میری غلطی ہو کہ قصور
نظم کا پہلے سلیقہ تھا نہ اب کچھ ہے شعور
اس پہ طرہ ہے کہ ہوں ضعف سے بیحد مجبور
معترف خود ہوں کہ پہلے تھا نہ اب کچھ ہوں نہیں
آپ کی ہو نظر لطف تو سب کچھ ہوں میں

۵۷

التماس اور یہ ہے آپ سبھوں سے با ادب
جتنے اعضائے رئیس ہیں وہ بیکار ہیں سب
جو وہ تھے ذہن رسا نام کو باقی نہیں اب
شرط خدمت نہ بجا لاؤں یہ ہے اور غضب
ایک پیچ سے بھی کم تاب و تواں رکھتا ہوں
اب تو کہنے کے لئے منہ میں زباں رکھتا ہوں

۵۸

جو گذرتی ہے عروج اسکو گذرنے دیجے مگر
مٹتے پائے نہ لڑائی کے مرقع سے نظر
دوش پر تیغ لئے ہے وہ حسن کا دلبر
خوف سے شیر کے تتر بتر ہے وہ سارا لشکر
لاشیں میدان میں ہیں خاک پہ تودوں کیطرح
منہ چھپاتے ہیں جوانمرد بھی بودوں کیطرح

۵۹

شور اعدا میں ہے ٹھہرو نہ یہاں بھاگ چلو
پھینک دو ہاتھ سے لشکر کے نشاں بھاگ چلو
بت بنے کیوں ہو بحیرت نگراں بھاگ چلو
انکی تلوار سے مشکل ہے اماں بھاگ چلو
تن بدن کا سپر تیر کو ہدف کرتے ہو
مفت میں کس لئے جانوں کو تلف کرتے ہو

۶۰

بھاگو بھاگو کا بہت شور جو میداں میں ہوا
میر لشکر سے یہ جاسوسوں نے جا جا کے کہا
رن کا یہ رنگ ہے کل فوج میں محشر ہے بپا
اسقدر خوف بڑھا ہے کہ نہیں ہوش بجا
جسم تھراتے ہیں ہاتھوں میں نشاں کانپتے ہیں
پیر تو پیر ہیں بچے سے جواں کانپتے ہیں

۶۱

کہہ دیا شہ نے کہ تھا کام ہمارا یہ ضرور
ہے مناسب کوئی تدبیر کریں جلد حضور
خیریت ہے ابھی ایسے میں کہ وہ شیر ہے دور
ورنہ پھر آپ بھی ہو جائیں گے بے حد مجبور
وہ جری آتا ہے یا قہر خدا آتا ہے
کاٹتا چھانٹتا لشکر کو چلا آتا ہے

۶۲

بال بھر فرق نہیں اس میں جو دی ہے خبر
دیکھو رہ رہ کے چمک اٹھتی ہے وہ تیغ دو سر
ہے نئی بات کہ اتنی تو ہوئی جنگ مگر
لی نہ اس پر بھی کبھی ہاتھ میں کاندھے سے سپر
ساتھ میں شوکت و نصرت مع اقبال رہی
پشت پر آنکھ کی پتلی کی طرح ڈھال رہی

۶۳

سن کے یہ ذکر بن سعد ستمگر ہوا زرد
خوف دل میں جو بڑھا جسم بھی ہو گیا سرد
پہلے کچھ دیر تو خاموش رہا وہ نامرد
ان سے پھر کہنے لگا ساتھ تھے جو جو بے درد
وقت نازک ہے ذرا سی بھی نہ تاخیر کرو
جس سے بگڑی ہوئی بن جائے وہ تدبیر کرو

۶۴

مابدولت کی طرف سے ابھی دو جا کے پیام
پہلواں جتنے ہیں لشکر میں وہ حاضر ہوں تمام
جانچ لو ایک نظر ان کو تو بن جائے یہ کام
سب میں ہو فوق جسے جائے وہ لے کر انعام
خوں میں ڈوبا ہوا نوشہ کا لاشہ دیکھوں
دولے میں بھی لڑائی کا تماشا دیکھوں

٧٦٥

حکم یہ دیکے بن سعد جو خاموش ہوا
بڑھ کے دو چار قدم ایک مصاحب نے کہا
عرض فدوی کی بھی سن لیجے اسوقت ذرا
کوئی اتنوں میں بہادر نہیں ارزق کے سوا
فتح و فیروزی و نصرت کے نشاں ہاتھ میں ہیں
چار بیٹے بھی برابر کے جواں ساتھ میں ہیں

٧٦٦

سنکے یہ ذکر ہوا شاد وہ نااہل شناس
دل کو ڈھارس ہوئی کم ہو گیا یکبار ہراس
جمع کچھ ہوئے آ کر ستم آرا کے جو پاس
اُن سے کہنے لگا جو لوگ کھڑے تھے چپ و راس
منتشر فوج ہے جلدی سے پئے نصرت لاؤ
جاکے فوراً اُسے تم لوگ بعزت لاؤ

٧٦٧

دوڑ کر ایک نے ارزق کو یہ پیغام دیا
آپ کو فوج کا سردار بلاتا ہے ذرا
سن کے اس حکم کو کچھ سوچ کے موذی نے کہا
ہاں میں چلتا ہوں یہ کہہ کر وہ ستمگار چلا
ہو کے مست مئے نخوت وہ سیہ رو آیا
پسر سعد کے نزدیک جفا جو آیا

٧٦٨

اپنے کس بل پہ جو نازاں تھا بہت بدانجام
سامنے جا کے بھی سرکش نہ جھکا بہر سلام
سر کو کج کر کے کیا پھر یہ تکبر سے کلام
مجھ کو بلوایا ہے کس واسطے کیا مجھ سے ہے کام
مجھ سے مطلب نہ خدائی سے غرض ہے مجھکو
میں سپاہی ہوں لڑائی سے غرض ہے مجھکو

٧٦٩

تھم کے بولا پسر سعد شقی بانیِ شر
بے سبب تجھ کو بلایا نہیں ہے وقت مگر
دیکھ وہ کشتیاں خلعت کی دھری ہیں معہ زر
کچھ بھی رغبت ہے تو میدان پہ دیر نہ کر
مرتبہ ہوگا اگر کام یہ کر لائے گا
مال و زر زیب اسی کا ہے جو سر لائے گا

٧٧٠

پوچھا ازرق نے کہ اب کون ہے سرگرمِ جدال
کہا ظالم نے کہ قاسم حسنِ پاک کا لال
عمر بتلا مجھے ازرق نے کیا پھر یہ سوال
کہا سرشار کے شقی نے ابھی ہے تیرہواں سال
اتنے سے سن میں بھی فنِ جنگ سے آگاہ یہ ہے
رات کو عقد ہوا جس کا وہ نوشاہ یہ ہے

٧٧١

سن کے تقریرِ ابنِ سعد یہ بولا وہ شقی
عمر بھر میں کسی بچے سے لڑا تھا نہ کبھی
پر ترے کہنے سے جاتا ہوں ہے یہ دھیان ذری
لڑ کے اک طفل سے کس طرح نہ شرمائے کوئی
کیا مزا جنگ کا جب حق کے ولی آج نہیں
ہے یہ افسوس کہ دنیا میں علی آج نہیں

٧٧٢

کہہ کے یہ ازرق شامی ہوا گھوڑے پہ سوار
کر کے مہمیز ستمگر نے بڑھایا رہوار
جاسے زانو تلے تھا جو موذی کے تن و توش کا بار
وہ قدم راہ کا چلنا تھا فرس کو دشوار
وزن سے جان پہ بن جاتی تھی ہر گھوڑے کی
تھا یہ لنگر کہ لچکتی تھی کمر گھوڑے کی

۲۴۳

راہ طے کر کے جو میداں میں ستمگر پہنچا
سامنا ہوتے ہی نوشاہ نے دی بڑھ کے صدا
تجھ کو لڑنے کی ہوس گر ہے تو پھر دیر ہے کیا
ڈھال لے تھام کے بدل تیغ پکڑ سامنے آ
جو ہیں نامرد اجل نے انھیں پہچانا ہے
بڑھ کہیں جلد جہنم میں تجھے جانا ہے

۲۴۴

جنگ آغاز نہ کی تھی ابھی قاسم نے ادھر
اس طرف ہو گئی سلطان دو عالم کو خبر
بولے عباس دلاور سے شہ جن و بشر
بھائی کیا ہو گا لڑائی ہوئی ازرق سے اگر
زور میں ورد قد و قامت میں ہے برتر وہ
ابھی طفل ہے اور دیو ہے مست وہ

۲۴۵

بولے عباس کہ تشویش نہ فرمائیں حضور
ہو گا نوشاہ سے سر بر نہ کبھی وہ مغرور
غیر ممکن ہے کہ زندہ اسے چھوڑے یہ غیور
ایک ہی وار میں دو ہو گا تن نحس ضرور
چشم حیرت سے ابھی دیکھئے جو نظارا ہو گا
چار ٹکڑے ہے مع راکب سم ارا ہو گا

۲۴۶

یاں تو اس ذکر میں مصروف تھے عباس جری
اس طرف اہل حرم کو بھی خبر یہ پہنچی
جنگ کو آیا ہے لب ازرق بے دین و شقی
حشر برپا ہوا گھر میں یہ بیاں سنتے ہی
دل جو تڑپا نہ ہوا ضبط فغاں رونے لگی
دونوں ہاتھوں سے جگر تھام کے ماں رونے لگی

۷۷

آگے سب بی بیوں نے مادرِ قاسم سے کہا
صبر اب کیجئے اس رونے سے فائدہ کیا
چل کے حجلے میں دلھن کی بھی خبر لیجئے ذرا
سن کے اس ذکر کو ہوگا اُسے بیجا دھڑکا
خوف ہے یہ کہ جہاں سے نہ گذر جائے کہیں
دل میں گھٹ گھٹ کے نہ اس رنج میں مرجائے کہیں

۷۸

مادرِ فاطمہ گھبرا کے اُٹھی تھا جو سوا
سر سے بیٹی کی بلائیں گئی باری یہ کہا
کھولدو بالوں کو گھونگھٹ کو اُلٹ دو بخدا
مانگ اُجڑنے کے ہیں ساماں نہیں شایاں سیمیں فرا
سر برہنہ ہو ادا شرطِ وفا تم بھی کرو
خیر وارث کی ہو بی بی یہ دعا تم بھی کرو

۷۹

ماں کے کہنے سے بھی کچھ منہ سے نہ بولی وہ غیور
حق سے کی عرض یہ رو رو کے ہوئی جب مجبور
دیکھا جاتا ہے قدم ہے یہ جہاں کا دستور
حد کی بدبین دلھن ہے یہی ہوگا مشہور
اس ندامت سے کسی طرح بچا لے یارب
پہلے نوشاہ سے تو مجھکو اُٹھا لے یارب

۸۰

یاں دعا کرتی ہیں سب بی بیاں با نالہ و آہ
اس طرف رن میں ہیں ازرق کے مقابل نوشاہ
اپنی قوت پہ ہے مغرور بہت ظلم پناہ
اس پہ طرہ ہے کہ بیٹے بھی ہیں چار رواں ہمراہ
یہی کافی ہے ستمگار کو نخوت کے لئے
چار ہیں یہ سیہ مست حفاظت کے لئے

۸۱

دل میں کچھ سوچ کے ازرق نے یہ قاسم سے کہا
کیجئے اس سن میں فنِ جنگ ہیں یاد آپ کو کیا
مسکرا کر کہا قاسم نے کہ او ہرزہ درا
تجھ کو اس پوچھنے سے فائدہ کیا ہے بتلا
یاوہ گوئی سے ذرا بھی نہیں شرماتا ہے
ابھی تجھ پر ہنرِ جنگ کھلا جاتا ہے

۸۲

تیغ لے میاں سے ہٹ تو اس پیر سامنے آ
کچھ بھی جرأت ہو تو او باغی شریر سامنے آ
دل میں نازاں ہے تن و توش پہ گر سامنے آ
پھیر رہوار کو اب دیر نہ کر سامنے آ
زندگی موت کو آن تری شائق ہے اب
بڑھ کہیں جلد جہنم ترا مشتاق ہے اب

۸۳

تو مرے سامنے او باغی نر کچھ بھی نہیں
جسم فربہ ہے سوا حد سے مگر کچھ بھی نہیں
دل پہ میرے تری ہیبت کا اثر کچھ بھی نہیں
حق پہ جو ہو اُسے باطل سے ضرر کچھ بھی نہیں
بزدلا تجھ سا تہِ گنبدِ افلاک نہیں
تیرے تیور یہ بتاتے ہیں کہ دل پاک نہیں

۸۴

مرد ہی کچھ بھی ہو گر تجھ میں تو ہمت کو نہ ہار
جو کمک پر تری موجود ہوں ان سب کو پکار
پہلے بیٹے ترے بڑھتے ہیں کہ تو او غدار
فائدہ کچھ نہیں گر مار کے پیچھے ہو سوار
جنگ کیونکر سے ہو فرزند نے شور اگر کرلے
جو ارادہ ہو ترے دل میں وہ پورا کرلے

۸۵

بات پہلے سے سمجھ لیتے ہیں جو ہیں دانا
چرب لقمہ نہیں تلوار کے پھل کا کھانا
بھاگنا سامنے اتنوں کے ہے ذلت پانا
اس سے بہتر ہے گلا کاٹ کے خود مر جانا
نام کر جاتے ہیں دنیا سے گذرنے والے
جان کو جان نہیں جانتے مرنے والے

۸۶

دل پہ چرکے لگے جو تیغ زباں کے دو چار
نشہ اترا سے نخوت کا ہوا کچھ ہشیار
کر کے کچھ غور بڑے بیٹے سے بولا مکار
جاکے تو قاسم نوشاہ کا سر تن سے اتار
زور و قوت کی بھی حاجت دم پیکار نہیں
ایسے کمسن سے لڑائی کوئی دشوار نہیں

۸۷

پھیر رہوار کو بڑھ بہر وغا دیر نہ کر
جس قدر جلد ہو سر کاٹ کے لا دیر نہ کر
خوف اک طفل سے لڑنے میں ہے کیا دیر نہ کر
داب رانوں میں فرس آگے اٹھا دیر نہ کر
سامنے اتنوں کے اعزاز بڑھے بات رہے
ہے یقیں مجھ کو کہ میدان ترے ہاتھ رہے

۸۸

سن کے تقریر کو ازرق کی یہ بولا وہ شقی
آپ کے حکم کی تھی دیر میں جاتا ہوں ابھی
بات لیکن یہ نہیں عقل میں ہرگز آتی
کہتے ہیں سب یہ ہے داماد حسین ابن علی
بھیجیں اک طفل کو لازم یہ بہر طور نہ تھا
یا بہادر ہی سوا اس کے کوئی اور نہ تھا

۵۸۹

کہہ کے یہ واں سے چلا گو وہ لعین بہرِ نبرد
موت کے ڈر سے ہا جسمِ نجس ہو گیا سرد
حرکتِ قلب کی رُکنے لگی چہرہ ہوا زرد
باپ کے حکم سے مجبور تھا لیکن نامرد
بس کی ہو بات تو ٹل جائے نہ میداں پکڑے
موت کھینچے لیے جاتی ہے گریباں پکڑے

۵۹۰

ہچکچاتا ہوا آیا سوئے جنگاہ وہ یل
رک گیا آن کے میدانِ وغا میں جہل
بولے قاسم اگر آیا ہے پئے جنگ و جدل
تیغ لے میان سے ہنوز بس سپر اٹھا کر بدل
شکلِ نقشِ کفِ پا خاک پہ لاشہ دیکھے
میری شمشیر سے مرنے کا تماشہ دیکھے

۵۹۱

سن کے لفظِ زرہ کو نوشاہ کی ہو بیٹھا مدہوش
لیا پیٹ سے کہ پئے جنگ اٹھا وہ مے نوش
بولے قاسم کہ ہے بے فائدہ یہ جوش و خروش
کچھ بھی ہو گا نہ تری سعی سے او باطل کوش
جسم میں تاکے ہوں بچپنے وہ دن ہی نہیں
بزدلا تجھ سا ظفر پائے یہ ممکن ہی نہیں

۵۹۲

سن کے یہ سینۂ قاسم پہ کیا ناری نے وار
رد پہ آتا تھا کہ نوشاہ کی چمکی تلوار
رہ گیا ہو کے قلم نیزۂ لعنتی اک بار
مسکرا کے کہا قاسم نے کہ او ناہنجار
تیری قسمت کا حسابِ سرِ دست ابھی ہے
نصف نیزہ پئے تحریرِ شکست ابھی ہے

۹۹۳

سچ بتا اب بھی لڑائی کی ہوس ہے کہ نہیں
اتنی خفت ستم آرا تجھے بس ہے کہ نہیں
دیکھ نیزہ ترا وہ صورت خس ہے کہ نہیں
پھیر کے دیکھ تو قابو میں فرس ہے کہ نہیں
تھرتھری جسم میں ہے باگ پکڑنا کیسا
موت کا خوف سما جائے تو لڑنا کیسا

۹۹۴

سن کے قاسم کا بیاں جوش ستمگر کو ہوا
غیظ میں آ کے وہ نامرد بڑھا بہر وغا
تھم کے اک تیر کے چلے پہ یہ موذی نے کہا
آ گیا جنگ کو میں ہو جیے ہشیار ذرا
تن لرزنے لگے دل خوف سے آگندہ ہو
دیو بھی دیکھ کے قوت مری شرمندہ ہو

۹۹۵

کہا قاسم نے کہ او دشمن دیں بڑھ تو سہی
دیر کس واسطے کرتا ہے لعیں بڑھ تو سہی
دم میں خوں سے ترے تر ہوگی زمیں بڑھ تو سہی
کھینچ تلوار کو نامرد کہیں بڑھ تو سہی
جز لعیں اس کی جاں بچ نہیں سکتی ہے سمجھ
موت پہچانی ہوئی نظروں نے تکی ہے سمجھ

۹۹۶

جب کہ نامرد نے کاٹھی سے نکالی تلوار
تاک کر ہم کو لگایا ستم ایجاد نے وار
آ گئی تیر کے نزدیک جو تھی تیغ کی دھار
داب کے رانوں میں قاسم نے اڑایا رہوار
وار خالی گیا ظالم کا دم پھول گیا
اڑ گیا ہوش سب انداز وغا بھول گیا

۹۷

آ گیا تھا جو قریں شیر کے وہ خود و نگار
لے لیا کا وہیں گھوڑے کے مثال پرکار
جان بچ کر بن سے لگایا جو سر نحس پہ وار
چاک کرتی ہوئی سینہ نکل آئی تلوار
کونسی ایسی کشش تیغ جہانگیر میں تھی
روح بھی لپٹی ہوئی دامنِ شمشیر میں تھی

۹۸

اس طرف رن میں زمیں پہ جفا کار گرا
دو پسر بیٹھے تھے واں ازرق شامی نے کہا
منہ مرا تکتا ہے کس واسطے جا بہرِ وغا
کچھ حمیت ہو تو لے بھائی کے خوں کا بدلا
باندھ لے کس کے لڑائی پہ کمر جلدی سے
جا کے لا قاسم نوشاہ کا سر جلدی سے

۹۹

سن کے ازرق کی یہ تقریر بد اقبال چلا
دین کی کشت کو کرتا ہوا پامال چلا
باپ کے حکم سے نامرد بہر حال چلا
بزدلی جس سے نمایاں ہوئی وہ چال چلا
موت کے ڈر سے جفا کار کا دم رکتا تھا
چلتے چلتے ستم آرا کا قدم رکتا تھا

۱۰۰

دور سے دیکھ کے نامرد کو جھپٹا یہ جری
آ گیا زد پہ تو مہلت نہ ذرا شیر نے دی
سن سے تلوار چلی خوف سے جھجکا وہ شقی
دامنِ تیغ کی بھرپور ہوا اس کو لگی
کٹ کے گردن سے ادھر اور ادھر دھڑ کے گرا
اڑ کے بیٹے کی طرح گود میں سر کے گرا

۱۰۱

کاٹ کر تیغ رگوں کو نکل آئی باہر
کیا صفائی تھی کہ مطلق ہوئی تن کو نہ خبر
جا کے دو ہاتھ بلندی پہ گرا گرد میں سر
جسم اسی طرح سے قائم رہا مرکب پہ مگر
ٹک رہی دیر تلک توسن چالاک تلے لاش
لی جو گھوڑے نے جھرجھری تو گری خاک پہ لاش

۱۰۲

دو پسر اور جو ازرق کے ابھی تھے زندا
کر کے سر کو پشیماں دونوں نے یہ آپس میں کہا
ہاں مناسب ہے یہی جائیں ہم اب بہر وغا
عزم یہ کر کے چلے دونوں وہ بیہودہ سرا
تنگ گمرہ زدوں نے قدم صورت دشمن پکڑے
ہاتھ شیطاں نے لئے موت نے دامن پکڑے

۱۰۳

کھینچ لائی ستم ایجادوں کو پیک اجل
دونوں آ پہونچے دکھاتے ہوئے اپنا کس بل
تھم کے کچھ دیر یہ کہنے لگے وہ زشت عمل
ہاں خبردار ہم آئے ہیں پئے جنگ و جدل
ہوس رد و بدل حد سے زیادہ بھی ہے
لیں عوض بھائی کے خوں کا یہ ارادہ بھی ہے

۱۰۴

مسکرا کر کہا قاسم نے کہ اے کینہ ورو
بھائی کے خون کا بدلہ تمھیں لینا ہے تو لو
فال بد یہ نہیں ہوتی ہے یہ ذرا سمجھو تو
کہ ہر اک فرد کی نظروں میں ہو پہلے سے دو
ٹکڑے ٹکڑے دم پیکار ہوئے جاتے ہو
دو تو خود ہو مگر اب چار ہوئے جاتے ہو

۱۰۵

جھنپ کر دونوں شریروں نے کیا تیغ کا وار
اسطرف تن سے چلی ابن حسن کی تلوار
ہنکنی ماری جو قاسم نے اڑا کر رہوار
ہاتھ کہنی سے کٹے خون کی چھٹنے لگی دھار
پھر وہ قوت تھی نہ وہ رکھتے تھے قابو بازو
کھا کے بل ہو گئے شاخ ثمر آہو بازو

۱۰۶

بہتے دیکھا جو لہو دونوں کے چکرائے دماغ
باپ کے سینۂ سوزاں میں وہاں اٹھ گئے داغ
موت کے ہاتھ سے لٹنے جو لگا زیست کا باغ
جھلملانے لگے ازرق کی ضعیفی کے چراغ
غم جگر بندوں کا دل سینے میں برمانے لگا
دیکھا آنکھوں میں اندھیرا ہوا غش آنے لگا

۱۰۷

آتش خشم سے یاں رہ گئے دونوں جل کے
دم گھٹا سانس رکی زیست کے ساغر چھلکے
خوں کے بہنے سے ہوئے تن جو زیادہ ہلکے
صورت اشک رواں زین سے دونوں ڈھلکے
ایک ہی رخ جو لیں گھوڑوں نے تیورا کے گرے
خاک تک آنے میں سر دونوں کے ٹکرا کے گرے

۱۰۸

گر کے رہواروں سے دم بھر میں وہ دونوں ہوئے سرد
دل میں ازرق کے ادھر خود بخود اٹھا اک درد
سر سے تا ناخن پا کانپ گیا وہ نامرد
پھر کہا غیظ میں خود جاتا ہوں میں ہم نبرد
بن پڑا کچھ نہ ستمگار سے دشواری میں
ہو گیا محو شقی جنگ کی تیاری میں

۱۰۹

خود کو پہلے جفا کار نے رکھا سر پر
چھپ گیا گوہ کی چوٹی میں ستمگار کا سر
پہنا پھر بر میں زرہ کو مع جوشن بکتر
باندھ لی لوہے کی زنجیر سے پھر کس کے کمر
دیو نے کاندھے پہ گرز گراں سر رکھا
نہ رکے جو کبھی پتھر میں وہ خنجر رکھا

۱۱۰

دیر تک ڈھونڈھ کے لاکھوں میں شقی نے پایا
اک وجب عرض تھا جسکا وہ اٹھائی تلوار
طول میں نیزۂ خونی سے نہ تھی کم زنہار
وزن میں تھی تن ازرق کے برابر مقدار
نازاں اس سے بھی سوا گرز گراں مشت پہ ہے
فیل کو دور میں لے لے وہ سپر پشت پہ ہے

۱۱۱

اپنی ہیئت پہ نہ کیوں ناز کرے بانی جور
طول سے عرض میں کچھ فرق ہو گر کیجے غور
دونوں ہاتھوں میں تنے سر ناپاک کا دور
دانت ہیں برچھیوں کے پھل سے زیادہ کچھ اور
زرد آنکھیں ہیں ستمگار کی منہ کالا ہے
ہر مسوڑھا دہن مار کا اک چھالا ہے

۱۱۲

کیوں نہ سرکش کو ہو اپنے قد و قامت پہ وثوق
شرم سے ڈوب مرے دیکھ کے جسکو بن عوق
صورت ایسی کہ ڈرے جس سے خدا کی مخلوق
سخت سینہ ہے کہ لوہے کا مقفل صندوق
گھر ہو بدعت کا نہ کیوں دشمن دیں کا سینہ
کہ گناہوں کا خزینہ ہے لعیں کا سینہ

۱۱۳

قد بھی اونچا ہے جفاکار کا مانندِ شجر
موئے تن لوہے کے تاروں کی طرح ہیں یکسر
استخواں سخت ہیں ایسے کہ خجل ہو پتھر
فیل پوشیدہ پسِ پشت ہوا ایسا دل بر
آدمی کا ہیکل ہے خاک کا اک تودا ہے
یہ تو سب کچھ ہے مگر دل کا بڑا بودا ہے

۱۱۴

پھر چڑھ کے رہوار پہ لی ہاتھ میں ظالم نے عناں
اپنی سج دھج پہ ہوا آپ یہ نخوت نگراں
اسکی ہیبت سے ادھر لوگ کرتے تھے بیاں
جان قاسم کی بچے اب یہ توقع ہے کہاں
یاں صدا موت نے دی ظلم شعار آتا ہے
سب سے فربہ جو سوا ہے وہ شکار آتا ہے

۱۱۵

قصدِ ازرق کا ہے پامال کرو دیں کی کشت
موت کھینچے لیے جاتی ہے بگر سوئے کنشت
خوف جانے سے جو لرزتا ہے رہ رہ کے وہ زشت
دمبدم زیں سے اچھل جاتا ہے دو دو بالشت
سیدھا ہوتا ہے کبھی اور کبھی جھک جاتا ہے
گرنے لگتا ہے کبھی اور کبھی رک جاتا ہے

۱۱۶

وزن سے اس ستم آرا کے فرس تھا حیراں
خم ہوئی جاتی تھی رہ رہ کے کمر مثلِ کماں
دبی جاتی تھی زمیں پاؤں وہ رکھتا تھا جہاں
حد سے گھر سے تھے زیادہ سمِ مرکب کے نشاں
وزن سے زور ہر اک آن گھٹا جاتا تھا
دامنِ ارض بھی پاؤں سے پھٹا جاتا تھا

۱۱۷

آئے آگے لئے لو یہ نخوت تھا فرس پہ بے پیر
پیچھے پیچھے تھی ستمگار کے لشکر کی بھیر
شیر کے سامنے آتے ہی یہ بولا وہ شریر
ہاں جو جرأت لڑائی میں نہیں اب تاخیر
نام ازرق ہے مرا غور دوبارہ کر لے
ہے یہ بہتر کہ لڑائی سے کنارہ کر لے

۱۱۸

کہا قاسم نے کہ کیا بکتا ہے او ہرزہ درا
خود ستائی کوئی کرتا نہیں بودوں کے سوا
تیرے سے بیٹے ابھی آئے تھے یہاں بہر وغا
دل میں خود اپنے سمجھ لے انھیں کس نے مارا
پھیر کے منہ سوئے میدان وغا دیکھ تو لے
آ کے ٹکر سے ایں برابر کے ذرا دیکھ تو لے

۱۱۹

بولا موذی کہ مجھے دیو کی قوت ہے بہم
کہا چیونٹی سے بھی کم تر ہے سلیماں کی قسم
کہا سرکش نے میں ہوں اس وقت کا اپنے رستم
بولے قاسم کہ ہے تو دور میں اپنے سے بھی کم
کہا ظالم نے فقط ہے مرا اک لات کافی
بولے قاسم کہ مجھے ایک ہے ٹھوکر کافی

۱۲۰

سنکے یہ جوش سے چلانے لگا وہ ظلم شعار
صفت مار سیہ کھانے لگا بل غدار
حیف بیٹے چلے کو یہ وقفہ نہیں کچھ بھی زنہار
اب ذرا دیر نہیں جنگ میں باقی ہشیار
نشہ جو چڑھ جائے تو چڑھ جائے مری بات سہی
پانچواں دور بھی ہو ختم لگے ہاتھ سہی

۱۲۱

ساقیا جس کا ہے قرآں میں اشارہ وہ شراب
جس سے کامل ہوا ایمان ہمارا وہ شراب
تشنہ رہ بھی چکا ہے بخشش کا سہارا وہ شراب
جسکو حق نے یدِ قدرت سے سنوارا وہ شراب
اپنے ہاتھوں سے محمد نے جسے بانٹا ہے
پھول ہے دوست کو دشمن کے لئے کانٹا ہے

۱۲۲

ساقیا آج نہ جی بھر کے اگر میں نے پیا
جذبِ دل بڑھ کے کشش درد کھا بیٹھا سوا
جا بجا رند یہ آپس میں کرینگے چرچے
جسقدر خم تھے وہ خالی ہیں یہ آخر ہوا کیا
کون اگرم نظر آیا ہے میخانے میں
مے اُڑی جاتی ہے ٹکتی نہیں پیمانے میں

۱۲۳

ساقیا دیکھ تو کیسا ہے مرا حال خراب
تشنہ کم ہو نہ سکے ہو نگا جو زیادہ بیتاب
میری للچائی نگاہوں میں کھنچ آئیگی شراب
پینے والے یہ پکار اٹھیں گے بے حد و حساب
چپکے چپکے خُم سے صاف کئے جاتا ہے
کون ایسا ہے جو آنکھوں میں پئے جاتا ہے

۱۲۴

بگڑی بن جاتی ہے اُس سے کرو پیالے سے ضرور
گو یہ شعلہ ہے، مزاج اسکا ہے لیکن کافور
غش سے چونکا دیا موسیٰ کو اسی نے سرِ طور
پی کے اس مے کو ہوا آنکھ میں یعقوب کی نور
مشکل آسان ہوئی رحمت کی نشانی پائی
نشہ سے اسکے زلیخا نے جوانی پائی

۱۲۵
تھی جو اللہ کو اس سے کی زندگی منظور
شب معراج بھی کام آئی نبی کے یہ ضرور
ہیبت خالق ذوالمجد سے کانپے جو حضور
حق نے چاہا کہ قوی ہوویں تو ہی خوف ہو دور
دیکھ کر ہاتھ صدا اس کے متحمل ٹھہرا
جب یہ سمجھے علی تو محمد کا ذرا دل ٹھہرا

۱۲۶
ساقیا بھر کے پلا جام تو اترے یہ خمار
نشہ چڑھ لے تو کروں جنگ کا نقشہ تیار
دیکھ وہ آ گیا بھالے کو اٹھا کر غدار
دیکھ نیزے کو نکالا پہ نہ بڑھا یہ جرار
ہاتھ اونچے ہوئے باگوں پہ فرس مڑنے لگے
دونوں نیزوں کی سنانوں سے شرر اڑنے لگے

۱۲۷
کبھی جھک جاتے ہیں نیزے کبھی ہوتے ہیں بلند
اپنے راکب کے اشاروں پہ ٹہلتے ہیں سمند
وہ بھی کرتا ہے وغا میں کد و کاوش ہر چند
منتظر ہے کہ جگہ پاؤں تو باندھوں کوئی بند
عقل چکر میں ہے اب کیا دم پیکار کرے
اتنی مہلت نہیں ملتی کہ تیغی وار کرے

۱۲۸
یک بیک تن کے بڑھا نیزہ بصد غیظ و عتاب
بائیں پہلو کی طرف آ گیا وہ خانہ خراب
پاؤں سے قاسم ذیشاں نے جدا کر کے رکاب
دی وہ ٹھوکر کہ نہ ظالم کو رہی ضبط کی تاب
جھک گیا زیں سے لعین سانس اکھڑی پلکے
ہنہنانے لگا رہوار بھی برہمی سے کے

۱۲۹

چوٹ کھا کر ستم ایجاد کی حالت یہ ہوئی
کبھی اُف کرتا تھا سہلاتا تھا پہلو کو کبھی
دل میں کہتا تھا کہ مہلت نہ ذرا شیر نے دی
کیا غضب ہو گیا پسلی تو نہیں ٹوٹ گئی
ڈر سے نیچی تھی نظر بات نہ کر سکتا تھا
شیر کے منہ کو کنکھیوں سے لعیں تکتا تھا

۱۳۰

پہلے کچھ دیر تو حیرت میں رہا ظلم شعار
لعیں شرما کے بڑھا پھر سوئے قاسم مکار
سامنے آکے اجل نے یہ صدا دی اک بار
کیا سمجھ کر ادھر آتا ہے بتا او غدّار
دل وہ تیرا ہے کہ غیرت نہیں تل بھر جس میں
پھر وہی چال چلا کھائی تھی ٹھوکر جس میں

۱۳۱

سن کے یہ اور بھی گرما کے وہ ناری آیا
متصل آتے ہی بھنا کے نیزہ مارا
دیکھ کر چوٹ کا رخ شیر نے پہلو بدلا
پھل چمکتا ہوا تردیا بس جسم سے پہنچا
کر دیا سب کو بحیرت نگراں قاسم نے
تھام لی ہاتھ میں پھرتی سے سناں قاسم نے

۱۳۲

چوب کو شیر نے پنجے سے مروڑا جو ذرا
ہاتھ بل کھانے لگا ضبط نہ موذی سے ہوا
انگلیاں کھل گئیں مٹھی ہوئی نامرد کی وا
پھٹ گئی داد کفِ دست پہ قابو نہ رہا
لعیں کیا سمجھا تھا یاں جنگ کا کیا رنگ ہوا
یوں چھنا ہاتھ سے نیزہ کہ شقی دنگ ہوا

۱۳۳

پھینک کر ہاتھ سے نیزہ کو یہ قاسم نے کہا
دیکھ جو کچھ تری قسمت کا لکھا تھا وہ ہوا
اب یہ بہتر ہے کہ میدانِ وغا سے ٹل جا
جو بھی ذلت ہو وہ ہو جان مگر اپنی بچا
بیحیا تجھ سا زمانے میں کوئی اور نہیں
بھاگنا تیرے لیے عیب بہر طور نہیں

۱۳۴

سُنکے قاسم کا بیاں جل گیا وہ لعیں وہ شریر
غیظ میں آ کے ستمگار نے کھینچی شمشیر
پڑ گئی پاؤں میں سرکش کے اجل کی زنجیر
ختم ازرق کوئی دم میں ہو لڑائی ہے اخیر
دلمیں ارمان وغا کرنے کا رہ جائیگا
خون پانی کیطرح خاک پہ بہ جائیگا

۱۳۵

لو وہ تلوار چلی ڈھالوں پہ رُکنے لگے وار
لو وہ اُڑنے لگا رہوار و نکی ٹاپوں سے غبار
دونوں گھوڑوں کی تگ و دو سے زمیں کو ہے فشار
سر کے پاس آ کے نکل جاتی ہیں تیغیں ہر بار
ناگنیں ڈسنے کو لہرا کے لپک جاتی ہیں
بجلیاں دو ہیں کہ رہ رہ کے چمک جاتی ہیں

۱۳۶

آنکھ سے آنکھ جو دونوں کی لڑی ہے یکسر
پتلیاں بنگئی ہیں مردمِ دیدہ کی سپر
چرکے تلوار کے کھاتا ہے جو وہ بانی شر
منہ سے اُف کرنے میں سینے سے نکلتے ہیں شرر
دلپہ قابو نہیں رخ رن سے مڑا جاتا ہے
رنگ چہرے کا دھواں بنکے اڑا جاتا ہے

۱۳۷

آگیا زد پہ جو نوشاہ کی وہ بانیِ شر
سن سے تلوار چلی ہو گیا موذی ششدر
کاٹ کر حلق کو تلوار جو نکلی باہر
زور میں خون کی دھار و نکلے اُدھر جسم سے سر
زین سے ڈھل کے سمٹ کر تو زمیں پر آیا
پشت پر گھوڑے کی ٹکراتا ہوا سر آیا

۱۳۸

قتل ازرق ہوا کیا اُڑ گئے کل فوج کے ہوش
موت کے ڈر سے ہوئے خیمہ میں افسر روپوش
بھاگ گئے پھرتے ہیں لشکر کے جواں دوش بدوش
جا بجا راہ مفر ڈھونڈھتے ہیں باطل کوش
راستہ امن کا نامرد نہیں پاتے ہیں
جس طرف منہ ہے اُدھر بھاگے چلے جاتے ہیں

۱۳۹

سارے لشکر میں یہی شور ہے یارو بھاگو
اپنے جو ہوں انھیں جلدی سے پکارو بھاگو
خیریت ہے ابھی ہمت کو نہ ہارو بھاگو
جسم سے جامۂ عزت کو اُتارو بھاگو
رکھ کے عزت کبھی پایا تھا نہ اب کچھ پایا
موت سے جان جو بچ جائے تو سب کچھ پایا

۱۴۰

غل ہے میدانیوں میں چھوڑ کے میداں بھاگو
کر کے شیرازۂ لشکر کو پریشاں بھاگو
موت پکڑے نہ کہیں بڑھ کے گریباں بھاگو
دم نہ لو راہ میں اب تا حدِ امکاں بھاگو
پھر کے جو دیکھے گا میداں کی طرف فوت ہے وہ
جسکو سب تیغ کی کہتے ہیں چپاٹ موت ہے وہ

۱۲۱

کچھ یہ کہتے ہیں کہ بتلاؤ کہاں بھاگ کے جائیں
آسماں دور و زمیں سخت جگہ کون سی پائیں
زر کے لالچ میں یہاں آ کے ملی ہیں یہ سزائیں
کوئی گوشہ ہمیں مل جائے تو جانوں کو بچائیں
ملک الموت کی آواز نہ ہر بار سنیں
نہ چمک دیکھیں نہ تلوار کی جھنکار سنیں

۱۲۲

کیا قیامت ہو کہ افسر نہ مدد کرنے کو آئیں
جس کے ماتحت ہیں یہ حال اسے کیوں نہ بتائیں
پر لشکر تو کرے عیش اذیت ہم اٹھائیں
جا کے چوبیں پسر سعد کے خیمے کی ہلائیں
باہر آئے نہ ستمگار تو ڈھا دیں خیمہ
کاٹ کر ساری طنابوں کو گرا دیں خیمہ

۱۲۳

یک زباں ہو کے کہا سب نے یہی راہ ہے ٹھیک
پسر سعد کا خیمہ ہے یہاں سے نزدیک
لے کے دعوا یہ ہے مغرور بہت کچھ وہ یکایک
ورنہ لازم تھا کہ ہر حال میں وہ بھی ہو شریک
ہو کے افسردہ اس فوج سے خبردار نہ ہو
کیا لڑے فوج وہ جس فوج میں سردار نہ ہو

۱۲۴

مشورہ کر کے یہ اک سمت چلے وہ خودسر
اس طرف شام کو گئے رہتا تھا ابن سعد جدھر
اپنی جانوں کی پڑی تھی جو بچیں تو کیونکر
جاتے ہی شور یہ کرنے لگے وہ باغی شر
جائیں ہم خود اسے پردے میں اگر رہنا ہے
پسر سعد کہاں ہے ہمیں کچھ کہنا ہے

۱۳۵

غل یہ سُنکر وہ ستمگار محل سے نکلا
دیکھا سب کو یہ نخوت پہ شقی نے پوچھا
کس لیے آئے ہو تم لوگ یہ ہے واقعہ کیا
کون سی ایسی ہے آفت کہ نہیں ہوش بجا
مُردنی چہروں پہ چھائی ہے مصیبت کیا ہے
وحشت آنکھوں پہ برستی ہے یہ حالت کیا ہے

۱۳۶

بولا اسی میں یہ کہنے لگے دو اک اجل
پہلواں تو نے جو بھیجے تھے پئے جنگ و جدل
خود بھی بیٹے بھی ستمگر کے ہوئے نذرِ اجل
مر گئے وہ تو بڑھا خوف ہوئی اک ہلچل
ڈر کے اک طفل سے کل لشکرِ شاہی بھاگا
بھاگے افسر تو پھر ایک ایک سپاہی بھاگا

۱۳۷

تھم کے بولا پسرِ سعد نہ اب تم گھبراؤ
لو ابھی خلعت و انعام جو سر کاٹ کے لاؤ
مار لو گھیر کے بگڑی ہوئی بات اپنی بناؤ
دور سے تیر سوئے قاسمِ ذیشاں برساؤ
اپنی جانوں کی حفاظت دمِ پیکار کرو
تیغ کی زد سے بچو برچھیوں سے وار کرو

۱۳۸

سُن کے تقریر ابنِ سعد کی پلٹے بے پیر
بڑھ کے آتے ہی میداں میں لگانے لگے تیر
ایک پر ٹوٹ پڑیں لاکھ تو ہو کیا تدبیر
زخم کھانے لگے قاسم ہوئی حالت تغیر
ڈگمگانے لگے گھوڑے پہ عجب حال ہوا
جسم سب تیروں کی بوچھار سے غربال ہوا

۱۴۹

لو وہ قاسم کے قریب آکے ستمگر ہے ہے
کیا کرے کیا نہ کرے بیکس و مضطر ہے ہے
برچھیاں ہیں تنِ انور کے برابر ہے ہے
اور کاووں سے قدم ہو گئے باہر ہے ہے
تیورانے جو لگے کر کے بکا آہ گرے
بہہ گیا تن سے لہو قاسم ذیجاہ گرے

۱۵۰

فتح کا شور ہوا لشکرِ اعدا میں اُدھر
ہو کے بیتاب چلے پاس نے شہ جن و بشر
تھا یہ صدمہ کہ نہ آنکھوں سے پھرا آتا تھا نظر
دوڑتے جاتے تھے اُدھر لاش تھی قاسم کی جدھر
دل تڑپتا تھا قدم ضعف سے تھرّاتے تھے
لڑکھڑاتے ہوئے شبیر چلے جاتے تھے

۱۵۱

تھے علی اکبر و عباس بھی شہ کے ہمراہ
ہاتھ تھامے ہوئے تھے دونوں طرف یہ ذیجاہ
پہنچے مقتل میں جو شبیر بصد نالہ و آہ
دیکھا حضرت نے کہ جنت کو سدھارا نوشاہ
جس جگہ لاش زمیں پر تھی وہیں بیٹھ گئے
کر کے اک آہ جگر سے شہ دیں بیٹھ گئے

۱۵۲

دیکھ کر لاش کے ٹکڑوں کو یہ بولے سرور
کیا ہو لیجائیں انھیں اہلِ حرم تک کیونکر
بی بیاں دیکھ لیں نوشاہ کو پھر ایک نظر
ماں بھی فرزند کو سینے سے لگا لے دم بھر
رنج دیکھا ہے جو شہ بانیٔ بیداد ہوئے
دو گھر اس شیر کے مرجانے سے برباد ہوئے

رباعی

خوش جس سے ہو روح ہے وہ ریحان دکن
بالا ہے سب سے عزّ و شان دکن
دے عمر خضر یہاں کے والی کو خدا
آباد رہے سدا گلستان دکن

رباعی

ہر گل سے ظہور قدرت باری ہے
کچھ طرفہ بہار، طرفہ تیاری ہے
سمجھیں نہ رباعی اسے اہل دانش
یہ باغ سخن کی چار دیواری ہے

رباعی

ظلم و ستم و جور کی بانی ہوتی
کچھ دن بھی ہمیں نہ شادمانی ہوتی
پہلے ہی یہ کمبخت نہ آنے دیتی
پیری کے اگر بس میں جوانی ہوتی

رباعی

کیا نفع ہے دشمن جو حسد کرتے ہیں
کیوں میرے مٹا دینے میں کد کرتے ہیں
ناتا میں کوئی چیز نہیں ہوں، لیکن
میرے مولا مری مدد کرتے ہیں

سلام

در جو ہیں دیوار میں کعبے کی یاں پیدا ہوا
زلزلہ بنیاد خیبر میں وہاں پیدا ہوا

اِک سوا اُسکے نصیری جس کو کہتے ہیں خدا
اور بندہ گھر میں خالق کے کہاں پیدا ہوا

خلقت آدم کا باعث آپ ہیں یا مرتضےٰؑ
آپ ہی کے واسطے سارا جہاں پیدا ہوا

در ہوئی دیوار کعبہ کھُل گیا فوراً یہ راز
باب خیبر توڑنے والا جواں پیدا ہوا

آئے دنیا میں علیؑ حق کی غرض پوری ہوئی
دوست دشمن کا جہاں میں امتحاں پیدا ہوا

مرثیہ ۱

اکبر کو جب حسین سے رن کی رضا ملی
دل بڑھ گیا وہ دولت لا انتہا ملی
رخصت جہاد کی شہ والا سے کیا ملی
جو درد لا علاج تھا اسکی دوا ملی
تسلیم ادب سے کرکے شہ ارجمند کو
دیکھا پلٹ کے فوج شقاوت پسند کو

۲

منظور تھی جو نصرت شبیر نامدار
آئے قریں سمند کے اکبر بصد وقار
رکھ کر قدم رکاب کے حلقہ پہ استوار
یا بوتراب کہہ کے فرس پر ہوئے سوار
مشتاق تھے جو دیر سے راہ ثواب کے
پڑی جانی گھوڑے کو رانوں میں داب کے

۳

لی باگ راہوار چلا تیر کی طرح
ہر نعل چمکا دھوپ میں شمشیر کی طرح
یال اڑ کے بکھری زلف گرہ گیر کی طرح
کھنچنے لگا نگاہوں میں تصویر کی طرح
چال اسکی جس نے دیکھ لی دل نکال گیا
آنکھوں میں پھر کے اہل نظر کی نکل گیا

۴

پر وہ فرس ہے جس کا جہاں میں نہیں نظیر
آہو شکار و بادیہ پیما و شیر گیر
تیزی، کڑی کمان سے رہا ہوئے جیسے تیر
ساتھ اس کے چل کے آپ ہوا ہو گئی حقیر
کیا ساتھ دیتی اسپ فراست شعار کا
نقش قدم بھی مل نہ سکا راہوار کا

۴۵

پانی پہ جا کے اپنی سُبک چال اگر دکھائے
کوئی شکن نہ چادرِ آبِ رواں میں آئے
ایک اک حباب آنکھوں سے پُتلیاں لگائے
لہروں کا دب کے دور دور تسلسل نہ مٹنے پائے
ظاہر سُموں سے ہو وہ نفس لاجواب کے
پانی پہ چار پھول پڑے ہیں گلاب کے

۴۶

اسوار ہیں سمند پہ اکبر بصد وقار
جاتے ہیں یا براق پہ محبوبِ کردگار
وہ حسن دلفریب جوانی کی وہ بہار
ضَو بڑھتی ہے جو چہرۂ روشن کی بار بار
سب شان سر بسر ہے نبی کے درود کی
ذرّوں سے آ رہی ہیں صدائیں درود کی

۴۷

یاں راہ میں ہے دلبرِ سلطانِ دیں پناہ
واں ہر طرف گرمی سے تلاطم میں ہے سپاہ
حالت کسی کی خوف کے بڑھنے سے ہے تباہ
زیں سے اُبھر اُبھر کے کوئی تاکتا ہے راہ
عاجز ہیں وزن سے تنِ خانہ خراب کے
لنگر سے ٹوٹے جاتے ہیں تسمے رکاب کے

۴۸

سُن سُن کے آمدِ خلفِ شاہِ نامدار
پھیلا ہے فوجِ شام میں اک طرفہ انتشار
ہے اُلٹ پلٹ سے تلاطم ہے آشکار
ساکن طبیعتیں ہیں نہ ہے روح کو قرار
چھپتی نہیں چھپائے سے بودوں کی قسم بھی
دل کی دھڑک کے ساتھ لرزتے ہیں جسم بھی

۱۱

۹

جاتا ہے اس طرف سے یہ غازی بصد حشم
واں پیک دور دور سے کہتے ہیں دم بدم
آتا ہے وہ علیؑ کی ہے قوت جسے بہم
ہاں بھاگیو زمیں پہ جمائے رہو قدم
گیتی ہلے گی جنگ ہے اُس نامدار کی
دیوان آہنی ہوں صفیں کارزار کی

۱۰

ناگاہ دور کر یہ پھر اک پکارنے کہا
لو دیکھ لو وہ آ گئے ہم شکل مصطفےٰ
باتیں ہوا سے کرتا ہے غازی کا بادپا
تیغیں ابھی سے کھینچ لو وقفہ نہ ہو ذرا
ٹھہرائیں ہاتھ پاؤں نہ خوف و ہراس میں
فرق آ نہ جائے رعب جری کے حواس میں

۱۱

یہ ذکر ختم ابھی نہ ہوا تھا کہ ناگہاں
پہنچے قریں اٹھائے ہوئے اکبرؑ جواں
آئے جو ہیں قریب صف لشکر گراں
بس کہہ کے روکی اسپ جہاں سیر کی عناں
ٹاپوں سے روندنے کا قلق دل پہ رہ گئی
گھوڑا اچھل مچل کے زمیں مل کے رہ گئی

۱۲

قبضے پہ ہاتھ رکھ کے یہ دی شیر نے صدا
بتلاؤ کس طرف ہے بن سعد بے حیا
سردار فوج ہو کے چھپے شرم کی ہے جا
آئے نہ وہ تو اور بڑھے کوئی منچلا
نکلے وہ جلد جینے سے دل جس کا سیر ہو
دو ہات لڑ کے دیکھیں تو کیسے دلیر ہو

۱۱

۲۱۳

پُن سے جناب ہو گئے تیار اہلِ کیں
کرنے لگے درست صفوں کو عدوئے دیں
کالے نشاں بلند ہوئے بیرقیں کھلیں
باجے بجے عروس کہ لو ہلنے لگی زمیں
آواز طبل بر دو طرف اٹھی ہوئی جا بجا
قرنا پھکی تو گرد کی تب فلک تک صدا گئی

۲۱۴

لاکھوں میں یوں گھرا ہوا شہزادۂ امام
سیراب وہ ہیں اور یہ دو دن سے تشنہ کام
سوکھی ہوئی زبان پہ جاری ہے یہ کلام
اے قوم کربلا میں ہیں پیاسے شاہِ فلک مقام
مہمانی امام ہے جو قرآں وقت خوب ہے
گھر سے بلا کے ہم نے مدارات خوب کی

۲۱۵

بالا نکالاں کی کچھ نہ کسی نے دیا جواب
لیکن پئے نبرد بڑھے خانماں خراب
آیا انھیں بھی غیظ رہی ضبط کی نہ تاب
تیوری کو چڑھا کے ابن شیر نے کیا خطاب
پیکِ اجل سوار ہے کچھ جانتے بھی ہو
کس سے مقابلے میں ہو پہچانتے بھی ہو

۲۱۶

ہم وہ ہیں جن کے رعب سے سب پہلوان جھکے
بازو قوی تھے جن کے وہ پیتل کمان جھکے
دعویٰ تھا سرکشی کا جنھیں وہ جوان جھکے
سکانِ بیں زمیں پہ جھکا آسمان جھکے
ہے یہ اثر ہمارے جلال و عتاب کا
تھرا رہا ہے خوف سے جرمِ آفتاب کا

۱۱

۱۷م

دادا کا تھا بہادروں سے لقب شیر کردگار
جن کے قدم سے ملکِ عرب کو تھا افتخار
ایسا قوی تھا آن پہ تھا جس پہ سخن مدار
خندق سے کس نے فوج اتاری کی الصدقار
دستِ علی پہ وزن کا مطلق اثر نہ تھا
اک پھول تھا ہتھیلی پہ خیبر کا در نہ تھا

۱۸م

جس کا علی ہے نام وہ احمد کا تھا وزیر
عالم کا سرپرست غریبوں کا دستگیر
جرأت میں لاجواب شجاعت میں بے نظیر
کعبہ میں جس نے بنتِ اسد کا پیا تھا شیر
آیا ہے اور نہ آئیگا فرق ان کی آن بان میں
اس دودھ کا رہے گا اثر خاندان میں

۱۹م

مصروف تھا جو جنگ میں یہ شہزادۂ زماں
ناگاہ شمر آکے یہ کرنے لگا بیاں
بیٹا ہے یہ علی کے ڈر سے لرزتے تھے آسماں
پر اُن کے ذکر سے کیا فائدہ یہاں
گر شیر ہو تو زمیں پہ تن و سر دکھائیے
کچھ اپنی تیغ تیز کے جوہر دکھائیے

۲۰م

فرا یہ کہہ کے ہنس گیا وہ دشمنِ خدا
جا کر قریں صفوں کے یہ بولا وہ مہ جبیں
حیدر کا دیکھ بھال لو بیٹا ہے آگیا ذرا
کالو جس دل میں ولولہ لڑائی کا ہے مزہ
وابو دل سے بل نکال کے بیزار ہو کے لو
تلواریں کھینچ کھینچ کے بڑھیں مقابل لو

،،

۲۲۱

سن سن کے ترنم خوش کن قلقل رند ہوں مست
رندان سے ابھارے ہیں ابر سے جواں قائم
بادہ بھر دے ہے یاں بھی بادۂ و نغمہ بہت
ساقی پلا دے جام لطیں صفوں کی صفائی کا
نقشے کھنچے سکہ بٹھا کا ورق وارفتگی کا

۲۲۲

ساقی پلا وہ جام کہ دونا ہو جوش جوش
ایسا چھلکا دے آج کہ باقی رہے نہ ہوش
وہ مے پلا کہ نشہ ہو جس سے کا عیش نوش
ہو جائے تر زبان تو دم بھر ہو ابن جوش
تیزی اسے نشے کی یہ اثر ہو بیان میں
جھنکار تیغ تیز کی آ جائے کان میں

۲۲۳

ہر جنس سے پرہیز لوں یہ تیرا کرم ہو عام
ہر بوالہوس لطف نہیں بس یہ کچھ کلام
کب بیٹھتے ہیں ساتھ مضمون سے جام
للچائیں دیکھ کر یہ عنایت جو تشنہ کام
لے آئے وہ بھی پیالہ مے سے دل ایاغ ہی
جیسے کنول چراغ جلاتے چراغ سے

۲۲۴

کعبہ میں جو رسول نے پائی ہے وہ شراب
بہر کسی کو جو نبی نے پلائی ہے وہ شراب
اللہ نے جو آپ بنائی ہے وہ شراب
جلوہ میں جس کے شان خدائی ہے وہ شراب
غفلت میں بیکس گو کٹھ بھی جو وارد ہو گئے
آدم بھی جس کے نشہ سے ہشیار ہو گئے

۲۵

ہاں ساقیا پلا وہ شراب آج اس قدر
تیرے سوا رہے نہ کسی کی مجھے خبر
اس طرح نشہ ہر رگ و پے میں کرے گذر
خامے پہ میرے ہاتھ کی لغزش کا ہو اثر
اتنی پلا کہ حدت مے سے کچھ حباب کی
ٹپکیں قلم کی نوک سے بوندیں شراب کی

۲۶

ساقی وہ دے کہ نشتر اہل جفا سے تیز
وہ کھینچ لی جری نے بھی شمشیر بے نظیر
چمکی وہ تیغ کٹ کے ہوا دو سر اک شریر
اول جو صف تھی ہو گئی دم بھر میں وہ اخیر
بچنا محال ہو گیا قسمت کے پھیر سے
جنگل کے غار پٹ گئے لاشوں کے ڈھیر سے

۲۷

عیب جری کا حشر سے میدان کارزار
یہ خوف ہے کہ بیٹھ کے اٹھتے نہیں غبار
گیتی الٹ پلٹ ہے لرزتے ہیں کوہسار
زندوں کا ہے یہ خوف کہ مردوں میں ہیں شمار
باقی ہو ڈر سے دم تو ترائی میں کود کریں
مٹی کے پتلے خاک کسی کی مدد کریں

۲۸

چھایا ہوا ہے سب کے سروں پر سحاب خوف
مبہوت ہو گئے ہیں چڑھی ہے شراب خوف
زردوں پہ چڑھ گئی ہے جو فصل شباب خوف
دل کانپتے ہیں لا نہیں سکتے ہیں تاب خوف
ڈر ڈر کے تیغ تیز سے قید طلسم میں
روحیں بھی چھپتی پھرتی ہیں ارکان جسم میں

۲۹

جس صف پہ آئی کرکے صفائی نکل گئی
ندی لہو کی دم میں بہائی نکل گئی
سر سے گذر کے سینہ میں آئی نکل گئی
دل کاٹ کر جگر میں سمائی نکل گئی
مشتاق دید جو تھے وہ سر دھن کے رہ گئے
سن سن کی اک صدا تھی جسے سن کے رہ گئے

۳۰

پہلو کسی کا کاٹ کے دل سے چمٹ گئی
خون دل کا پی چکی تو جگر پہ جھپٹ گئی
سرخی لہو کی دھار کی تیزی سے کٹ گئی
یہ ہیکلے ردوح تیغ دو سر سے لپٹ گئی
احساں کیا وہ تو نے کہ دل شاد کر دیا
ہستی کی قید سے ہمیں آزاد کر دیا

۳۱

دلدوز و دل گداز بھی ہے دل شکن بھی ہے
یاد اس کو ذوالفقار علی کا چلن بھی ہے
حاضر جواب بھی ہے دریدہ دہن بھی ہے
معشوق کی ادا بھی ہے چھریرا بدن بھی ہے
چلنے میں اس پری کے قیامت کی شان ہے
لوہے کا دل پہ رکھتی ہے گو دھان پان ہے

۳۲

اللہ ری تیزی و بُرش تیغ برق تاب
سج دھج سے ہے عیاں کسی معشوق کا شباب
گرمی وہ حسن دیکھ کے کہتے ہیں شیخ و شاب
اس شعلہ خو نے قلب و جگر کر دیے کباب
اُف اُف کی دیتے ہیں جو صدا بھاگ بھاگ کے
ڈرتے دھوئیں کے ساتھ نکلتے ہیں آگ کے

11

۳۳

نازل ہوئی ہے سب کے سروں پر بلائے خوف
خوف اُن کے واسطے ہے وہ سب ہیں برائے خوف
لیکن گذر کسی کا نہیں اب سوائے خوف
ہیں سرنگوں نشان علم ہیں لوائے خوف
ہلچل میں پڑ گئی ہے جو ہر اک کو جان کی
چادر ہلا رہے ہیں پھریرے امان کی

۳۴

برپا تھا حشر لشکر شر میں کہ ناگہاں
نکلا پرے سے تیغ بکف ایک پہلواں
نازاں تھا اپنے زور پہ بیہودہ بدگماں
دل میں فساد طبع میں نخوت کہ الاماں
فربہ تھا جسم حد سے سوا بے شعور کا
سر میں بھرا ہوا تھا خزانہ غرور کا

۳۵

رہوار پر سوار تھا وہ بانیٔ حسد
پہلو میں ساتھ ساتھ تھا شیطاں پئے مدد
شرمندہ جس سے دیو ہوا ایسا دراز قد
حربے سجے تھے جسم پہ احمق نے لاتعد
کب تھی زرہ شقی کے تن پُر وبال میں
تھا اژدھا پھنسا ہوا لوہے کے جال میں

۳۶

حربوں سے یوں بدن کو چھپائے ہے بداساس
گویا تمام جسم میں لوہے کا ہے لباس
اس پر بھی منتشر ہیں ستمگار کے حواس
چھایا ہوا ہے چہرے پہ نامرد کے ہراس
نزدیک سے جو دیکھے ہیں تیور دلیر کے
دل کہہ رہا ہے پھنس گئے پنجے میں شیر کے

۳۷
کہتا تھا خوف بھاگ لے بھاگ یہاں سے شتر شعار
کیا بھاگتا کہ آ گیا تھا کہ اجل سر پہ تھی سوار
آخر بڑھا لعین سوئے میدان کارزار
آیا قریب شیر کے سہما ہوا شکار
بیچ اس نکل چلاتا تھا تیغ منہ کو پھیر کے
لاتی شکست موت کے جا سے یہ گھیر کے

۳۸
محبوب رب سے جنگ کو آیا ہے پُر دغا
ہے غیظ میں ادھر سے پسر شاہ کربلا
تلواریں کھینچ چلیں یہیں نہیں وار آب زورا
ساقی پھرا ایک جام چھلکتا ہوا بلا
دے پھر وہی تو نشہ کہ جس سے بے پرستی کی
جو پھر کبھی چاشنی ہو روز الست کی

۳۹
ساقی ہزار بار یہ دل نے کیا ہے طے
اس میکدہ سے کچھ کبھی آبرو ہی نہ شے
تسکین کر ستم سے آج تو تیغ یہ کچھ ہو بے
کچھ بے ودات ہیں بھی پیاپی کے بدلے ہے
اتنی پلا کہ آ نہ سکے جو حساب میں
ڈوبی رہیں قتیل قلم کی زبانیں شراب میں

۴۰
ساقی الصبوح کہ یہ ہے آل و در التجا
دھیان اس گھڑی کی مصیبت سر ورد کا آگیا
دیکھی نجف سے آکے یہاں دیکھو تو ذرا
جیسا مصیبت پایا ہے مہمان کربلا
وہ کہ بے پر ظلم و ستم کے برستے ہیں
پانی کو تین روز سے بچے ترستے ہیں

״

۴۱

ہوتے ہیں ظلم ایک مسافر پہ بے شمار
پیّہ کا خون بہا دیا ہے ہر طرف پکار
فوجوں میں گھر گیا ہے محمد کا یادگار
سوکھے گلے پہ ہوگی رواں خنجروں کی دھار
ساقی پہ تو غریب ہو اندوہ و یاس میں
محسوس کم ہو ذبح کی تکلیف پیاس میں

۴۲

گذرے ہیں ایک بیکس و تنہا پہ یہ ستم
انصار دوپہر میں گئے جانبِ عدم
دو بھانجے بھائی نے سدھارے بصد الم
دولہا کا آگے آنکھوں کے نکلا ہے تن سے دم
سہرے کے پھول خون میں قسمت ڈبو گئی
حجلے میں ایک شب کی دلھن رانڈ ہو گئی

۴۳

بعد اس کے قتل ہو گئے عباسِ نامور
غم کا پہاڑ شہ پہ گرا جھک گئی کمر
پہنچے ترائی میں جو شہِ دیں بچشمِ تر
بھائی کا حال دیکھ کے تھرا گیا جگر
ایسا لگا یہ زخم دلِ دردناک پر
اک آہ کر کے جھک گئے شبیر خاک پر

۴۴

بیٹھے جو متصل تنِ مجروح کے امام
لکنت تھی گو زباں میں پہ جری نے کیا کلام
آقا بہت خجل ہے سکینہ سے یہ غلام
بیٹی نہ جائے گھر میں مری یا شہِ انام
باتیں یہ کرتے کرتے جہاں سے گذر گئے
پیاری سکینہ منہ سے کہا اور مر گئے

۲۵

دنیا سے کوچ کر گئے عباس باوفا
نکلے ہیں اب برہنہ سر ہمشکل مصطفا
عاجز ہیں اب بھی تیغ اٹھانے کو پانی بن غضب
لیکن ادھر سے ایک ہیں ادھر سے جنگ و جدل لشکر کا ہیں
یہ آ گئے تو پھر نہ تنہا امام ہیں

۲۶

یہ سن کے اور سے جو بہت سن میں ہے صغیر
اس کو بھی ان میں لائیں گے شاہ فلک سریر
ساقی ہے یہ گا حلق پہ جب حرملہ کا تیر
یاد ضرور ہے اس کو کل سے سے وہ
اسد مر جھل گئے ہو گا وہ دھوپ کی حرارت تیر کا
اس وقت اور گرے گا بچھ کا صغیر کا

تمام شد

مرثیہ ۱

اے زباں آلِ پیمبر کی ثنا خواں پھر ہو
سبز و شاداب مضامیں کا گلستاں پھر ہو
وصفِ دلبندِ نبی تا حدِ امکاں پھر ہو
اے قلم صفحۂ قرطاس پہ جولاں پھر ہو
صاحبِ فہم بھی ہوں دنگ تری تیزی سے
پھول کاغذ پہ کھلیں تیری عرق ریزی سے

۲

دو زبانیں تجھے خالق نے عطا کی ہیں اگر
ایک سے وصفِ نبیؐ مدحِ علیؑ ایک سے کر
کون جز تیغِ ید اللہ ہے تیرا ہمسر
تجھ سے کھلتے ہیں ہر اک اہلِ زباں کے جوہر
بے صدا دل کی ہے تقریر اگر سنتا ہے
پھول جو گرتے ہیں منہ سے انھیں تو چنتا ہے

۳

ہے ہر اک اہلِ سخن خلق میں تیرا خواہاں
تو ہی کہہ دیتا ہے بھولی ہوئی باتوں کو بیاں
وہ پتہ چلتا ہے تجھ سے کہ ہو جس کا نہ نشاں
کام آتی ہے جو بے کس کے وہ ہے تیری زباں
کون ہے تیری مدد سے جو برومند نہیں
وہ زباں پائی ہے تو نے جو کہیں بند نہیں

۴

تیرا محتاج ہے عالم میں ہر اک اہلِ ہنر
فیض تیرا ہے کہ ملتے ہیں ریاضت کے ثمر
مطمئن تجھ سے ہے دنیا میں ہر اک فرد بشر
سونپ دیتے ہیں حفاظت میں تری لختِ جگر
جو ہیں الفاظ مناسب انھیں پہچانتا ہے
دل کے ہر ٹکڑے کا پیوند تو ہی جانتا ہے

۴۵

ہے بلاشبہ تو ہی باغِ سخن کا گلچیں
تیرے دم سے ہے ہر اک مصرعِ موزوں لبریز
تجھ پہ موقوف ہے ہر رزمِ سخن کی تزئیں
تیری رفتار کا ہمسر کوئی معشوق نہیں
ناطقہ بند تھا دل بھی زباں دیکھا ہے
پا بہ گل سروِ چمن تھا جو رواں دیکھا ہے

۴۶

تو ہے وہ شمس جو ازل میں بہ قدرت سے ہوا
تو ہے وہ جس نے خدا کو کیا پہلے سجدا
کی گئی لوح تری عشق کی خاطر پیدا
تو نے ہر علمِ الٰہی کو بصد زیب لکھا
جو ہو تحریر فضیلت میں تری وہ کم ہے
جمع قرآں کا غرض تو ہی جزِ اعظم ہے

۴۷

شانِ وحدت کی سراپا سے ہے تیرے پیدا
ہر موحد ہے ترے حسن کا دل سے بندا
تو ہی لوحِ ازل میں نہ اگر لکھ دیت
علم ابد تک ہمیں ہوتا نہ الوہیت کا
اُسی کتبہ سے بزرگی تری مفہوم ہوتی
اصل اسلام اُسی سے ہمیں معلوم ہوتی

۴۸

تیری تحریر خدا کی ہے عدالت پہ سند
تیری تحریر نبیوں کی نبوت پہ سند
تیری تحریر اماموں کی امامت پہ سند
تیری تحریر نشور اور قیامت پہ سند
جن و فرشتوں نے بھی اکثر تری تعظیم کیا
تیرا لکھا ہوا کل خلق نے تسلیم کیا

٩

نقش ہے لوح کے دل پر بھی ترا نقش کمال
حشر تک ہو گا نہ ہرگز تری صنعت کو زوال
جا بجا تحریر کیا نام محمد مع آل
ہوا روحانیوں پر بھی ترا ظاہر اجلال
مستحق کرم و رحمت اللہ ہوا
سب سے پہلے تو ہی ان ناموں سے آگاہ ہوا

١٠

تو رہا مصلحت رب کا ہمیشہ ہمراز
تو رہا دست سلاطین میں سدا سرافراز
تو رہا ہے علما و حکما میں ممتاز
تیری خدمت میں رہا ہو نکو دست نیاز
موجب فخر ہے وجہ شرف عزت ہے
تیری تحریر کا سنتے ہیں صلاحیت ہے

١١

کی ہے جس جس نے رقم آل محمد کی ثنا
تو نے ان لوگوں میں ہر اک کا سدا ساتھ دیا
خاک پا ان کا ہوں میں یہ بھی ہر اک پہ ہو کھلا
میری امداد میں کب تجھ کو تامل ہے روا
کیجئے دیر مجھی سے یہ پشیمانی ہے
ہاں رواں ہو کہ یہ ہنگام ثنا خوانی ہے

١٢

باادب کہہ کے عنایات الٰہی پہ نظر
لکھ لیں احوال جب از بہر رسول اکرم
جبکہ سنتے سے نہ قابو میں ہیں قلب و جگر
اشک غم آنکھوں سے دامن تک آ پہنچیں بہ کر
غم کی تصویر کھنچے یوں کہ نگاہیں اٹھیں
اٹھیں مجلس سے تو جھکتے ہوئے ابرو اٹھیں

۱۳

شرفِ آلِ پیمبر ہیں بیاں سے باہر
ہیں یہ کونینِ فضیلت کے انھیں کی دو گہر
نورِ حق راہ نما خاصۂ ربِ اکبر
قاسمِ نار و جناں مالکِ خلد و کوثر
برقرار ارض و سما ہیں یہ سبب انکا ہے
اک خدائی کے سوا جو ہے وہ سب انکا ہے

۱۴

ایسی قدرت کہ خدا نے انھیں قدرت دی ہے
اپنے اجلال سے خالق نے جلالت دی ہے
کہیں موسیٰ سے زیادہ انھیں ہیبت دی ہے
بڑھ کے یوسف سے انھیں شانِ وجاہت دی ہے
کوئی مخلوق نہ تھا خلق میں اول ان سے
جز نبی کوئی جہاں میں نہیں افضل ان سے

۱۵

خاتمہ انبیہ ہے اخلاقِ حسن کا لاریب
حُسن ہیں محض نہیں نام کو انھیں کوئی عیب
ہر گھڑی علمِ امامت سے یہ ہیں عالمِ غیب
آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ و زکریاؑ و شعیبؑ
مرتبے ان کے زمانے پہ جو ہیں عالی ہیں
مگر اُن سب سے مراتب میں یہی عالی ہیں

۱۶

علم وہ علم تھا جسکا کہ ہے مافوقِ مجال
حلم وہ حلم جسے دیکھ کے حیرت ہے یہ کمال
خلق وہ خلق کہ دشمن کا بدل جائے خیال
زہد وہ زہد بیاں میں بھی ہے جسکا اشکال
رحم وہ رحم جسے اہلِ جہاں جانتے ہیں
صبر وہ صبر کہ ایوب جسے مانتے ہیں

۱۷

ہے بس اب پیش نظر صدمۂ ماتم کا ہجوم
صبر کے ذکر پہ یاد آ گئے شاہِ مظلوم
کون سے شاہ جگر بند پیمبر معصوم
وطن آوارہ ستم دیدہ مسافر مغموم
لطف کے بدلے جفاکاروں نے ناچاقی کی
کیا نبی زادے سے امت نے بد اخلاقی کی

۱۸

کیں دیرینہ عداوت کو چھپایا پہلے
کہ کے بھیجے کئی خط شوق جتایا پہلے
متفق وعدۂ بیعت سے بلایا پہلے
جنگ ہو گی یہ کسی نے نہ بتایا پہلے
منہ کو اللہ و نبی سے بہ غرض پھیر لیا
راہ میں بیکس و مظلوم کو بس گھیر لیا

۱۹

کچھ عزیز اور کچھ انصار تھے شہ کے ہمراہ
ان عزیزوں میں بھی کچھ طفل تھے کچھ مہ طلعت ماہ
دن لڑائی کا جب آیا تو بصد سطوت و جاہ
جنگ ہر ایک نے کی ایسی کہ ماشاءاللہ
ہر بہادر کا دل ان بچوں کا پروانہ ہے
یادگار ان میں سے ایک ایک کا افسانہ ہے

۲۰

قتل جب ہو گئے میدان میں مسلم کے پسر
جوڑ کر ہاتھ بڑھے بنت علی کے دلبر
عرض پھر کرنے لگے شاہ سے وہ رشک قمر
جنگ کا حکم ہمیں دیجئے اب یا سرور
کچھ نہیں خوف جو سر تن سے جدا ہو جائیں
ڈر یہی ہے کہیں اماں نہ خفا ہو جائیں

۲۱

کہا حضرت نے کہ لو ماں سے اجازت جاکر
حکم انکا ہے تمہارے لیے رتبہ بہتر
شہ کے ارشاد سے خیمے میں گئے وہ دلبر
اس طرف آئے جہاں بیٹھی تھیں شہ کی خواہر
روتے مادر پہ پھر آتا جو دیکھا غم سے
اشک برسانے لگے آنکھوں سے دونوں غم کے

۲۲

ماں نے دیکھا تو کیا دونوں نے جھک جھک کے سلام
اور کیا جوڑ کے ہاتھوں کو ادب سے یہ کلام
آئے ہیں شاہ کے ارشاد سے خیمے میں غلام
ورنہ ہم دونوں کا اس وقت تھا گھر میں کیا کام
آرزو تھی کہ شہ دیں پہ فدا ہو جائے
ہم بھی کچھ حق غلامی سے ادا ہو جائے

۲۳

کہا زینب نے کہ اس ذکر سے کیا ہے مطلب
عرض کی دونوں نے گردن کو جھکا کر با ادب
خود وہ میدان کی رضا دینگے یہ امید ہے کب
آپ ماموں سے دلا دیجیے رخصت ہمیں اب
سعی کیجئے گا تو بڑھ جائیگی عزت اماں
آپ کے کہنے سے مل جائیگی رخصت اماں

۲۴

دونوں فرزندوں کے جب جوش ہوئے زینب نے کہا
ہاں یہی عزم ہے تو بہتر ہے ٹھہر جاؤ ذرا
گھر میں آ لیں تو دو صفدر کہ یہ مادر ہو فدا
خود وہ کہہ آئی ہیں کہ دیجئے بچوں کو رضا
میں دلا دوں گی ابھی رن کی اجازت تم کو
اب نہ ٹھہراؤ گی جاتی ہے رخصت تم کو

۲۵

دونوں فرزندوں نے یہ کہہ کے اٹھیں وہ بیزار
بڑھ کے پھر دونوں کو چھاتی سے لگایا اک بار
غور سے دیکھی جو اُن پھول سے چہروں کی بہار
دل تڑپنے لگا جھک جھک کے کیا دونوں کو پیار
صورتیں دیکھ کے منہ آنسوؤں سے دھونے لگیں
دل پہ قابو نہ رہا بنت علی رونے لگیں

۲۶

دونوں بچوں سے یہ پھر زینب مضطر نے کہا
پیارے کرتے تو بدلوا لو یہ مادر ہو فدا
واری یہ اُلجھی ہوئی زلفیں میں سلجھا دوں ذرا
آؤ میں [illegible] گئی آنکھوں میں لگا دوں سرما
حشر تک آہ بنا سکے گی یہ مضطر تم کو
ماں ذرا دیکھ لے دولھا تو بنا کر تم کو

۲۷

پھر کے میدان سے اب کا بیٹو آؤ گے ادھر
جانب خلد بریں ہو گا کوئی دم میں گزر
خیر اللہ مبارک کرے تم کو یہ سفر
واں پہ جاتے ہو کہ جہاں کی نہیں ملتی ہے خبر
کہتے آئے ہیں یہی سارے زمانے والے
پھر کے آتے نہیں اس راہ کے جانے والے

۲۸

میری جاں خیر سے ہو لیے سفر جلد تمام
جا کے نانی کو یہ دینا مری جانب سے پیام
رن میں شبیر کو گھیرے ہوئے ہے فوج تمام
قتل مظلوم پہ باندھے ہے کمر لشکر شام
تیز تیغیں ہیں ید اللہ کے جانی کیلئے
بچے دم توڑتے ہیں گود میں پانی کیلئے

۲۹
چار جانب سے سمٹ آئی ہیں فوجیں بیحد
قتل ہوتے ہیں شہ دیں ہے یہی ہر ایک کا قصد
کوئی آتا نہیں غربت میں مسافر کی مدد
کس کس طرح الوہیہ بلا بیٹھیں وہ مظلوم کسی رد
پیاسے ہیں رنج کی ایذا سے بچا لو واماں
تم سے بھائی کو بچا لو ورنہ میں بچا لو واماں

۳۰
دیکھ کر یہ کہ شہ تیر سے اٹھی آئے
گھر میں روتے ہوئے ناموس شہ والا آئے
جب گلا کٹ گیا بیٹھی تھی اسی جا آئے
ماں سے بیٹوں نے کہا کس کی عرض آ کا آئے
نام پر جان کے وہ آوارہ وطن رونے لگی
دیکھ کر بھائی کے بچے کو بہن رونے لگی

۳۱
ہاتھ پھیلا کے پکاری کہ یہیں قربان بھائی
ہے یہ مظلوم پسر اور ہے ویرانیاں بھائی
کیا مقدر نے دکھایا ہے یہ سامان بھائی
آج صاحب نہ بابا ہیں اماں کون آکر یہ
تیغ و خنجر سے بچا لینے میں کد کون آکر یہ
ہے یہ پیاس تری غربت میں وطن کون آکر یہ

۳۲
بولے حضرت کہ مدد گار ہے بس وقت خدا
کام آجاتے ہیں اس روز سے یہ فائدہ کیا
دیکھیو مسلم کے بیٹوں کا بہن کو یہ صلہ
گھر سے جانے لگے بابا کے شہنشاہ پڑا
بھائی کو اور بہنا قلعہ شکن نے روکا
جو آکر ہاتھ العبد عجز بہن نے روکا

۳۳

عرض پھر کی شہ ذیجاہ سے بعد منت
آج وہ دن ہے کہ وقف شہدا ہے جنت
کس کو ہوتی نہیں مطلوب جہاں میں عزت
جائیے دیکھے ہے مجھ نوکروں کی رخصت
شاد ہو جاؤں جو مرنے کی اجازت مل جائے
آپ چاہیں تو غلاموں کو بھی عزت مل جائے

۳۴

بولے حضرت کہ فراق اٹھانے ہیں جو دشوار
کہیے دل کس طرح کہ ہو جاؤ وہ حق میں نثار
پر مجھے کرتا ہے مجبور تمہارا اصرار
خیر بہتر ہے جو کچھ مرضی رب غفار
جو الم راہ الٰہی میں ہوں خوشنود ہوں میں
داغ اٹھانے کو بھی اٹھانے کو موجود ہوں میں

۳۵

دیکے رخصت انھیں خیمے سے برآمد ہوئے شاہ
اور یہاں بچوں کو زینب نے بنایا نوشاہ
کر چکیں دونوں کو آراستہ جب خاطر خواہ
دی صدا بی بی نے بھائی کو پھر بصد نالہ و آہ
آکے سب مل لو کہ اب لال مرے جاتے ہیں
آخری سب کو یہ تسلیم بجا لاتے ہیں

۳۶

جمع ناموس نبی ہو گئے در پر یہ کلام
بیکسو کرنے لگے جھک جھک کے وہ ذیجاہ سلام
پڑ گیا خیمۂ ناموس میں اسدم کہرام
غل ہوا ڈیوڑھی پہ آئے ہیں علی کے گلفام
پردہ اونچا ہوا در سے وہ دلاور نکلے
ایک مشرق سے بہم دو مہ انور نکلے

۲۳۷

شہ جو حاضر ہوئے دربار میں با وقر خرام
سب نے نذر دیا شاہ کو جھک جھک کے سلام
پیار آیا تو بڑھے انکی طرف خود بھی امام
جو بیاں بیاں ہونٹ ... بیٹھے وہ کلام
رخصت آخر ہوا اندوہ جدائی ... ہے
اٹھ کے ... خدا حافظ و ناصر کہہ کے

۲۳۸

سر کو تسلیم کیا دیں کو الصعد غرور وقار
رخ پہ ہوا دوں کے نذر دیا سب علی اکبر دلدار
اپنا چہرہ ہے کہ گھوڑوں پہ کیا گلزار نثار
... عباس و لالہ وزارے کیا آبرو سوار
عرب جسم ہے کہ بجرا ہو نکلی دیا میں بیٹھیں
زین پر جسم ہے کہ دلیر ورل سے بھاری میں بیٹھیں

۲۳۹

پاؤں رکھتے رکاب میں بن بن کے برابر گھوڑے
کہاں کے جنگل کی ہوا بن بن کے گئے مصر کے گھوڑے
طیر کی طرح سے آگے ہوئے ان کے آگے گھوڑے
سیم تن گھوڑے آئے اڑا اور آئے نہ بیابان گھوڑے
نیرے اصطبل میں پیر نہیں ہیں لیے ایسے دونوں
ہیں تن اور سے ساتھ میں ڈھلے ایسے دونوں

۲۴۰

تیز ہوتے ہیں تو بنتے ہیں برابر شرارے دونوں
برق چلنے میں ہیں اور تھمنے میں ستارے دونوں
دونوں یکتا ہیں کہ ہیں ایک سے اتنا سے دونوں
پیار سے دیکھتے ہیں شہزادے کو پیارے دونوں
آنکھ سے ہے سوا تیزی و سرعت انکی
ہے یہ چستی تو زیادہ ہے محبت ان کی

۲۴۱

تیز ایسے کہ جہاں میں نہیں جن کا ثانی
ابرِ باراں کو بھی مشکل ہے یہ سرعت پانی
ساتھ دینے میں کرے لاکھ عرق افشانی
شرم کے مارے ہو سیلاب بھی پانی پانی
کبھی ساحل پہ جو یہ بانکے ترنگ جاتے ہیں
بہتے دریا بھی انھیں دیکھ کے تھم جاتے ہیں

۲۴۲

اتنی شوخی پہ ہیں شائستہ بھی ایسے رہوار
قدرداں دیکھ کے ہو جاتے ہیں جاں سے نثار
روحِ جان تنِ مردہ ہیں یہ دونوں دلدار
کچھ تو سمجھے تھے جو حضرت نے کیا انپہ سوار
شاہزادوں نے بڑے شوق سے پالا ہے انھیں
آپ عباس دلاور نے نکالا ہے انھیں

۲۴۳

کیا بیاں کیجیے ان گھوڑوں کی ہر اک بھی قدم
جا کے دو شب انھیں باغ میں اگر جائے قدم
زیرِ نعل آ کے نہ ہو رنگ کسی پھول کا کم
ہو نہ جنبش نہ گرے دامنِ گل سے شبنم
پھول ہیں بار ہوں کیا دوشِ صبا کے اوپر
دوڑ سکتے ہیں یہ اجزائے ہوا کے اوپر

۲۴۴

ہو تھتھنی غنچۂ سوسن سے سوا ہے کچھ تنگ
آنکھیں ایسی کہ جسے دیکھ کے حوریں بھی ہوں دنگ
پیچ کلیاں ہیں کنوتی کی نزاکت کا یہ رنگ
زلفِ محبوب کا بل کھائی ہوئی یال میں ڈھنگ
سنبلِ باغ جو مس ہو تو معنبر ہو جائے
ہاتھ رکھ دو تو کفِ دست معطر ہو جائے

۱۲:

۴۵

کلغیاں دونوں کی ہیں طرۂ دستارِ ظفر
زین پہ ہیں کہ ہما بیٹھا ہے کھولے ہوئے پر
تنگ نے حسن دکھایا ہے انوکھا کھنچ کر
باندھی ہے حوروں نے ازرہِ الفت کہ کمر
تنگ کی قید سے دم بھر جو رہا ہو جائیں
ایسے جامے سے ہوں باہر کہ ہوا ہو جائیں

۴۶

ایسے جاندار کسی کو نہیں حملوں میں تیز
باگ مل جائے تو جاتے ہیں ہوا سے کہیں تیز
بعض راکب کی دھمک سے انہیں لگتی ہے مہمیز
کافی ان کو بھی اشارہ ہے انہیں وقت ستیز
یاد انہیں رانی اور باگ کی سب لاگیں ہیں
ایسے گھوڑے کے لیے تا نظر آگیں ہیں

۴۷

ہوں نہ خجل جو پری صورتیں ایسی دلکش
کچھ عجب شان سے چلتے ہیں یہ دونوں مہوش
چور بند ایسے کہ دیکھو تو کرے دل عش عش
ساتھ چلتی ہے ہوا انکے تو آجاتا ہے غش
دو قدم دوڑ کے چلتی ہے تو گر جاتی ہے
چوم کر نقش قدم راہ سے پھر جاتی ہے

۴۸

دونوں رہوار دلِ پاک ہیں بلا کا دم کس
دوڑ میں چل نہ سکا ان سے ہوا کا بھی بس
راہ چلنے میں ذرا کرتے ہیں تیزی جو فرس
چھلکیاں دیتے ہیں گردن پہ جری کھنچتے ہیں بس
ابھی کمسن ہیں سوار اسلیے ڈر جاتے ہیں
چاپ کر لیتے ہیں دہانوں کو ٹھہر جاتے ہیں

۱۴۹

اے زینت اُردو جسم بال و دل و جان حیدر آباد
ماہ جبیں پیکر بے آئی کی جبینوں پہ رقم ہیں پیدا
مرقوم نہیں صحیفہ سے کبھی گیسو پہ رقم
لیلۃ القدر سے ہیں پیدا زلفوں سے جو پیدا ہیں
جیسے آیا عرش ہیں پیدا زلفوں سے کھلتے ہیں
شب معراج ہیں پیدا قرآن سے کھلے ہیں

۱۵۰

سورہ ق کے لیے آئے ہیں عینیہ ابرو
پیمانہ زیر و زبر فرق نہیں یہ سے ہیں
کہیں ان آنکھوں کی نوک آزاد آنچل جو
فاتحین وہ کہ مدار جن مہرو لب جو
ابر وہ پیکر جب دو جہاں ان نعل آئے ہیں
ناقوان تارہ مثالوں کے پھول آتے ہیں

۱۵۱

صدف کن پڑے ہیں یا خسارہ نور اُری جب
تارے یا آنکھ جھپکتا جانی خورشید کی ہے
آگرہ سو کھل کے ہیں پاس کی شدید نسب
کھل عجائب سچا ہے سب ہے لب
منزلت نہیں پاس خدا سے آنکی ہے
جو ہیبت مرد و گرد زندہ دہ وفا کی ہے

۱۵۲

سنبلیاں غنچہ سے بیوے سے ہیں یار گلبدن سے
بیں درّ یمن یا جو در دنداں مصطفیٰ آگے ختم آئے ہیں
پیکر ہو لطیفہ و ضیا دیکھے آئیں
حبیب جناں زبان تو شمع طور ہیں
انگلیاں ہاتھوں لہرائیں ہیں
ساعد الماس کے ہیں بدر ہیں

۵۵۳

ہیں چمن خال و لب عارض و گیسوان کے
سینے خستہ و والا سے ہیں مہلوان کے
رنگ آئینۂ مہتاب ہیں پہلوان کے
ہیں بھرے زور ید اللہ سے بازوان کے
پہلوان ہو جو مرحب سا تو کیا زور دکھائے
در خیبر ہو تو ان بازوں کا زور سے کھلے

۵۵۴

چھوٹے چھوٹے سے عماموں کی سر و بر زدہ پھبن
ہیں وہ چسپ قبائیں وہ سڈول ان کے بدن
گل سے رخ رشک سے ہو غنچہ سے لب پھول سے تن
کمسنی پھول بنا غیظ سے ترچھی چتون
ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے استادہ ہیں
جان لینے پہ بھی دینے پہ بھی آمادہ ہیں

مطلع ۵۵۵

غل ہے اعدا میں کہ زینب کے پسر آئے ہیں
ماہ وش مہر جبیں رشک قمر آئے ہیں
دونوں کم عمر ہیں لڑنے کو مگر آئے ہیں
صورت سیل فنا دونوں ادھر آئے ہیں
نام دونوں کے رواں خون کا دریا ہوگا
ایک سے ایک یہ کہتا ہے کہ اب کیا ہوگا

۵۵۶

دونوں سادات ہیں دونوں ہیں جری جانباز
پروردہ ہیں جنگ کے گھرانے یہ شجاعت کو ہے ناز
دونوں با وقار ہیں اس عمر میں دونوں ممتاز
ہے عیاں جعفر طیار کا سارا انداز
جو علی کا تھا سواری کا قرینہ ہے وہی
دونوں بازو وہی شانے وہی سینہ ہے وہی

۵۷

دونوں کم عمر ہیں گو اور ہے یہاں فوج کثیر
ان سے بچنے کی نہ کچھ چاہیئے کوئی تدبیر
سارے لشکر کو سمجھتے ہیں یہ نظروں میں حقیر
بنت زہرا کا پلا ہے انھیں دو شیروں سے شیر
شان ان چہروں سے عیاں جعفر ذیجاہ کی ہے
طاقت ان ننھے سے ہاتھوں میں اسد اللہ کی ہے

۵۸

کام کیا کر کے مرے ہیں ابھی مسلم کے پسر
توڑ ڈالی تھیں صفیں دونوں نے تھا سارا ابتر
اور یہ جرار تو ہیں بنت علی کے دلبر
ان کی ہر ایک رگ و پے میں ہے زور حیدر
حال کھل جائیگا جو وقت صفیں توڑیں گے
لاکھ میں ایک کو زندہ نہ جری چھوڑیں گے

۵۹

کمسنی میں ہیں فن جنگ سے دونوں آگاہ
چیتیں زہر بھری وہ ہیں کہ خالق کی پناہ
تشنہ لب تین شب و روز کے ہیں یہ ذیجاہ
نہر پر جا نہ پڑیں دونوں جری کاٹ کے راہ
گھات روکے رہو غافل نہ ہو ہشیار رہو
تیر برساتے ادھر آتے ہیں خبردار رہو

۶۰

دونوں جرّاروں کے چہروں پہ ہے کیسی رونق
دھوپ کی ہے نہ انھیں پیاس کی پروا مطلق
سامنے ان کے جگر شیروں کے ہیں خوف سے شق
دونوں اگر نہ الٹ دیں کہیں لشکر کا ورق
جنگ کو کھیل سمجھ کر یہ دلیر آتے ہیں
بچے آتے ہیں کہ بپھرے ہوئے شیر آتے ہیں

۲۶۱

خوف سے کچھ یوں سہما ہوا ہے لشکرِ کیں
جان بچنے کی نہیں ہو گیا ہے سب کو یقیں
یہ سمجھتے ہیں کہ اب موت نہایت ہے قریں
سرکی جاتی ہے ہر اک پاؤں کے نیچے سے زمیں
نام سے جنگ کے دم سینے میں گھبراتا ہے
سانس اکھڑ جاتی ہے جب تیغ کا دھیان آتا ہے

۲۶۲

اس طرف لشکرِ اعدا میں بپا تھا محشر
اس طرف راہ میں ہیں حضرتِ زینب کے پسر
بھائی سے بھائی یہ کہتا ہے اشارا ہنس کر
دیکھئے خوف سے کیا حال ہے لشکر کا ادھر
یہ نہیں دھیان کہ دو روز کے پیاسے ہم ہیں
خوف اس کا ہے کہ حیدر کے نواسے ہم ہیں

۲۶۳

دوسرا بھائی یہ کہتا ہے کہ ہاں اے بھائی
ہم سے اب بچ کے یہ جاتے ہیں کہاں اے بھائی
ایک کو ان میں سے دینا نہ اماں اے بھائی
ہیں یہ سب دشمنِ سلطانِ زماں اے بھائی
بھاگ کر ہم سے یہ نامرد کدھر جائیں گے
ہم بھی ہیں مثلِ اجل ساتھ جدھر جائیں گے

۲۶۴

موت کا دھیان ہے ایسا کہ نہیں ایک کو ہوش
دیکھئے بھاگتا پھرتا ہے ہر اک باطل کوش
اڑ رہیں ہٹتے ہیں ایک ایک کی دو دو روپوش
دیکھئے کہتا ہے یہ نامرد و نگوں سار تن و توش
بزدلے ایسے تہِ گنبدِ افلاک نہیں
ہیں زبردست تو کیا فائدہ دل خاک نہیں

۲۶۵

ولیں لکھتے ہیں یہ سب آل نبی سے خائف
ہم بھی جاتے ہیں گراتے ہیں بھی لاش پہ لاش
تا بہ خیمہ پسر سعد کی کرتے ہیں تلاش
ہمکو مل جائے کہیں پردہ ستمگار کا فاش
کہیں اماں سے کہ حضرت کی خبر لائے ہیں
لیجیے ہم پسر سعد کا سر لائے ہیں

۲۶۶

باتیں کرتے وہ جری آئے جو لشکر کے قریں
کہا کہ بس شیروں نے رہواروں کی باگیں روکیں
گھوڑے ٹھہرے جو مچل کر تو ہلی رن کی زمیں
آگئے حیدر و جعفر یہ ہوا سب کو یقیں
تیغیں کھنچیں نہ گئیں اور نشاں بڑھ نہ سکے
رعب بچوں کا یہ چھایا کہ جواں بڑھ نہ سکے

۲۶۷

آستینوں کو الٹ کر یہ دلیروں نے کہا
سامنے شیروں کے آئے جو بہادر ہو بڑا
جسکو لڑنے کی ہوس ہو وہ بڑھے بہر وغا
یاد رکھنا کہ ہیں یہ تیغیں پیغام قضا
قابل دید کوئی دم میں تماشا ہوگا
ٹھوکریں کھائیں گے سر لاشوں پہ لاشہ ہوگا

۲۶۸

اپنی تلوار کا ہے کاٹ جہاں میں مشہور
استخواں رزم کے اڑ گئے جو کہلاتے تھے سور
سامنے آگ کا دریا ہو تو کرجائیں عبور
ان کے سر کچلے جو موذی تھے نہایت مغرور
ہم سے جھکتے ہیں وہ سب جو ہمیں پہچانتے ہیں
اپنی تلوار کے لوہے کو سب مانتے ہیں

۲۶۹

ہم کو معلوم ہے ہم کون ہیں اے لعیں شمر
زیور عرش بریں برج شرافت کے قمر
نام دادا کا ہمارے ہے جناب جعفر
اور نانا ہیں علیؑ جنکا لقب ہے حیدر
جو بہادر تھے انھیں لوگوں کے سر کاٹے ہیں
جنکی تلوار نے جبریل کے پر کاٹے ہیں

۲۷۰

سبکا افضل ہیں علی بعد نبی اکرم
کوئی جز ان کے نہ پیدا ہوا مابین حرم
نام سے جن کے لرزتے تھے عرب اور عجم
جنّے کعبہ میں رکھے مہر نبوت پہ قدم
دین احمد کا عمل قاف سے تا قاف کیا
جس نے بت توڑ کے اللہ کا گھر صاف کیا

۲۷۱

جنکی قوت سے ہوئے جن و بشر زیر وہ شیر
حکم خالق میں نہ کی جس نے ذرا دیر وہ شیر
جس نے خود فاقوں میں بھوکوں کو کیا سیر وہ شیر
جس کے پنجے سے اماں مانگے کہ غیر وہ شیر
جتنے سرکش تھے انھیں چٹکی پہ خاک کیا
جس نے گہوارے میں اژدر کا دہن چاک کیا

۲۷۲

سنکے یہ فوج مخالف میں ہوا حشر بپا
مستعد جنگ پہ اک بار ہوئے اہل جفا
تیر چلّوں سے چلے چھا گئی دھواں کی گھٹا
اسطرف شیروں کا قصد عدا کی طرف ہاتھ بڑھا
نیزے ہاتھوں میں جوانوں نے ادھر تول لئے
دودے تلوار وسنکے بچوں نے ادھر کھول لئے

۵۴۳

ساقیا آج عطا ہو کوئی ساغر لبریز
جس کے پینے سے مرا ذہن رسا اور ہو تیز
توسنِ طبع کو ہر گھونٹ ہو جیسے مہمیز
چوکھوں رنگ میں الفاظ وہ ہوں مطلب خیز
بزم میں رزم کا نقشہ دمِ تحریر کھنچے
جنگ کی صفحۂ قرطاس پہ تصویر کھنچے

۵۴۴

اور ایسا جام مجھے ساقیِ کوثر کی قسم
دیکھ ساقی مجھے آتا ہے جماہی کا ستم
دردِ سر ہوتا ہے کچھ کچھ ہے طبیعت برہم
دے وہ ساغر مجھے جس کا نہ کبھی کیف ہو کم
جز تری مہر مجھے کب کوئی شے چاہیے ہے
مر کے بھی نشہ ہے جس کا وہ مے چاہیے ہے

۵۴۵

پیرِ میخانہ آج عطا کر مجھے وہ جام شراب
جس کے پینے سے پلٹ آئے ضعیفی میں شباب
دیر سے پی جو نہیں دل ہے نہایت بیتاب
اتنی پلوا کہ نہ حد ہو کوئی جس کی نہ حساب
سیر کب جام سے میں ہوں یہ مرا طور نہیں
سات پشتوں کا شرابی ہوں کوئی اور نہیں

۵۴۶

منتظر بزم میں ہیں دیر سے سارے میخوار
سرِ میخانہ گھٹا چھا گئی ساقی ہشیار
دور میں آئے جو ساغر تو نہیں آئے قرار
اب کوئی ان میں ہو مینا وہ ہے رندوں کی پکار
ہے یہ باعث کہ بہت دیر میں یاد آئی ہے
سال بھر بعد کہیں فصلِ بہار آئی ہے

۷۷

نیمچے کا کبھو ہوتے نہ کھنچے جاں میں وہ چھری
جاں کے آ غارت سے اللہ نہ کر دیر ذری
حال سے رندوں کے لازم نہیں ان سے بچھڑی
دم گھٹا جاتا ہے نکلے کہیں شیشے سے پری
دہن سے کند ہو نالی قسم لیتا ہوں
تو جھکا گردنِ مینا میں قلم لیتا ہوں

۷۸

نیمچہ غیظ میں جرّار علم کر کے بڑھے
آیتیں بازوؤں پر فتح کی دم کر کے بڑھے
فوج پر نعرۂ شیرانہ بہم کر کے بڑھے
عزمِ پامالیِ افواجِ ستم کر کے بڑھے
رہ گئے دیکھ کے منہ تیغ و تبر روکا نہ گیا
ایک کا وار بھی نامردوں سے روکا نہ گیا

۷۹

لو چلی نیمچے سر کٹ کے زمیں پر آئے
گردن و صدر و کمر کٹ کے زمیں پر آئے
جو جگہ تاک لی ہر چھڑ کے وہیں پر آئے
کر گئے کام بہرحال کہیں پر آئے
سر پٹکتے رہے مغفر پہ مگر کچھ نہ ہوا
ہاتھ چھوڑا کئے دو شانے مگر کچھ نہ ہوا

۸۰

نیمچے کا بیکوں میں قہرِ خدا نازل ہے
مبتلا سخت مصیبت میں ہر اک جاہل ہے
نیمجاں خوف سے کوئی ہے کوئی بسمل ہے
تن سے دم بھی تو نکلتے نہیں کیا مشکل ہے
ایک کا حال نہ اک اہلِ جفا نے پوچھا
پہروں تڑپا کئے لیکن نہ قضا نے پوچھا

۸۱

جن کے قبضے میں ہو ان پہ تیغ کون اُن سے لڑے
ہیں وہ مانے ہوئے لوہا جو بہادر ہیں بڑے
سب جواں فوج کے ہیں ورطۂ حیرت میں پڑے
صاف ظاہر ہے کہ آئینوں پہ ہیں پہرے میں جڑے
بڑھ گئی جو ہر دلاں سے اور بناوٹ ان کی
جان دیتے ہیں عدو ہے وہ سجاوٹ ان کی

۸۲

ان کے بسمل سے ہر اک صید پھڑکنا سیکھے
چال سے انکی تذرو اُن کے لپکنا سیکھے
شعلۂ حسن سے آتش بھی دہکنا سیکھے
برق ان تیغوں سے تھم تھم کے چمکنا سیکھے
دم میں نظروں سے نہاں ہوتی ہے جب آتی ہے
اسطرح جلوہ فروشی اُسے کب آتی ہے

۸۳

برق چلنے میں ہیں تیکھے میں ہیں دونوں مہ نو
قدرداں سے انھیں گر جان بھی ہو جائے گرو
کب یہ سستے ہیں کرے لاکھ زمانہ تگ و دو
تیغے ہیں کہ چراغ ظفر و فتح کی لو
ضو کا اپنی یہ ہر اک قلب کو پروانہ کریں
سیکڑوں جل کے جو مر جائیں تو پروانہ کریں

۸۴

جنگ میں ایک سے کٹ جاتی ہیں تن بجا ہیں تو بس
چھپ کے اُٹھتے ہیں جبینے سے ہر اک کو ہے پاس
پھٹ گئیں ہاتھوں نے ڈھالیں ہیں یہ تلواریں بس
بھاگتے بھی نہیں اپنی ہیبت سے ایسا ہی ہراس
جن کے زنجیر قضا ان کو جکڑ دیتی ہے
بھاگیں کیا خاک زمیں پاؤں پکڑ لیتی ہے

۵۸۵

جان کے خوف سے بیتاب ہیں بیمارِ اجل
جب گرا کوئی صدا موت نے دی دیکھ سنبھل
اب نہ وہ چوٹ نہ وہ دل ہے نہ وہ کس بل
سانس پھولی ہوئی ہے دوڑتے پھرتے ہیں عجل
بیٹھ جاتے ہیں کبھی اور کبھی پھر پڑتے ہیں
بھاگتے ہیں کبھی اٹھ کر کبھی گر پڑتے ہیں

۵۸۶

چھپتے پھرتے ہیں نمودار جواں چار طرف
نیمجاں صورتِ ماہی ہیں تپاں چار طرف
خونِ کفار کا دریا ہے رواں چار طرف
بہتے پھرتے ہیں ضلالت کے نشاں چار طرف
دست پاچہ ہیں کہ طوفانِ بلا گھیرے ہے
بھاگ کر جائیں کہاں قہرِ خدا گھیرے ہے

۵۸۷

ہول سے کانپ کے گر پڑتے ہیں گھوڑوں سے سوار
نہ کہیں امن کا موقع نہ کہیں جائے قرار
روندتے پھرتے ہیں لاشوں کو جو کوتل رہوار
ہو رہا ہے ستم ایجادوں کو بے قرار
جو گذرتی ہے بہر حال بتا دیتے ہیں
استخواں ٹوٹ کے اُف اُف کی صدا دیتے ہیں

۵۸۸

جتنے افسر ہیں وہ سب خوف سے افسردہ ہیں
موت کا دھیان جو ہے جینے سے آزردہ ہیں
زیست کے باغ میں جتنے وہ خزاں بردہ ہیں
نیلگوں جسموں سے ظاہر ہے کہ سم خوردہ ہیں
تیغیں سب کو محجبِ جنگ پہ کس لیتی ہیں
ناگنیں دو ہیں کہ لہراتے ہی ڈس لیتی ہیں

٢٨٩

خوں ناب سے کیوں لب سے اٹھی نہیں اس کی [illegible] زباں
وہ [illegible] ہیں بس [illegible] ضعیفوں کے جواں
دل جب [illegible] تیغوں [illegible] سے ہو [illegible] نہاں
منہ سے اف نہ [illegible] سینوں کی [illegible] دھواں
[illegible] آتش دوزخ کا منہ [illegible] ہیں
اب آج سے تیغوں کی [illegible] ہیں

٢٩٠

[illegible] یاد و ادوں [illegible] چلے
[illegible] [illegible] آئے
[illegible] سے جدا [illegible] لائے
[illegible] تیغوں کی [illegible] جائے ہیں [illegible] داغ
[illegible] اور وہ [illegible] عقل [illegible] ہیں
منہ سے اف نہ [illegible] کلیجوں کو [illegible] دیتے ہیں

٢٩١

ان دلیروں نے [illegible] اہل جفا
[illegible] فوج [illegible] صدا
[illegible] لب [illegible] تیر جفا
[illegible] حال [illegible]
[illegible] گرد
[illegible] لاشوں [illegible] پامال گرد

٢٩٢

جب عمر بن سعد کا [illegible] پیام [illegible]
[illegible] ضعف [illegible]
تیغیں [illegible] نکلیں [illegible] فوج [illegible]
[illegible] غنچہ [illegible]
[illegible] تیریں [illegible] سینوں [illegible]
[illegible] حل [illegible]

٩٣

خون بہنے لگا زخموں سے زمیں پر جب دم
دست و پا سرد ہوئے نکلا رکا ہونے قدم
گر پڑے خاک پہ زینے سے جگر بند بہم
بلب جب بچنے لگے جوش میں لیٹ ہوئے اہل ستم
چور زخموں سے بصد ظلم کیا شیر نکو
شورش رن میں ہوا مار لیا شیر نکو

٩٤

دہل فتح بجا شام کے لشکر میں ادھر
اس طرف بیٹھ گئے بیتاب شہ جن و بشر
بھر کے اشک آنکھوں میں بھائی کو یہ بولے سرور
لو قیامت ہوئی مارے گئے زینب کے پسر
در پئے ظلم ہر اک بانی بیداد ہوا
آج گھر جعفر طیار کا برباد ہوا

٩٥

رو کے عباس نے کی عرض کہ یا شاہ انام
غم میں بچوں کے نہیں قلب و جگر کو آرام
گر پڑے ہیں نہ کہیں گھوڑوں سے دونوں گلفام
ڈھونڈھنے جاتا ہے مقتل میں صغیروں کو غلام
بچے اس طرح گرفتار بلا ہو جائیں
کہیں ایسا نہ ہو سر تن سے جدا ہو جائیں

٩٦

رو کے شبیر نے فرمایا کہ بہتر بھائی
ایسے صدموں میں بھلا صبر ہو کیونکر بھائی
اب تو قابو میں نہیں ہے دل مضطر بھائی
بچھڑے جاتے ہیں یہ مظلوم برادر بھائی
کیا کہوں دیکھئے کس طرح کا یہ غم مجھکو
انکی الفت علی اکبر سے نہیں کم مجھکو

٩٧

بس یہ فرما کے چلے رکنو شہ عرش مقام
قاسم و اکبر و عباس تھے ہمراہ امام
ناگہاں آئی یہ آواز کہ یا شاہ انام
اب کوئی اُن کے مہماں ہیں دنیا میں غلام
عازم ظلم و ستم پھر یہ بد افعال نہ ہوں
آپ جلد آکہ لاشے کہیں پامال نہ ہوں

٩٨

اور مضطر ہوئے شبیر سنی جب یہ صدا
جلد تر آکے وہاں دونوں گرے تھے جو جہاں
دیکھ کر حال صغیر و نکا یہ حضرت نے کہا
بھائی عباس انھیں جھک کے پکارو دوڑا
پیاس سے غش میں ہوا خاک پہ چین آیا ہے
منہ سے کچھ بولو تو پیارو کہ حسین آیا ہے

٩٩

سن کے آقا کی صدا ہوش میں آئے دونوں
قدم شہ کی طرف رُخ کو لائے دونوں
دم جو چھٹے ہو نوش پر پھڑکنے نہ پائے دونوں
مرگئے زینب ناشاد کے جائے دونوں
ہوگیا صرف خزاں حیدر کرار کا باغ
موت نے لوٹ لیا جعفر طیار کا باغ

١٠٠

آئی پہلو سے یہ خاتون قیامت کی صدا
ہائے ویراں ہوا گھر میری رنڈی بیٹی کا
ہاں اب اے اہل عزا کردو یہ ماتم کی بپا
دونوں فرزند و نکا دو شہ کی بہن کو پرسا
حوریں فردوس میں پیاسوں کے لئے روتی ہیں
بنت احمد بھی نواسوں کیلئے روتی ہیں

۱۰۱

میتیں بھانجوں کی لاتے ہیں خیمے میں حسین
قاسم و اکبر و عباس ہیں غم سے بے چین
ننگے سر چاک گریباں ہیں امام کونین
ساتھ ہے نوحہ کناں روح شہ بدر و حنین
عون کو سید ابرار لئے آتے ہیں
لاش چھوٹے کی علمدار لئے آتے ہیں

۱۰۲

فرق پر دونوں کے ہے سایۂ دامان علم
گردنیں ڈھلکی ہیں اور بند ہے چشم پر نم
خوں میں تر چاند سے رخسار ہیں [illegible]
دوش پر سر ہیں پڑے اور لٹکے ہیں قدم
دل شبیر سے اک خنجر غم پھرتا ہے
خاک پر زخموں سے بہ بہ کے لہو گرتا ہے

۱۰۳

دیکھا لاشوں کو تو آتے ہوئے فضہ نے کہا
در تک آ پہونچے ہیں بچوں کو لئے شاہ ہدا
بی بی پیو تھام لو احمد کی نواسی کو ذرا
جان دونوں میں نہیں ہائے غضب واویلا
چور تلواروں سے وہ نیک خصال آتے ہیں
مر کے رن سے مری شہزادی کے لال آتے ہیں

۱۰۴

لائے خیمہ میں جو لاشوں کو شہنشاہ امم
پیٹنے سینہ و سر آکے تمام اہل حرم
پڑ گیا غل کہ ہوئے عون و محمد بے دم
شاہ چلائے یہ ماں سے کہ کیا کر گئے ہم
اب جہاں آنکھوں میں اندھیر ہے او زینب
لاشیں فرزندوں کی چھاتی سے لگا او زینب

۱۰۵

گھر میں سامانِ اطریفل و معجون کے دیکھو
خوں بھرے چہرہ کو زخموں کو بدن کے دیکھو
خشک سے آبی سے غنچوں کو دہن کے دیکھو
پھول مرجھائے ہوئے اپنے چمن کے دیکھو
جان دی گلشنِ جنت کے بسانے کیلئے
آئے ہیں آخری دیدار دکھانے کے لئے

۱۰۶

سنگ یہ غم کی چھری چل گئی مل کے دلبر
شاہ نے فرش پہ لاشوں کو لٹایا لا کر
بڑھ کے زینب نے جھکی دونوں شہیدوں پہ نظر
تیرِ اندوہ نے مجروح کیا قلب و جگر
اشکِ خوں دیدۂ گریاں سے گرے بہہ بہہ کر
جھک گئی لاشوں پہ ہے ہے مرے بچے کہہ کر

۱۰۷

ایک ہاتھ اسپہ تو اک اُس پہ رکھا با دلِ زار
خوں بھرا انکا جو منہ چوما تو اِک کے رخسار
بین بالا میں کبھی اِسکی کبھی اسکو کیا پیار
کبھی صدقے ہوئیں اِس پر تو کبھی اس پہ نثار
زخمِ تن سر سے کبھی تا بہ قدم دیکھتی تھیں
ہاتھ رکھ رکھ کے کبھی سینوں پہ دم دیکھتی تھیں

۱۰۸

کبھی کی آہ، کبھی زلفوں کی بو سونگھی بشبہ
اپنی چادر سے چھڑایا کبھی گالوں کا لہو
خوں میں ڈوبے کبھی چہرے سے ہٹائے گیسو
کبھی منہ ہاتھوں پہ رکھ رکھ کے بہائے آنسو
گر دیکھ کر کبھی با دیدۂ تر بیٹھ گئیں
کبھی اٹھیں تو کبھی پیٹ کے سر بیٹھ گئیں

۱۰۹

کبھی آنکھوں پہ رکھے ہاتھ وہ پیارے پیارے
کبھی منہ دیکھ کے چھاتی پہ دو ہتڑ مارے
کبھی چلّائی کہ ہمت کو نہ دونوں ہارے
شوق سے راہِ الٰہی میں سر اپنے وارے
صدقے قربان ہوئے دل سے مرا مانا کہنا
جان کو جان نہ سمجھے مری جاں کیا کہنا

۱۱۰

ماں سے جو شرط مدینے میں کیا تھا وہ کیا
صادق الوعدہ ہیں کرتے ہیں جو دیں عہد یکوں
گرچہ کمسن تھے پہ دنیا میں بڑا نام ہوا
سرخرو ماں ہوئی راضی ہوا رب دوسرا
خلق میں فدیۂ سبطِ شہِ لولاک ہوئے
شاد ہے تم سے جو تینی پنجتن پاک ہوئے

۱۱۱

اب میں روتی ہوں کہ بے سر ہیں مرے فرزنداں بچو
ہائے مقتولِ جفا ہے برادرِ ماں بچو
ہے غضب آج یہ کیا ہوا ساماں بچو
مر کے میداں سے آئے ہو میں قرباں بچو
ماں کے احوالِ پریشاں پہ نظر تم کو نہیں
گرد سب بیٹھے روتے ہیں خبر تم کو نہیں

۱۱۲

آج گھر فاطمہ کا لٹتا ہے پیارو اٹھو
میرے کہنے سے اب اے پیاس کے مارو اٹھو
جسم پر زیورِ جنگی کو سنوارو اٹھو
ساتھ پھر ماموں کے مقتل کو سدھارو اٹھو
نیند تم کو ہے کہ سمجھاتا ہے مرا دل پیارو
رات کے جاگے تھے اب سوئے ہو غافل پیارو

۱۱۳

تم پہ کس طرح یہ ماں جان کو وارے بچو
چھوڑ کر مجھ کو زمانے سے سدھارے بچو
کبھی سوئے نہیں تنہا مرے پیارے بچو
کون واں ہوگا کہو پاس تمھارے بچو
خانۂ تار میں تکلیف سوا گذرے گی
واری ماں قبر کی تنہائی میں کیا گذرے گی

۱۱۴

صاحبو دھوکے ذرا دونوں کی صورت دیکھو
پھول سے جسموں پہ زخموں کی یہ کثرت دیکھو
بعد مرجانے کے چہروں کی بشاشت دیکھو
صاف پیدا یہ رخوں سے ہے کہ جرأت دیکھو
سر فدا شاہ پہ کرنے کی خوشی ہے ہم کو
مسکراتے ہیں کہ مرنے کی خوشی ہے ہم کو

۱۱۵

رات کو مجھ سے یہ کہتے تھے غریب و رنجور
عفو کر دیجیے اب ہم سے ہوا ہو جو قصور
جا کے بابا سے مدینہ میں یہ کہیے گا ضرور
یاں نہ آپ آسکے تھے ضعف مرض سے مجبور
ظلم اعدا کے جو عاشور کو آقا پہ ہوئے
آپ کے بدلے فدا ہم شہ والا پہ ہوئے

۱۱۶

رکھ کے منہ عون کے منہ پہ کیا پھر یہ بیاں
ہے غضب مر گئے تم اور نہ نکلی مری جاں
عمر بھر اب بھٹکے گی اے لال نہ پائے گی یہ ماں
واں گئے ہو کہ جہاں کا نہ پتا ہے نہ نشاں
کونسا دیس ہے جس دیس میں ڈھونڈھوں تم کو
جا کے اس دیس سے کس دیس میں ڈھونڈھوں تم کو

۱۱۷

چھپنے فرزند کی پھر لپٹ کے لاشے سے کہا
اے نشانہ طعن کے لال یہ ماں تجھ پہ فدا
صبح سے تم کو لڑائی کی ہوس تھی کہ آیا
تھی یہ جلدی کہ ہمیں پہلے ہی آئے کہ ماں ہوئے فدا
در پہ جانے کے لیے تھے کبھی آتے تھے ابھی آئے تھے
دیر پردے میں جو ہوتی تھی تو گھبراتے تھے

۱۱۸

یاد آتا ہے وہ پھرنا ترا لے کے تلوار
بر میں وہ چست قبا اور وہ گل سے رخسار
پیچ ابرو کی کمر سے وہ ترچھے وہ نرالی رفتار
اس لئے بانکے سپاہی تری تیغ پہ نثار
غش نہ ہو دنیا کس طرح سے ترا بابا آئے
پھر اسی طرح پھرو اٹھ کے وطن کو جائے

اس مرثیہ میں آخر کے ۱۶ بند جناب قبلہ وکعبہ میر خورشید علی صاحب المتخلص بہ نفیس مرحوم
کے مرثیے سے شامل کئے ہیں۔ عروج عفی عنہ

۵۱

قاسمؑ کو جب حسینؑ سے اذنِ وغا ملا
نقشِ شفا پئے مرضِ لا دوا ملا
حکمِ جہاد سیّدِ والا سے کیا ملا
تھی جس کی آرزو وہ دُرِ بے بہا ملا
شوقِ وغا دوچند ہر طور ہو گیا
خوں تن میں بڑھ کے چہرے کا رنگ اور ہو گیا

۵۲

تسلیم کر کے شہ کو بڑھے سوئے راہوار
آئے قریبِ فرس بصد شوکت و وقار
جلدی جو تھی کہ جاؤں بس اب سوئے کارزار
رکھ کر قدم رکاب میں قاسمؑ ہوئے سوار
لی باگ جم کے زینِ فرس پر دلیر نے
کاوہ دیا سمند کو حیدرؑ کے شیر نے

۵۳

گھوڑا اچھالا کہ برق سوئے فوجِ شر چلی
میں بھی رکاب میں ہوں یہ کہہ کر ظفر چلی
اچھی طرح سنک کے ہوا ساتھ اگر چلی
ہر ہر قدم پہ ٹھوکریں کھائیں جدھر چلی
ایسی گری کہ نظروں سے ناپید ہو گئی
پچھلے سموں میں دب کے ہوا قید ہو گئی

۵۴

راکب کا اپنے دل سے ہے مرکب بھی خیر خواہ
قدر اس فرس کی کرتے ہیں عالم کے کج کلاہ
جادو کا اس کی چال پہ کیوں ہو نہ اشتباہ
آنکھوں میں پھر کے کرتا ہے پیدا دلوں میں راہ
چال اسکی جس نے دیکھ لی اک بار راہ میں
تصویر تا بہ زیست پھرا کی نگاہ میں

اسطرف لشکرِ کیں میں تھا یہ غل برپا
روتے ہیں وقت قاسم میں دم شاہ ہدا
عرض کرتے ہیں یہ عباس علی یا مولا
خادمِ خاص کو بھی دیجئے اب اذن وغا
شادماں ہوتے ہیں یوں زیست سے بیزار ہیں ہم
تشنہ سے افزائش عزت کا طلبگار ہیں ہم

منتظر حکم امام ازلی کا ہے وہ شیر
سرو آزاد چمنستان علی کا ہے وہ تیر
شیفتہ دل سے ولی ابن ولی کا ہے وہ تیر
شیر غالب جسے ہم لم یزلی کا ہے وہ تیر
حامیِ حق بھی ہے حق بین و حق آگاہ بھی ہے
بازوئے شاہ بھی ہے ابن ید اللہ بھی ہے

دور سے آتی ہے پیہم یہ لعینوں کی صدا
آب پر شیر ہے پیاسا ہو ہشیار ذرا
مطمئن تشنہ لبی سے ہو نہ اس کی حاشا
پیاس میں شیر کو آتا ہے زیادہ غصا
متوجہ کہیں ہو جائے نہ دریا کی طرف
کھول دو راہ نکل جائے وہ صحرا کی طرف

عقل میں جو ہیں فلاطون وہ خود باختہ ہیں
تیغ بردار ہیں جتنے سپر انداختہ ہیں
پسرِ سعد کے جو ساختہ پرداختہ ہیں
سب کے سب رو بقضا ہوش کے باختہ ہیں
رخ کریں جانب کیونکر کہ قضا آتی ہے
استخوانوں کے کڑکنے کی صدا آتی ہے

۴۰۹

برق اب مجھے میداں کی اجازت دیجیے
تشنہ لب اور دیر سے ہوں جام شہادت دیجیے
دیکھیے جاں لیتے ہیں جب تک وہ دو لذت دیجیے
سب سرفراز ہوے مجھکو بھی عزت دیجیے
وقت مشکل مرد عقدہ آزما جاتا ہوں
آج میں اپنی غلامی کا صلہ چاہتا ہوں

۴۱۰

بولے شبیر مرے جان یہ کیا تم نے کہا
بھائی تم آئے ہو قربان یہ کیا تم نے کہا
کچھ سکینہ کا بھی ہے دھیان یہ کیا تم نے کہا
مرحلہ یہ نہیں آسان یہ کیا تم نے کہا
کون ہے تم سے زیادہ مجھے پیارا بھائی
شاق ہے دلکو بہت ہجر تمہارا بھائی

۴۱۱

چلے دم کا ہے سہارا وہ تمہیں ہو بھائی
جس سے گھر ہے یہ پیارا وہ تمہیں ہو بھائی
جو ہے ہر درد کا چارا وہ تمہیں ہو بھائی
جو ہے غنچۂ امید ہمیں پیارا وہ تمہیں ہو بھائی
دل شکستہ ہیں مخالف ہے زمانہ ہمسے
تقویت کچھ ہے تو ہے بس یہ تمہارے دم سے

۴۱۲

اس محبت کے بیاں نے جو کیا دل پہ اثر
شق ہوا بیکسی شاہ پہ غازی کا جگر
ادب شاہ سے چپ ہو رہے بیتاب مضطر
صاف چہرے سے ہونے لگے آثار بشر کی طرح
لب کھلنے لگے آنکھ سے نشتر کی طرح
خاک غم سے تمہیں ہو گیا جام گل احمر کی طرح

۱۳

اُلٹا اثر دلوں پہ ہوا سن کے یہ بیاں
موت آ گئی قریب یہ سب کو ہوا گماں
تھرا کے سہم سہم کے گرنے لگے ہاتھ سے نشاں
دہشت سے کانپنے لگا ہر اک سپہ پہلواں
نخوت ہر اک دماغ سے کافور ہو گئی
قوت تنوں سے دل سے تواں دور ہو گئی

۱۴

کہتا ہے ایک ایک سے اُٹھئے کہ ہم نہ جائیں
ممکن ہو گر تو جان کو اس شیر سے بچائیں
قسمت کا جو لکھا ہوا اُسے کس طرح مٹائیں
چھپ جائیں جا کے ہم ابھی گوشہ جو کوئی پائیں
ڈر ہے کہ جاگ جائے نہ تقدیر موت کی
تلوار کی چمک میں ہے تصویر موت کی

۱۵

دیکھا جو مڑ کے شمرِ شقی نے یہ ماجرا
آکر قریں صفوں کے یہ بولا وہ بے حیا
کیوں بے حواس ہو گئے بتلاؤ تو ذرا
لاکھوں ہو پھر بھی خوف ہے اک شخص سے بپا
بچے سے ڈر کے جان خود اپنی ہلاک کی
ہو جائے دفن چلیاں چھڑکو جو خاک کی

۱۶

اتنا ہوا ہے شمر کی تقریر کا اثر
تیار ہو رہے ہیں پئے جنگ اہلِ شر
کالے نشان کھلے ہیں صفوں میں اِدھر اُدھر
باجوں کے غل سے گوشِ فلک ہو گئے ہیں کر
خبریں وغا کی پھیل رہی ہیں صدا کے ساتھ
آوازِ طبل جاتی ہے کوسوں ہوا کے ساتھ

۱۷

خنجر چمک رہے ہیں ہر اک صف میں بیشمار
پیدل ہیں ایک سمت تو ہیں اک طرف سوار
کرکیت دیر سے ہیں یہ ترغیب بار بار
نکلیں وہی وغا کو جو ہیں آزمودہ کار
میدان کارزار بھی ہے ذرا دیکھ بھال لیں
تلواریں پہ کھینچ کھینچ کے بھالے سنبھال لیں

۱۸

ہے ہر طرف ہجوم کہ اللہ کی پناہ
جنگل ہے آدمی کا جدھر کیجیے نگاہ
ڈھونڈے سے بھی گزر تو مل نہیں سکتی نظر کو راہ
فوجوں کی صف میں چھپتے ہیں پھر پھر کے مہر و ماہ
دوڑا بہت مگر نہ ذرا زور چل سکا
لشکر سے آفتاب نہ تل بھر نکل سکا

۱۹

پہنچے قریب فوج جو قاسم بہ کرّ و فر
گھوڑے کی باگ روک کے دیکھا اِدھر اُدھر
آواز دی کہ او پسرِ سعد کینہ ور
گر مرد ہے تو سامنے آ دیر اب نہ کر
جلدی سے خاکِ معرکہ میں مل کے خاک ہو
دنیا خدا کی تیری نجاست سے پاک ہو

۲۰

بودوں میں تو ہے فرد تو جس سرخ بھدار
غیرت ہے کچھ بھی گر تو نکل بہر کارزار
میدان پہ آ کے میان سے لے تیغ آبدار
میں کون ہوں خبر بھی ہے کچھ او ستم شعار
پوتا ہوں میں رسولِ خدا کے وزیر کا
میری رگوں میں زور ہے نانِ شعیر کا

۳۱

دیکھا شفقت و الطاف شہِ عرش پناہ
خوش ہوئے دلبرِ علمدار امامِ ذیجاہ
چاہتے تھے کہ روانہ ہوں سوئے خیمۂ شاہ
ناگہاں کان میں آئی یہ صدائے جانکاہ
پیاس سے جان نہیں اب کسی مہ پارے میں
علی اصغر کا عجب حال ہے گہوارے میں

۳۲

ہل گیا سینہ میں دل سنتے ہی یہ غم کی خبر
اڑ گیا صدمے سے رنگِ رخِ پاکِ سرور
ہوئے بیتاب بہت حضرت عباس ادھر
پہنچے جب خیمۂ ناموس میں با دیدۂ تر
ساغرِ چشم کو ہر اک کے چھلکتے دیکھا
گود میں بانو کی اصغر کو سسکتے دیکھا

۳۳

بولے گھبرا کے سکینہ سے کہ مشکیزہ تو لاؤ
میری جاں پیاس سے اس وقت ہے کیا حال بتاؤ
دیکھو بیٹھی ہیں کہاں اپنی چچی کو تو بلاؤ
پیار کر لیں تمہیں لو آؤ ذرا گود میں آؤ
ہو نہ مغموم کہ ہم نہر پہ اب جاتے ہیں
پانی ملتا ہے تو بی بی کیلئے لاتے ہیں

۳۴

بھر کے اشک آنکھوں میں کہنے لگی وہ ناداں
دیکھیے سوکھ گئی ہے کہ نہیں میری زباں
پانی آتا ہے یہی کہتی ہیں ہر دم اماں
اور بغیر آپ کے پہونچی ہے لبوں پر مری جاں
جائیے دیجئے نہ تسکین نہ پانی مجھ کو
ساتھ بیکل کے بلا لائیے پانی مجھ کو

۳۲۵

رکھے ہے نکہت گل کو وہ اشوں میں لوا الصفدر
یا ابجد وار ہے کیوں ہیں قرآں میں بیاں ہیں وہ جفر
مدینی جس کے ہیں شاہ دو عالم آئی ہیں نکلی ہیں اس گھر سے بہ منبر
سر کہیں جس نے شہنشہ اولیاں بھی ہیں اس گھر سے منظور
باب بہ جو یہاں ہے وہ قابل ہے یہ منظور
جب گھر اونچا ہی ہے ہمسر ایسا ہے دو حنین

۳۲۶

بیکس ہے کسی کی ناموس وہ مغموم و حزیں
اسے عباس بیاں ہے وہ کیا سب کو یہ نقیں
اور تو بجز مہ گیا ہے عباس سے ان یہ ہے دیں
اُٹھا ہے یہ بس عباس کے سیدانی کا اجازت دیں جبیں
سنی ابوالحسن کی سکھ ابن آگیا بھی کو لایئے
بچ ہے کیا کہ اس بھی کو ہی رخصت دیں

۳۲۷

عرض کی یا کس کے اقبال سے رخصت پائی
جب کی بات سے تمنا تھی وہ نعمت پائی
سہتے یہ ناحق اب ہیں یہ بھی عزت پائی
جان دیتے ہیں اب اس سے وہ دولت پائی
سر حوادث سے نہ ہو اور تیرا سے ہوں
اب غنی بخش کی ملکیں ہیں کریم شاہ سے ہوں

۳۲۸

ابن حیدر نے کیا جا کے یہ جو ابر سے کلام
گریہ نے کی سبیل وہ نام
وفا اہل بیت نے ہے نہیں اندر سے آرام
آسیا طفل آل نبی یاس سے سمجھ کیا
جس طرف جائے اٹھا ہوا لے کر گیا
والد تھامے ہوئے تھا مجھے بچھڑا کے وہ

۳۲۹

موجود جس کا وصف ہے قرآن میں وہ شراب
جو ہے شریک بادۂ عرفاں میں وہ شراب
جس سے بچایا نوح کو طوفاں میں وہ شراب
جس کا اثر تھا نقش سلیماں میں وہ شراب
کی اس سے ہر نبی کی مدد بات بات میں
چھالا چراغ بن گیا موسیٰ کے ہات میں

۳۳۰

ہوگا جو روز حشر گنہ ہوں گا انکشاف
جو بات سچ ہے اُس سے کروں گا نہ انحراف
دنیا سے چلتے وقت بھی پی تھی کہوں گا صاف
اب تک اُسی کا نشہ ہے میری خطا معاف
بہکے تھے اپنی دھن سے نظر تھی ثواب پر
رحمت پہ تیری ناز تھا رغبت شراب پر

۳۳۱

ساقی وہ تیرا آئے بڑھی فوج بے شمار
قاسم نے بھی نیام سے لی تیغ آبدار
جھپٹا ہے شیر ہو رہے ہیں بزدل شکار
بہتا ہے خون ریگ بیاباں پہ بار بار
ہوگی زیادہ اور چمک تاب روپ میں
ڈوبے لباس سرخ پہ پہنے ہیں دھوپ میں

۳۳۲

اللہ ری تیزی و برش تیغ شعلہ ور
نامی جوان بھاگ رہے ہیں ادھر ادھر
بھائی سے بھائی باپ سے بیٹا ہے بے خبر
گھوڑوں سے گر پڑے ہیں کہیں کچھ اہل شر
جس کا جس طرف ہے اُدھر بھاگے جاتے ہیں
گھوڑے ہیں پیچھے پیچھے سوار آگے جاتے ہیں

۳۳۳

لشکر میں حشر ہو گیا برپا جدھر گئی
ٹکڑے ہر ایک تن کے برابر سے کر گئی
دو کر کے ڈھال کو کبھی بالا سے سر گئی
سر سے بڑھی تو دل میں عدو کے اتر گئی
زخمی کوئی بچا بھی تو ایذا دیے گئی
جب تک تنوں میں دم رہا خوں پیے گئی

۳۳۴

لوہے کا دل بھی منھ کی کڑی بھی اصیل بھی
شوخی میں چال ڈھال میں بے عدیل بھی
ہر بات میں پری سے زیادہ شکیل بھی
اس کی ادا پہ چیتے ہیں جانیں بخیل بھی
سج دھج پہ اس کو ناز نہ کیوں ہو خدائی میں
سر جس کو لوگ نذر کریں رونمائی میں

۳۳۵

برہم صفیں ہوئیں جو یہ تلوار چل گئی
ہر تن سے روح بن کے شرارہ نکل گئی
تیزی بڑھی تو جان لعینوں کی جل گئی
شمع حیات آنچ سے اس کی پگھل گئی
گھل گھل کے جسم محو وہ ناپاک ہو گئے
رشتے نفس کے جل گئے تن خاک ہو گئے

۳۳۶

مارا اسے تو خاک میں اُس کو ملا گئی
سر میں اثر سے بادۂ غفلت پلا گئی
ضرب اس کی قصر تن کی عمارت ہلا گئی
چرکے دیے تو روح ہر اک تلملا گئی
ایذائیں بڑھ کے زیست کی صورت بدل گئیں
زخموں کے لب سے اُف کی صدائیں نکل گئیں

۳۷

دیکھا جو ابن سعد نے لشکر کا انتشار
بولا یہ افسروں سے وہ موذی بہ انکسار
تم دیکھتے ہو فوج کو دم بھر نہیں قرار
آثار خوف سب کے ہیں چہروں سے آشکار
پیغام ندو کو جلد نہ تاخیر کچھ کرو
بگڑی ہوئی لڑائی ہے تدبیر کچھ کرو

۳۸

بولا یہ بڑھ کے ایک مصاحب بصد غرور
جو عرض میں کروں اُسے سُن لیجے ضرور
ارزق سا ایک بھی نہیں عالم میں دور دور
بہتر یہ ہے کہ حکم دعا دیں اُسے حضور
چہرے سے اُسکے جنگ کے ڈھنگ آشکار ہیں
تنہا نہیں ہے ساتھ میں بیٹے بھی چار ہیں

۳۹

یہ ذکر سُن کے خوش ہوا دل میں وہ بدگماں
بولا کہ جا کے لاؤ بہ عزت اُسے یہاں
یہ حکم سُن کے ایک مصاحب ہوا رواں
جا کر کہا پیام تو بولا وہ پہلواں
جانے میں کوئی عذر نہ کوئی کلام ہے
لیکن ذرا بتاؤ تو کیا مجھ سے کام ہے

۴۰

کچھ اپنے دل میں سوچ کے ارزق نے پھر کہا
چلتا ہوں خیر جو ہو یہ کہکر شقی چلا
پہنچا جو ابن سعد کے نزدیک بے حیا
گردن کو خم کئے ہوئے ظالم کھڑا رہا
خواہش بہت تھی دل میں جو سرکش کو نام کی
نخوت نے دی اُسے نہ اجازت سلام کی

۴۱

ارزق نے جب کیا ابن سعد کو سلام
اپنی غرض جو تھی تو ہوا خود وہ ہمکلام
بڑھ کر کہا شقی نے کہ اے پہلوانِ شام
بہتر تو ہے یہ جنگ ہو گر تیرے پاسِ نام
ہو جائے گر یہ فتح تو جاگیر بھی ملے
خلعت بھی زر بھی اسپ بھی شمشیر بھی ملے

۴۲

ہوتی تھی ابن سعد سے یہ گفتگو ادھر
آندھی کی طرح پھیل گئی فوج میں خبر
کہنے لگا خوشی میں یہ ایک ایک اہل شر
آیا وہ گر تو لشکر شاہی کی ہے ظفر
کس بل میں فرد جرأت و قوت میں ایک ہے
اس کی مدد ہمارے لئے فال نیک ہے

۴۳

آمد سے اس کی فوج کا دل اسقدر بڑھا
مشغول نعرہ ہائے مسرت ہر اک ہوا
میداں میں شور حد سے زیادہ جو ہو گیا
اس غل کی پہنچی خیمۂ ناموس میں صدا
آواز ہمہموں کی جو خیموں تک آ گئی
بچے لرز لرز گئے دہشت سما گئی

۴۴

فضہ سے مڑ کے زینبِ ناشاد نے کہا
خیمے کے در پہ جا کے ذرا تو خبر تو لا
اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے یہ ماجرا
آیا ہے رن میں ارزقِ شامی پئے وغا
آمد سے اس کی لشکر شر میں غریو ہے
کہتے ہیں سب کہ بھیس میں انساں کے دیو ہے

۴۵

فضّہ سے سُن لیا جو غمِ انجمن یہ بیاں
قاسمؑ کی ماں کے پاس گئیں سن کے بیبیاں
پہنچیں قریبِ اہلِ حرم جب بصد فغاں
ایک ایک کے منہ کو دیکھ کے بولی وہ خستہ جاں
کیا بات ہے بتاؤ تو کیوں حال غیر ہے
لوگو کہو تو کچھ مرے بچے کی خیر ہے

۴۶

کہنے لگیں یہ بانوئے شاہنشہِ انام
جو کچھ سنا ہے عرض اُسے کرتی ہوں لاکلام
قاسمؑ کے قتل کا یہ ہوا ہے اب انتظام
بھیجا ہے میرِ فوج نے اک پہلوانِ شام
دشمن وہ خود ہے دل سے جنابِ امیرؑ کا
شامی لقب ہے نام ہے ارزق شریر کا

۴۷

یہ حال سُن کے رونے لگے اہلبیت سب
چھاتی پہ ہاتھ مار کے ماں بولی ہے غضب
آخر میں کیا کروں کوئی بتلائے بہرِ رب
بچےّ کی میرے جان بچے کس طرح سے اب
جس کا نہ کوئی بس ہو وہ ناشاد کیا کرے
تم سب شریک ہو تو یہ بیکس دعا کرے

۴۸

بولیں یہ رو کے بانوئے شاہنشہِ زمن
حجلے میں چل کے دیکھئے کیا کرتی ہے دلہن
تسکین اُس کو دیجئے پیٹے ہے سر و بدن
گھٹ گھٹ کے مر رہی ہو نہ جی میں وہ خستہ تن
وہ بھی شریک ہو جو نہ مانعِ حجاب ہو
ممکن تو ہے کہ اُس کی دعا مستجاب ہو

۳۴۹

پہنچے حرم جو حجلۂ شادی میں ایک بار
دیکھا یہ جا کے فاطمہؑ کبریٰ کا حال زار
ماتھے پہ خون ہے سر کو جو پٹکا ہے بار بار
چہرہ ہے تر بندھا ہوا ہے آنسوؤں کا تار
آنکھوں پہ آستین بصد اندوہ و یاس ہے
نوشاہ نے جو دی تھی نشانی وہ پاس ہے

۳۵۰

دولہا کی آستین ہے فقط اس بدن کے پاس
قاسمؑ نے چلتے وقت کہا تھا بدرد و یاس
رو رو کے کر رہی ہو عبث منتشر حواس
محشر میں ہم ملیں گے نہ ہو اس قدر اداس
پہچان میری حشر میں ہے پیرہن مرا
ہوگا یہی لباس شہانہ کفن مرا

۳۵۱

کبریٰ سے بی بیوں نے یہ آخر کیا بیان
ہم لوگ اس خبر کے لئے آئے ہیں یہاں
قاسمؑ سے لڑنے آیا ہے ازرق سا پہلوان
مغرور فوج ہی پہ ہے اپنی وہ بدگماں
کس بل پہ اپنے ناز ہے اسکو خدائی میں
دھڑکا یہ ہے کہ دیکھئے کیا ہو لڑائی میں

۳۵۲

ان کی یہ کمسنی وہ شقی دیو سے سوا
اب تو یہ آرزو ہے کہ عزت رکھے خدا
قاسمؑ کی فتح ہو یہ ہمارا ہے مدعا
یہاں جتنی بی بیاں ہیں کریں حق سے التجا
بن جائے بات قتل اگر وہ ذلیک ہو
نازک ہے وقت تم بھی دعا میں شریک ہو

۵۳

لیکر بلائیں بیٹی کی بانو نے یہ کہا
اس کی بھی کچھ خبر ہے کہ یہ واقعہ ہے کیا
اب وقت ہے حجاب کا باقی نہ شرم کا
گھونگھٹ اُلٹ کے کھول دو سر تیغ میں فدا
قاسمؑ ہیں کوئی غیر نہ تم کوئی غیر ہو
بی بی دعا یہ مانگو کہ وارث کی خیر ہو

۵۴

باتیں یہ سُن کے پھر بھی نہ کبرا نے کچھ کہا
اُمڈا جو دل بہت تو یہ کی حق سے التجا
ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں مجھ کو برملا
بدیُمن یہ دولہن ہے قدم اس کا ہے برا
کنبے میں ہو گی بات یہی ہر زبان پر
آئی دولہن تو بن گئی دولہا کی جان پر

۵۵

درگاہِ حق میں عرض یہ پھر کی بصد الم
مجکو اُٹھا لے خلق سے اے مالکِ امم
نوشاہ سے جو پہلے مروں میں اسیرِ غم
پھر تو ہر ایک گھر میں یہ چرچا ہو دمبدم
گھٹ گھٹ کے دل میں فاطمہ کبریٰ گذر گئی
شادی نہ راس آئی دولہن بیاہ مر گئی

۵۶

بنتی نہیں کوئی مجھے تدبیر ہائے ہائے
بیحد خوشی کی بات ہے گر مجکو موت آئے
پروردگار جان کو نوشاہ کی بچائے
شادی کے گھر سے اب مری میت نکل کے جائے
بچ جاؤں آفتوں سے خدا کی خدائی میں
کنگنے کی جا رسن نہ ہو میری کلائی میں

سلام

کم نہیں اے دیدۂ تر خونفشانی کیلئے / تشنہ تڑپتے رہ گئے اک بوند پانی کیلئے

ایک کو کرتے تھے رخصت ایک کی لاتے تھے لاش / غم پہ غم تھے فاطمہ زہرا کے جانی کیلئے

جز مئے حبِ علی دلمیں نہیں ہے اور کچھ / ہے یہ شیشہ اس شراب ارغوانی کیلئے

جھولیاں بھر بھر کے لیجائیں کدھر ہیں نکتہ چیں / کھلتی ہے میری زباں گوہر فشانی کیلئے

حاسدوں نے کیں بہت باتیں مگر ہم چپ رہے / تھی زباں گویا ہماری بے زبانی کیلئے

کیوں ابھرتا ہے بہت منعم نہ کر اتنا غرور / آسماں موجود ہے سر پہ گرانی کیلئے

ہے برابر مسندِ پُر زر ہو یا فرشِ حصیر / کیا تکلف چند دن کی زندگانی کیلئے

رکھ کے آنکھوں پر اُسے روتی تھی کبرا بار بار / آستیں دولھا سے جو لی تھی نشانی کیلئے

خود نفس انسان کا موقوف ہے جسپر حیات

ایک جھونکا ہے چراغِ زندگانی کیلئے

سلام

جہاں پیدا ہوئے پایا بھی یہ رتبہ اُسی گھر سے
ہوئی کعبہ میں مس مہرِ نبوّت پائے حیدر سے

نہ ہو جب خواہشِ دنیا تو کیوں نکلے کوئی گھر سے
فقیر اللہ کے اُٹھتے نہیں ہیں اپنے بستر سے

ذرا آرام سے رکھنا زمینِ کربلا اس کو
اُٹھے روتے ہوئے یہ کہہ کے سرور قبرِ اصغر سے

نظر پڑتی ہے جب بن بن کے چھریاں دل میں چُبھتی ہیں
مٹیں یہ جھرّیاں کیونکر ہمارے جسمِ لاغر سے

مسیحا کی مسیحائی ہوئی تھی قم باذنی سے
علی نے سیکڑوں مُردے جلائے ایک ٹھوکر سے

غمِ سرور میں روتے روتے شب کو سوئے ہیں اکثر
سحر کو بارہا موتی چُنے ہیں اپنے بستر سے

گلا بچہ کا نازک تن میں رعشہ درد بازو میں
نکالا کانپتے ہاتھوں سے شہ نے تیر کیونکر سے

بچایا باپ کو روکا گلے پر پہلے ناوک کو
چھدا ہے تیر بازو میں گذر کر حلقِ اصغر سے

لباسِ پر تکلف سے غرض کیا ہم فقیروں کو
ہے نقشِ بوریائے بے ریا بہتر مشجّر سے

[illegible]

۲۲

[illegible]

۲۳

[illegible]

۲۴

[illegible]

۵۵

پہلوں سے کہ جس سے پٹے ہیں اک وہ غضب کی چال
جتنے فرس ہیں گر گئی نظروں سے سب کی چال
مشہور دم قدم سے ہے اس کے عرب کی چال
کرتی ہے شوخیوں کی تلافی ادب کی چال
بجلی سے بڑھ رہے ہیں قدم راہوار کے
جنبش نہیں ہے تن کو ذرا بھی سوار کے

۵۶

صورت وہ خوشنما ہے کہ ٹھہرتی نہیں نگاہ
آنکھیں اڑی ہوئی ہیں ہر اک کی یہاں تک آہ
کوندے سے یہ گزر ہو تو ہے بجلی کا اشتباہ
تیزی پہ اس کی ران کی زمیں آپ ہے گواہ
جتنے نشان سم ہیں خاک پہ سب ایک حد پہ ہیں
ٹاپوں کے نقش یہ نہیں مہریں زمیں پہ ہیں

۵۷

بالائے آب ہو جو روانہ یہ دو دو ہم
گرداب سمجھیں پتلیاں آنکھوں کی یہ قدم
نکلے لہر لہر سے اڑ کر نہ سم ہوں نم
بگڑے ذرا نہ موج مسلسل کا پیچ و خم
پڑ جائیں گر قدم فرس لاجواب کے
کھلیں نہ بخیے لگ کے کٹورے حباب کے

۵۸

نایاب ہے یہ فرس ہے تو بے مثل ہے سوار
بچپن میں ہے شباب کی آمد بھی آشکار
زلفیں جو رخ پہ آتی ہیں اڑ اڑ کے بار بار
بڑھ بڑھ کے شام صبح سے ہوتی ہے ہمکنار
رنگ اپنا چھاؤں دھوپ کی حد میں جمائے ہے
پہلے سے دن کے رات بھی پہلو ملائے ہے

✻

۹

ہے کمسنی بھی ان کی ہزاروں میں انتخاب
حُسنِ حسنؑ کا سر سے قدم تک ہے جواب
باقی ہے گو کتابِ جوانی کا ایک باب
اک دو قدم کے فرق پہ بچپن سے ہے شباب
ایک ایک خال و خط سے یہ صاف آشکار ہے
کچھ دن گزر کے آمدِ فصلِ بہار ہے

۱۰

زلفیں جو رو میں اُڑ رہی ہیں دوش پر بہم
گویا ہوا پہ سورۂ واللیل ہے رقم
حرفوں کے دائرے ہیں کہ بالوں کے پیچ و خم
تحریر جس کی یہ ہے وہ ہے کونسا قلم
مصحف یہ سر سے فرق نہیں ایک بات کا
طغرا لکھا ہوا ہے یہ قدرت کے ہات کا

۱۱

ہیں اس طرف تو راہ میں نوشاہِ نامدار
وہاں پیک انفروں سے یہ کہتے ہیں بار بار
آتا ہے اب جو شیر ادھر بہرِ کارزار
دادا کو اس کے حق نے عطا کی ہے ذوالفقار
آرامِ جان و دل ہے شہِ مشرقین کا
بیٹا حسنؑ کا ہے یہ بھتیجا حسینؑ کا

۱۲

جاسوس کہہ رہے تھے یہ ایک ایک سے دمبدم
دل میں سمجھ لو جنگ میں وقفہ بہت ہے کم
گھوڑا وہ آرہا ہے بڑھائے ہوئے قدم
جتنے جری ہیں فوج میں ہو جائیں سب بہم
لازم ہے سعی جنگ میں اک اک دلیر کو
مل جل کے مار لو اسدِ حق کے شیر کو

۱۳

شہ نے بھائی کو آتا جو اس طرح سے دیکھا گریاں
لب پہ بس بھائی ہے لپٹائے امامِ دو جہاں
کیا رضا بھائی سے کچھ ہوا ایسے گرے اشکِ مرجاں
با ادب کرکے ہاتھ عرض یہ کی کہ یا شاہِ زماں
صاف دل کے کھلے ہیں جو اہلِ وفا ہوتے ہیں
عہدِ جانباز کبھی آفاق سے فنا ہوتے ہیں

۱۴

آپ کیا ہیں بالکل مختار رضا دیں کہ نہ دیں
اپنے بیمار کو دارو سے شفا دیں کہ نہ دیں
آپ کے نور سے ہیں ذرہ کو ضیا دیں کہ نہ دیں
خضر ہیں آپ ہیں اب آپ بقا دیں کہ نہ دیں
عین حکمت ہے اگر آپ مداوا نہ کریں
ہیں مسیحا آپ ہیں زندہ کریں یا نہ کریں

۱۵

کیا ہوا جانِ سکینہ کا گر ہم کو تمنا ہے تو ہے
مضطرب شوق و دعا سے دلِ شیدا ہے تو ہے
اس طرف شور مبارز طلبی کا ہے تو ہے
مستعد جنگ و جدال پہ صفِ اعدا ہے تو ہے
مجھ کو مطلوب خوشی ابنِ ید اللہ کی ہے
میرا منصب تو غلامی شہِ ذی جاہ کی ہے

۱۶

کام اُسے کیا تنگی سے جو ہو وہ فرماں بردار
جو خفا آپ سے ہو اس سے خدا ہو بیزار
آپ ہیں مفترض الطاعۃ امام الاخیار
کون حضرت کے سوا ہے دو جہاں کا مختار
چارہ اس کا نہ بجز صبر و رضا کیا ہوگا
جس کا عہدہ ہو غلامی کا وہ خفا کیا ہوگا

۱۷

دیکے پیشانی پہ بوسہ بصد الطاف و عطا
یوں گہر بار ہوئے لعل لب شاہ ہدا
جوش صفائی کا تمھاری ہو نہ کیونکر شہرا
فخر تم اہل وغا کے ہو جہاں میں یکجا
جنگ سے منع نہ اے ماہ لقا تم کو کروں
تمھیں مضطر ہو کہ کس طرح جدا تم کو کروں

۱۸

دلکی قوت تمھیں اے بھائی ہو دلبر ہو تمھیں
وجہ آرام و قرار دل مضطر ہو تمھیں
جب کہ ان کا تھا تو تھے زینت ان کی بھی تمھیں
تمھیں خادم تمھیں فرزند، برادر بھی تمھیں
اب نہ وہ دولت ہیں باقی نہ وہ پیارا باقی
تم کو کھویا تو مرے پاس رہا کیا باقی

۱۹

آپ سے بڑھ کے بھلا کون ہے پیارا ہم کو
ہے سوا آپ کے اب کسکا سہارا ہم کو
گو کسی طرح نہیں ہجر گوارا ہم کو
ہاں مگر افسوس نہیں اب کوئی چارہ ہم کو
حکم تقدیر سے ہر ایک کو معذوری ہے
تم بھی مجبور ہو بھائی کو بھی مجبوری ہے

۲۰

آبدیدہ نہ ہو لو جاؤ سدھارو بھائی
اب نہ اشک آنکھ سے برساؤ سدھارو بھائی
غم نہ رخصت کے لئے کھاؤ سدھارو بھائی
بھائی کو ہجر میں تڑپاؤ سدھارو بھائی
ہوگا بیتاب جو دل جبر کریں گے بھائی
تم نہ مضطر ہو ہمیں صبر کریں گے بھائی

۲۱

باتوں کا ان کی کچھ نہ شقی نے دیا جواب
لیکن صفیں جمانے لگا خانماں خراب
غصے سے شمر نے یہ کہا کھا کے پیچ و تاب
بولا یہ افسروں سے ستمگر بصد عتاب
نامرد کیوں ہوئے ہو یہ کیا واردات ہے
بچے سے ڈر کے بھاگنا غیرت کی بات ہے

۲۲

سن سن کے ابن سعد کی بیہودہ گفتگو
بڑھنے لگے صفوں سے جوانان کینہ جو
آمادۂ جدال ہے یہاں بھی یہ ماہ رو
اب دیر جنگ میں نہیں ساقی کہاں ہے تو
جلدی پلا تو نشے سے جان آئے جان میں
بڑھ جائے زور طبع میں تیزی زباں میں

۲۳

وہ مے پلا نہ جس کا دو عالم میں ہو جواب
یوسف نے جس کا دیکھا تھا جلوہ میان خواب
واقف ہے خود بھی تو کہ مرا حال ہے خراب
خاک شفا کے جام میں بھر کر پلا شراب
ہو جائے نشہ جلد تو صحت نصیب ہو
مجھ سے مریض کے لیے اچھا طبیب ہو

۲۴

لازم ہے تجھے رند کی حالت پہ کچھ غور
تجھ سے چھپے نہیں ہیں مری میکشی کے طور
ساغر کو منہ لگاؤں نہیں شے جو کوئی اور
مدت گزر گئی جو ہوا تھا شریک دور
تب سے کہیں سے جو مے تو نے دی نہیں
ساقی تمام سال ہوا ہے کہ پی نہیں

۲۵

یوں تو ہر ایک رند پہ تیرا کرم ہے عام
مجھ پر عطا سوا ہے نہیں اس میں کچھ کلام
ساغر پہ ساغر آئے وہ بجائیں صبح و شام
ممکن نہو جنھیں سے مضمون نو کا جام
ہوگی کبھی نہ آئیگا موقع حساب کا
دریا بھرا ہوا ہے قلم میں شراب کا

۲۶

ساقی گھٹائیں اٹھی ہیں ہالوں کی بیشمار
تیغوں کی بجلیاں بھی چمکتی ہیں بار بار
دم بھر میں ہوگی خون برسنے کی اب بہار
اتنی پلا کہ اترے نہ پھر نشہ زینہار
جبتک جیوں نہ جودت طبع رواں رکے
میرا بیاں رکے نہ قلم کی زباں رکے

۲۷

پھیکی جو سب میں ہو وہ پلا ساقیا شتاب
ہو نشہ کم ذرا ہمیں سکتی نہیں ہے تاب
محشر میں جب طلب ہو ہماری پئے حساب
اس دن بھی تیرے رندوں میں اُن کی پہ حاضرا
اس مے کی لو وہاں بھی لبوں سے کنول میں ہو
ہاتھوں میں جام ہو تو صراحی بغل میں ہو

۲۸

خوشبو ہے جسکی خلد کے بستاں میں وہ شراب
داخل ہے جو مشیت یزداں میں وہ شراب
جلوہ تھا جس کا سینۂ سلماں میں وہ شراب
یوسف کے کام آئی جو زنداں میں وہ شراب
رد اس سے ہر نبی کی بلا جزو کل ہوئی
چھینٹوں سے جسکی آتش نمرود گل ہوئی

۴۲۹

شاہ نے خیمہ میں دیکھا تو یہ دیکھا جاکر
گرد ناموس ہیں اور بیچ میں ہے وہ صفدر
کوئی کہتی تھی کہ عباس فدا ہو خواہر
کوئی کہتی تھی کہ تنہا ہوئے ہے ہے سرور
کوئی کہتی ہے مرا سرو رواں جاتا ہے
کوئی کہتی ہے کہ حیدر کا نشاں جاتا ہے

۴۳۰

دمبدم ہے کسی بی بی کی زباں پر یہ بیاں
بھیا پردیس میں ہم چھوٹتے ہیں جاتے ہو کہاں
شوق سے جاتے ہو تم تو سوئے گلزار جناں
یاد کرکے تمھیں روئیں گی یہ دونوں ناداں
کچھ علاج دل و جگر بتاتے جاؤ
اپنے بہلانے کی تدبیر بتاتے جاؤ

۴۳۱

برچھیاں گو ہیں یہ الفاظ پئے قلب حزیں
پر توجہ انھیں مطلق کسی جانب کو نہیں
لیکن یہ ہے کہ خیال اور کہیں کچھ یقیں
دیر ہوتی ہے چلو جلد سوئے اہل کیں
دیکھ کر رایت و مشکیزہ کبھی جھومتے ہیں
کھینچ کر تیغ کے قبضہ کو کبھی چومتے ہیں

۴۳۲

دیکھا سرور کو تو وہ شیر ژیاں تھرایا
شعلۂ عشق نے کچھ اور بھی گرمایا
ناوک درد نے قلب اور جگر برمایا
بھر کے اشک آنکھوں میں شبیر نے یہ فرمایا
تشنہ و بیکس و بے پر سے جدا ہوتے ہیں
لو بہن یہ بھی برادر سے جدا ہوتے ہیں

۴۳۳

حیرتیں ہیں سدا دھارے ہیں ان میں تنہا چھپے ہیں
ہاتھ دے کون یہ جب ساتھ نبھا چھوڑیں
تیر ہیں کیوں یہ ترائی کا کنارہ چھوڑیں
یہی اسباب کہ ہم بے سبب اک تر نا چھوڑیں
پابستہ ہیں تو ہیں اب عالم بالا کے
اک جانے دو ہوا راہی صدا بالا کے

۴۳۴

کاٹ سے منظور ہی سر و دریا پہ بیکسی جا جب
سنگ کو باندھے راتیں میں جلا وہ صفدر
آگ لگ کہ ہر جا کہ تھا کہ ہر جن و بشر
پیچ پیچ چرم ہر ایک سے سر کہ کھوسے بیٹھے سر
منہ سے نالے کہ ارزاں ان غم تازہ نکلے
نکلے یوں جیسے کہ گھر سے جنازہ نکلے

۴۳۵

درِ دولت پہ بیٹھے ہیں وہ مرجب یو نا
دیکھا خادم کا ذریں و ریزے ہے سن تا دکھا کیا
سرِ کھو بیٹھے یہ جو ہے کہ ارادہ جو کیا
ہاتھ سنا کہ یہ رکھا اور یہ بھی شر سے دعا
دل کہ سب الوہ بجھی گیا ہوں صبر سے وہ کام لیا
کہ اے اللہ نگہبان ، جگر تھام لیا

۴۳۶

کر کے تسلیم سنا تھا بھی وہ ماہ لقا
ناگہاں حیدر کرار کی آئی یہ صدا
ہاں بڑھ جو دار ہر جان ، بیداد ہو فدا
کہ تھی خالق سے اسی دن کیلئے یہ دعا
سر و سے ظاہر مری الفت کا اثر اعدا پر
میرے بابے یہ فدا ہو تو سر زہرا پر

٣٧

ہو گیا شیر کا دل سنتے ہی یہ اور بھی شیر
گرد تنہا پھر کے چڑھا پشت فرس پر وہ دلیر
تھا جو منظور کہ ہو قتل میں اعدا کے نہ دیر
راہ تجویز وہ کی جس میں ذرا بھی تھا نہ پھیر
آئی جنت کی ہوا شوق سے دلداری کو
فخر سے فتح بڑھی غاشیہ برداری کو

٣٨

چھیڑنا تھا کہ بڑھا اشہبِ برق کردار
ہل گئی رنگی زمیں کانپ اٹھا دشت کے غبار
بھر نے پایا تھا اسی طرح طرارے دو چار
یک بیک ہونے لگی لشکرِ اعدا میں پکار
ہم نہ کہتے تھے کہ اب کچھ نہیں دیر آتا ہے
لو وہ دیکھو اسد اللہ کا شیر آتا ہے

٣٩

آ کے لشکر کے قریں یوں وہ جری للکارا
کون ہے وہ جسے سمجھے ہے جدل کا یارا
اے گروہِ زندہ ہوں آگاہ ہو لشکر سارا
جس نے اک ضرب میں مرحبِ جواں کو مارا
جو تھا گھر نخوت و پندار کا وہ سر توڑا
پھول کی طرح سے جس نے درِ خیبر توڑا

٤٠

جو ہیں بازوئے پیمبر وہ پدر ہیں میرے
دینِ حق کے جو ہیں رہبر وہ پدر ہیں میرے
جن سے پیدا ہوئے شبر وہ پدر ہیں میرے
جس نے توڑا درِ خیبر وہ پدر ہیں میرے
آتشِ تیغ سے جنات کو مقہور کیا
روشن ایمان کیا کفر کو بے نور کیا

۴۱

انکے اوصاف ہیں بچپن سے جلی عالم میں
منفرد تھا وہ خالق کا ولی عالم میں
تھا محمد انکا خدائے ازلی عالم میں
مرکزِ دائرہ حق تھے علی عالم میں
تھی وہ قوت کہ ملقب بہ یداللہ ہوئے
وہ شجاعت تھی کہ مشہور اسداللہ ہوئے

۴۲

انکے اوصاف سے مملو ہے کتابِ دوجہاں
سعی سے انکی کھلا وہ رہا بابِ دوجہاں
ذاتِ حیدر کی ہے ملجا و مآبِ دوجہاں
ان کے اک خیر سے کثرت سے ثوابِ دوجہاں
نفسِ واحد ہیں رسولِ عربی سے پوچھو
شانِ حیدر کو جو پوچھو تو نبی سے پوچھو

۴۳

باغِ اسلام کو کس سے ہوئی حاصل زینت
کس نے شفاف کیا زنگ سے آئینۂ دیں
کس نے میدانوں میں جانبازیاں خونریزیاں کیں
کس کی تلوار نے کاٹے پرِ جبریلِ امیں
وارثِ احمد پہ کوئی اور بھی ہو سکتا تھا؟
جز علی اور کسی سے بھی یہ ہو سکتا تھا؟

۴۴

نسبتیں انکو نبی سے ہیں یہ سب بالتحقیق
بھائی، داماد، وصی، حافظِ جاں، دوست شفیق
دینِ اسلام کے دکھلائے گئے عالم کو طریق
باپ کی طرح ہے امتِ احمد پہ شفیق
اسکے فرزند سے کم لوگوں نے منہ موڑا ہے
بہرِ زر جو ہے رہِ راست اسے چھوڑا ہے

۲۴۵

کون ہے ایسا یہ جیسا ہے سیہ خانہ خراب
ہتک جد کا کلمہ پڑھتے ہوئے ہے وہ جناب
تم پہ آتا نہیں کچھ آج پیمبر سے حجاب
آنکھ کیا ہیں یہ جفا خیر سے ان و قعے جواب
ہیں امانت نبی و فاطمہ و حیدر کی
قدر لازم ہے تمہیں عترت پیغمبر کی

۲۴۶

بے محل گو تھا اگر دیجیے جواب مہمل
تیر برسنے لگے شبیر کی جانب اجل
آ گیا غیظ پہ جب ابروئے جرار میں بل
ہاتھ قبضے پہ رکھا کانپ گئی دل کے اجل
تیغ رخشاں صفت شعلۂ روشن نکلی
کہ بجلی چمکا کے اڑتی ہوئی ناگن نکلی

۲۴۷

ساقیا لا کوئی جام آج عطا پھر ہو جائے
جوش زن آج ترا بحر سخا پھر ہو جائے
دور جام مئے ارادہ ربا پھر ہو جائے
کہنہ دل ہے طبیعت کو جلا پھر ہو جائے
بیچ کا اودا سا ہے سرمہ بھی ذرا اور بھی چمکے
درد سر کھو دے کہ نیک ہے درد بھی کافی چمکے

۲۴۸

ساقیا بادۂ گلرنگ کا ہاں بھر لا ایاغ
دے دلآرام و مصفا و معطر سا دماغ
جلد اسباب طرب آتش سیال سے ہو تر باغ
کر سکے سب ہی مرے لب کو خنک تا ہو داغ
سب ہیں مشتاق کہ منھ سے صہبا ہوئے
سال بھر بعد تو ہم لوگوں کی توبہ ٹوٹے

:.

۴۹

جلد دے جا کہ بس اب بہر خدا دیر نہ کر
ابھی لکھنی ہے مجھے جنگ کے میدان کی خبر
حملہ کرنے ہی کو ہے فوج پہ ابن حیدر
ہیں قلم ہاتھ میں لیتا ہوں اٹھا دو ساغر
مے کہ پینے کی کہاں پھر مجھے فرصت ہوگی
چل گئی تیغ جو پہلے تو قیامت ہوگی

۵۰

لو وہ جھپٹا اسد بیشۂ حیدر صف پر
لو وہ آیا غضب خالق اکبر صف پر
لو وہ رہوار چلا صورت صرصر صف پر
لو وہ اسوار نے کھینچی گئی صف بر صف پر
گہ سر دوش گری گاہ سر فرق گری
خرمن لشکر سفاک پہ وہ برق گری

۵۱

جل گیا کوئی کوئی ہو گیا دو اور کوئی چار
سر جو اسکا ہوا زخمی تو جدا اُس کا فگار
تن پیادوں کے نکلنے لگے بھر کے رہوار
خون برسا کہ زمیں ہو گئی رن کی گلزار
منکشف جوہر شمشیر شرر بار ہوئے
آن واحد میں سب کے جسموں کے انبار ہوئے

۵۲

سر دو پارہ ہوئے زخموں سے بدن چاک ہوئے
روحیں عریاں ہوئیں جامۂ تن چاک ہوئے
پیرہن چاک ہوئے کیا کہ کفن چاک ہوئے
لب پہ فریاد جو لائے تو دہن چاک ہوئے
نہ بچا فرق پہ تیغ گردن کو تہ بھی کی
زخم پہ اور لگا زخم اگر آہ بھی کی

۴۵۳

واہ رے تیر کی چالاکی و چابک دستی
نیست کر دی ستم ایجادوں کی دم میں ہستی
سر بلندوں ہی کو چن چن کے دکھائی پستی
پیل زوروں کی بھی جاتی رہی ساری مستی
دل پہ نقش جدل تیر زباں بیٹھ گیا
کانپ کر خوف سے ہر پیل وہاں بیٹھ گیا

۴۵۴

گردنیں جھک گئیں ضیغم نے جو سر موڑا
قلعہ کفر تھے اکثر جنھیں ڈھایا توڑا
اس سے غافل نہ تھے جس کو سسکتا چھوڑا
آپ شمشیر ہلاتے تھے کہ یہ چھوڑا چھوڑا
تھم گئے دیکھ کے بسمل اُسے جاتے جاتے
چرکا دیتے گئے نامرد کو آتے جاتے

۴۵۵

تیغ کے ساتھ ہی پھرتی تھی نظر چار طرف
برق شمشیر کا یکساں تھا گذر چار طرف
اس سے ممکن تھا کیونکہ مفر چار طرف
دم میں جاتی تھی وہ مانند خبر چار طرف
چونکاتی تھی لعینوں کو قضا سنتے تھے
بند آنکھیں کیے سن سن کی صدا سنتے تھے

۴۵۶

برق تھی ڈوب کے چلنے میں تو گرنے میں ہما
جسم کے واسطے آتش تھی پئے روح قضا
بن گئی کان کے نزدیک پہنچتے ہی صدا
عضو ایسا تھا کوئی کہ جہاں ہو نہ رسا
واہمہ تھی جو سر بانی شر میں پہونچی
بن گئی درد اگر قلب و جگر میں پہونچی

::

۵۷م

خوباں کی کیا باتیں جو بولیں تو رنگی بولی ہوا اور ادا بولی
جیسے موتی لعل ہیرے بیچ نکلیں سے سوا اور ادا بولی
تنا و چابول سے نکلیں سے قضا اور ادا بولی
استخواں انیق لے نکلا سے اوجلا اور ادا بولی
جسمیں صورت لطف آتے وہ صفا سلیمہ ہے
نیقن کی نیق سے آمینہ کا آمینہ ہے

۵۸م

شکل ادا بولن کرتی ہیں تن میں آرا مٹھی مٹھی
وفا ہے میٹھی لو سینیہ میں مٹھی ہیں آکرا مٹھی
خوباں میں ہے اجلا آ کے من کی اجلا کرا مٹھی
جب آگا ہے بیچ گیتی آنگ لگا کر
اور منا کو من کی اس خواں بہا بینا تھا
تھا فقط کام لگا لے سے لکھا بینا تھا

۵۹م

سانجھ جیسے پیو ہے کیا جاناں من کا آج مسکی سکی
راج لے ہے رحم لگا کے شکل آرتی آرتی ہے بسکی
دیتا ہے خود سے قضا جب محل آرتی آرتی سرکی
قطع بتا ہے کیا اس کا لو بتا خس میں تھیں تھیں پھانس طوا
تجیب قدرتی پی ہیں پھولاں کو جو جسم پھرانس دیا
بجنم ہے

۶۰م

خدا نبی کی شمشیر عسلہاراں جیسری
اسکی بانی تھی رہتی ہے سب سے کیا رنگی ہی بھری
استخواں پہ زندہ ہے دکتی تھی ادری
جیتی تیری بھری میداں میں بتیاں تری
دل لے لیا تنیکی ادا پھار تیر لے کر دیتی تھی
دار سیر تی تھی ناکرنے جنس لگا دیتی تھی

۶۱

جان لینے کی کھائے ہے جو پہلے سے قسم
جس سے ملتی ہے گلے ہوتا ہے وہ راہیِ عدم
کچھ عجب طرح کی سج دھج ہے عجب نرالا عالم
گھات آفت ہے برش قہر ہے اور بارِ ستم
موت بھی اس کی لگاوٹ سے حذر کرتی ہے
خون ہو جاتے ہیں جب مڑ کے نظر کرتی ہے

۶۲

رگِ جاں کے لئے فولاد کا ہے گو نشتر
حلقِ بسمل کے لئے بنتی ہے کاٹ خنجر
جان کر کھیل کبھی کرتی ہے صد پارہ جگر
ہو کے نادم کبھی شوخی سے جھکا لیتی ہے سر
چھپتی ہے ڈھال کے گھونگھٹ میں نکلتی ہے کبھی
خون پیتی ہے کبھی زہر اگلتی ہے کبھی

۶۳

ہے تن ازرق و دلکش پریوں کی سجاوٹ ایسی
مل کے دشمن سے گلے بھی لگاوٹ ایسی
نہ حسینوں کو کبھی آئے گی رکاوٹ ایسی
کبھی ثابت نہ بگڑتا ہو بناوٹ ایسی
خاتمہ اس کے لئے حسنِ خداداد کا ہے
تن چھریرا ہے سبب شبہ یہ فولاد کا ہے

۶۴

بر میں پہنے ہوئے ہے سرخیِ خونابہ لباس
قہر کا ہے یہ نشاں جینے سے اعدا کو ہے یاس
سادگی سے نہ بڑھا اور نہ تو زیور کوئی پاس
جا بجا قبضے پہ دو سیں میں جڑے ہیں الماس
ہاں مگر اس کا جو زیور ہے وہ گل پہنے ہے
ہیں یہ جوہر کہ دلھن زیورِ گل پہنے ہے

*

۲۶۵

نرمی سے جو پتری کی نیس کی سیکھی ورنہ یہ نگاہ
آنکھوں میں سنسنی کی عظمت ابھرتا عنفا الفاظ کی پناہ
جو نیس جو بیتی ابھی بادر ہوئے اما یہ مرہم بیاباں
جادو بھرا ہوا ہوا اجل بانی سیلاب وادی ہوئے
کچھ نرم تیغ اچل بانی بیں سے تم ایجاد ہوئے
کچھ نرم الوادیوں

۲۶۶

کچھ ہوا غلغلہ لخشب سر بیاباں ہیں
کچھ چلبلی موجیں طوفان کی ابھرتی ہیں
کچھ چنچلی آنکھوں کی دور تک فضا میں ہیں
کچھ عمل سے انگیا کے بسے لالے سے ہیں
ہر سے ایک سے بیچ کھلے جان سے کھال سے ہیں
بن سے طرز طرف جان سے کھالے سے ہیں

۲۶۷

سنکی یہ صفت وہ بیدا الفاظ نے سنگم اوڑھا
لہلہا اُٹھنا ہے کہ جو بیاباں ہے پھیلا
تنہا و ادا یہ آسمانی صفت صحرا صبر زمیں سے مرجھا
نبیطر جو سچا جاتا ہے در پا ہے جو وادی لبِ دریا
جھنجھلا ہے بسا ہے پھولا ہے وہ رو اعلی صورت لیتا ہے

۲۶۸

سنکی طرح نہ ہیں ایک سنگ جاد ایسا کہ ہو سو ارمان کا
سچائی ہیں صفت سے اوجھل کہ سوجھتی بیکار گئے
جھینپ نکلی ہوئی گفتگو ہے تبسم سی بات سے
اور دل تیری بانی سے اوجھل سے ملا کی صورت
من تیری نازک سے کلیاں ہو اکھیر نا سے اور ان کی صورت

٣٦٩

قوت اس کی ہے اور آفت جاں ہے سوار
ہمت تن اے عزیز اے دہ تیز تر جاں ہے سوار
ہو ریگ ہے سر گردہ داں ہے سوار
بر تن تا انبارہ ہے تیغ ابرو داں از سوار
رو کی لین لو صفت ہے بسمل پیاں چھوٹا ہے
اپنا سوار ہے اور ازار ہے قدم چھوٹا ہے

٣٧٠

پا پہ مطلب کا کرد اسلام مجھے دو ہیں حضور
چھوٹا بلبل ہیں ہو بہ بھاگ کے گریں مقصود
دانہ دو بکا ادا تو بھاگ کرنا ہے حضور
کام دیکھے تو بھی پا اور سے کرد وا نکہیں
حیطہ خاص دیکھے اتنا ہوا بھی از جانا ہوں
دم وہ لو لگا انھیں قدم وہی قسم کھانا ہوں

٣٧١

پیارا عباس بھی کا کرتے ہیں اسے کھیچے ہاتھ
کیا وقت ہے ایسا صاحب ہے شمشیر سے ہاتھ
جھپٹ بیں تیغ کی اور دل ابر کا ہے سبز سے ہاتھ
خنجر ہے رو کا ہے آگ لعد پہ بی و دی بی ہا
کیفیت اس پہ بھی چھاپا اس کے بالکل وہی رکا ہے
کچھ لوجا مارا ہے کچھ پا اس کا نکلا کر دی ہے

٣٧٢

کبھی وہ شیر ولاور نے اٹھائی جو نگاہ دو راہ
لانے کے ناب جھپٹ تیغ لطف بس شاہ
حلقہ آیا ہے کیا تھا کیا تھا سنبھال کے شہ نگاہ
صورت کا آیا اور چلا جلا بھاگ کے ... میداں چھوڑا
سلطان و دل نے میداں چھوڑا
صورت کرو ہیں کے کھنچ گئی کر میداں چھوڑا

مرثیہ

ہے شمع بزم حسن فصاحت بیاں مری
مرغوب اہل درد کو ہے داستاں مری
دریا ہے بے کنار ہے طبع رواں مری
مرغان قدس سنتے ہیں طرز فغاں مری
ملتا ہے حظ ہر ایک بعید و قریب کو
لہجہ اڑا لوں قن کر یہ ہے عندلیب کو

۲

روشن خیال جو ہیں وہ بھرتے ہیں دم مرا
ہے نقش بند گلشن معنی قلم مرا
صورت نما ہے فتح و ظفر ہے علم مرا
حیرت نہ کیوں ہو دیکھ کے جاہ و حشم مرا
دولت سے مدح آل نبی کی امیر ہوں
حیدر سے بادشاہ کے در کا فقیر ہوں

۳

ہے بحر علم و فن کی شناور مری زباں
ہے پاک و صاف صورت کوثر مری زباں
وصف نبی و آل میں ہے تر مری زباں
عطر بہشت سے ہے معطر مری زباں
کیونکر کھلیں نہ دل گل زہرا کے نام سے
بو سے بہشت آتی ہے میرے کلام سے

۴

سر سبزیوں سے میری ہے بزم سخن کی زیب
ہیں جلوہ بار شاہد مضمون دلفریب
مینا و مے ہیں معنی و الفاظ پر نہیب
زائل ہے جس کے شوق میں ہر قلب ناشکیب
کم جانے نہ اس مہ و ساغر کی چاہ کو
مڑنا ادھر سے بار گراں ہے نگاہ کو

۴۵

الفاظ پہ ہے قیاس میں آئینہ کہ غنچے ہیں پھول
کھلیں بہار ہے تو نہ ہوں بلبلیں ملول
وہ گواہ قصہ دیکھے کتاب سخن کو طول
سیر خیال کا لطف ہی سب ہے زمزمہ کو حصول
بس عین سخن ہے وجد میں اب ارشاد ہیں
حضار شوق بادہ آ کر تو لا رہیں ہو رہیں

۴۶

اس سا نہ چمن میں ہے نہ چمن آرا ہے کون آن
عرش میں گالا ہے بچہ کا تارا ایک آن کون
اللہ کے حبیب کا پیارا ایک آن کون
سب قیمت ہے پیہ کہ دوست پیارا ایک کی طرف
ہاں کیا بکا ہے پہ تو ہیں بچھڑا ہے کی طرف
ناظر انام ایسا یہیں ہیں بزم کا طرف

۴۷

نہ ہو مزہ غم حسین کا اللہ سے مرتب سب کا
مشہور ہے کہ آئے ہیں محبوب رب کا
کرتے ہیں مرتضیٰ و حسن شیون و بکا
بنت رسول روتی ہیں خود صاحب عزا
روتی ہیں شور ہوتا ہے جب واحسین کا
لیتی ہیں دوست دار وہ لے کے یا حسین کا

۴۸

ہاں اردو سیکھ اردو سنگار ہنگام ہے
باتوں میں قرآن نہ تو حسن انجام ہے
جنت کا اردو پیدا ہوا ان کو پیغام ہے
خدمت سے سلسلہ ہوا مژدہ انعام ہے
کہا پسر نے گنہگار ہو جنت سے کلام ہے
یہ بھی عنایت ہے کہ عالم سیاں سلام ہے

۱۰۹

اب سنئے ماجرائے غم افزائے کربلا
اجڑا مدینہ بس گیا صحرائے کربلا
دیکھا قضا نے خوب تماشائے کربلا
ہے ہے حسین تشنہ جگر ہائے کربلا
گلزار فاطمہ کو خزاں صاف کر گئی
کیا آل مصطفےٰ پہ مصیبت گذر گئی

۱۱۰

لکھا ہے صبح قتل امام زمن کا حال
بیدار تا سحر رہے آقائے خوش خصال
آخر ہوئی جو رات بصد کاہش و ملال
تشنہ کو فریضۂ سحری کا ہوا خیال
خیموں میں واں بلند صدائے فغاں ہوئی
یاں لشکر امام امم میں اذاں ہوئی

۱۱۱

تکبیر کی صدا سے ہوا قلب بے قرار
بھر کر اک آہ سرد ہوئے آپ اشکبار
اکبر سے مڑ کے کہنے لگے شاہ نامدار
آؤ نماز پڑھ لو مریجاں پدر نثار
بہتر وہ ہے جو مرضی رب قدیر ہو
شاید یہی نماز ہماری اخیر ہو

۱۱۲

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ بولا وہ نوجواں
حاضر ہوا غلام چلیں قبلۂ زماں
عمامہ فرق پاک پہ رکھا بہ عز و شاں
بند قبا کو باندھ کے نکلے شہ زماں
صف باندھ کر سلام کو غازی کھڑے ہوئے
آئے امام عصر نمازی کھڑے ہوئے

۱۳

سجادے پہ جو آئے شہِ گردوں جناب
غازی کی مصلّے سے صفِ مقتدی بڑھا آفتاب
وہ حسن اور وہ نور رخِ ابن بوتراب
قبلِ سحر عیاں ہوئے آثارِ آفتاب
طبقہ زمیں کا عکس سے سیارا چمک گیا
میدانِ کربلا کا ستارا چمک گیا

۱۴

کی اکبرِ جری نے اقامت شروع جب
ترتیب صف کو دینے لگے آ کے اٹھ کے سب
نیت بندھی کہ کھلا درِ فیض و عطائے رب
پڑھنے لگے نماز شہنشاہِ تشنہ لب
تحیت بجا کے وہ سبطِ رسولِ انام کے
قرباں نمازیوں کے تصدق امام کے

۱۵

مصروف تھے نماز میں یاں قبلۂ انام
واں قتلِ شہ کا ہوتا تھا اعدا میں انتظام
یاں طاعتِ خدا میں جماعت کو تھا قیام
آمادہ تھے جفا پہ صفیں واں سب اہلِ شام
آواز آ رہی تھی زمیں سے زہرا کے بین کی
تیاریاں تھیں صبح سے قتلِ حسین کی

۱۶

شکلِ کماں رکوع میں خم تھے گرفتہ تیر
جائے حذر تھا کماں اور ہیں یہ وہ شستِ فلک تیر
جلدی کا جو ہو قتل ہوں تباہ ادھر سے تیر
تھا سجدہ اخیر کہ آئے ادھر ادھر سے تیر
آئے سب ادھر ادھر سے تیر اس طرح
پروانے آ کے شمع پہ گرتے ہیں جس طرح

۱۷

ڈھالیں اُٹھا کے ہاتھوں میں سب جاں نثار شاہ
گرد آ گئے امام امم کے بعزّ و جاہ
بیجا سے لشکر کے جو اُٹھے شاہ دیں پناہ
کی پھر حبیب و علمدار پر نگاہ
کیونکر نہ کرتے صبر کہ صابر کے ساتھ تھے
خاموش ادب سے گو تھے پہ قبضوں پہ ہاتھ تھے

۱۸

بولے ادب سے حضرت عباسؑ ذی شعور
خاطی ہیں کفر پیشہ ہیں یہ بے ایمان زور
چاہا تھا بندگیٔ خدا میں پڑے فتور
ان کو سزائے بے ادبی دیجیے ضرور
مل جائے غرور خاک میں ہر ناسزا ملے
سادات کے ستانے کا کچھ تو مزا ملے

۱۹

بولے حبیب دل کی تمنا یہی تو ہے
ارمان ہم غلاموں کا آقا یہی تو ہے
لیں جان دے کے جس کو وہ سودا یہی تو ہے
دردِ جگر کا اپنے مداوا یہی تو ہے
مدت سے دل میں جو ہے وہ ظاہر اُمنگ ہو
ہم خود خدا سے چاہتے تھے کہ جنگ ہو

۲۰

فرمایا شاہ نے کہ ہے وہ وقت بھی قریں
اب حسرتیں بر آنے میں تاخیر کچھ نہیں
حاضر تھا در پہ سے جو سمند قمر جبیں
پڑھ کر دعا سوار ہوئے بادشاہ دیں
زینت فزائے زیں جو امام امم ہوئے
اسوار راہواروں پہ سب ذی حشم ہوئے

۳۱

تن کو ایک دن میں نشہ نادار آئے
یوں آئے جیسے طرح سے گلشن بہار آئے
یا آگ کی طرف غضب کردگار آئے
حکم عذاب یا طرف اہل نار آئے
یوں آئے جیسے فوج پہ نامِ جبر دار آئے
جس طرح حباب پہ تیرہ قرار آئے

۳۲

بیٹھے قریب ونی جو شاہ فلک رکاب
گھوڑے کی آگ اور کی دل ادر کیا خطاب
ہے کس طرف نہال لب سیر دھید حجاب
دنیا میں ہے حکم عدل خاندان خراب
ارمان ناز دل کے دلوں سے نکل گئے
اب وہ دیکھا ہے تیر تو پیاسوں پہ چل گئے

۳۳

اردو سے شفیق ہے وہ نا اہل و بیوفا
ناحق علی یہیں پہ اس سے تو بیزار مصطفیٰ
ایسا خدا کو بھول گیا ابن جفا
دل میں یہ نار کا بھی نہ مطلق ادب کیا
والا گھار خدا بندگی سے بے نیاز ہیں
کافر نے تیر پیاسوں کو مارے نماز میں

۳۴

نقشا کھلا ہے کمان سے تیر جفا یہ کلام
تیر آیا نہ سامنے وہ دشمن امام
کی حجت اللہ نے حجت بھی جب وہ تمام
بجلی کی طرح پیاسوں پہ آئی سیاہ شام
تیر آیا جو غیظ سے شیر و پیکے تیر یہ گئے
ابرو پہ بل ہر ایک دلاور کے پڑ گئے

۲۲۵

ہے منتظرِ اجابت شب سے وہ نیک انجام
شیخین قول اول سے ابتدا خفی فن نام
ہے جمیں سے کہاں تھا صبر ابو فتح بھی را ترتیب
کبیرہ رضا او ہر سے ابو طاہر سے منہج ترتیب
تن سے تھا کہ لو ہے کی دیوار ترتیب
بیگانہ سر سے پیا لوار ترتیب

۲۲۶

امداد سے دنیا سے رفیقانِ شاہِ دیں
دم بھر بھی الامداد سے ابن علی جوان سے نہیں
کرتے تھے جب صفت تیر سے تکبیر سے فرسِ بیں
آئی نہ آسمان سے آواز
یعنی نشیں دعا بدل ثنا و دیں تھے
بار صبر ایام زبان وا و دیں تھے

۲۲۷

یہ وقت تھا قتل اپنی سے حبیب کوئی باوفا
خود اپنا اٹھا کے لاشہ سلطان کربلا
کہتے تھے دیکھو یہ لعبد آئے
بیکس کا خوب ساتھ دیا واہ واہ حبیب
اب تم بھی بار سے ہو آئے حسین سے
فاتحہ جب بتا سے سو گئے ناحق حسین سے

۲۲۸

حبیب رفیق ہوا کہ سب اداس اپنی جناں
ہیں گئے کہ عزت شہنشاہ انس و جان
اس وقت تھی یہ حالت مولا سے دو جہاں
تھا غم سے ... ایسا دل تھا بیان
پیچھے ہو داغ اٹھاتے ہیں ... نکلنا سے
فریاد کرتے ہیں ... تھام

۲۹

ٹکڑے ہوئے جو تیغوں سے مسلم کے نونہال
حضرت کو ان یتیموں کا صدمہ ہوا کمال
لاشے جب ان کے خیمے میں لائے بصد ملال
ناموس شاہ دیں کا ہوا غم سے غیر حال
ٹکڑے جگر کے ہو گئے خواہر کے بین سے
اس وقت کا قلق کوئی پوچھے حسین سے

۳۰

ماتم میں تھے یتیموں کے یاں شاہ کربلا
واں رن میں قتل ہو گئے زینب کے دلربا
پرسا بھی بھانجوں کا بہن کو دیا نہ تھا
جو بھائی کا بھی تازہ چمن رن میں لٹ گیا
اب نور عین چھٹ گئے بیکس حسین سے
پاتا تھا چین مادر قاسم کے بین سے

۳۱

بیٹھے ہوئے تھے خاک پہ شاہ فلک مقام
جوڑے کھڑے تھے ہاتھوں کو عباس نیک نام
طبل وغا بجانے لگی پھر جو فوج شام
قدموں پہ گر کے بولے کہ اے شاہ خاص و عام
صدمہ سے بھانجوں کے کلیجہ فگار ہے
اب زندگی غلام کو بھی ناگوار ہے

۳۲

بولے حسین جان برادر یہ کیا کہا
سینے میں ہل گیا دل مضطر یہ کیا کہا
غم کا جگر پہ چل گیا خنجر یہ کیا کہا
کچھ غور تو کرو مرے صفدر یہ کیا کہا
کس طرح داغ ہجر کا دل پر سہینگے ہم
کیوں بھائی تم سے چھوٹ کے زندہ رہینگے ہم

۳۳

کی عرض ہے حضور کا ارشاد سب بجا
شفقت پدر کی طرح سے مجھ پر رہی سدا
دم بھر کبھی رہا نہیں قدموں سے میں جدا
لیکن یہ وقت اور ہے یا شاہِ کربلا
ہر امر خوب و زشت کو پہچانتے ہیں آپ
ہے مقتضائے وقت یہی جانتے ہیں آپ

۳۴

ہے آرزو کہ ہو مجھے حاصل یہ افتخار
دنیا میں سب کہیں مجھے حضرت کا جاں نثار
مر کر ہوں نہ علی و پیمبر سے شرمسار
رکھیں مجھے بھی دوست جو ہیں شہ کے دوستدار
فخر اُنکا مقتدائے جہاں جنکے ساتھ ہو
دم نکلے جب تو آپ کے دامن پہ ہاتھ ہو

۳۵

حق نے کیا ہے آپ کو کل خلق کا امام
مشکل کشا ہے دہر بہ ہر کار خاص و عام
آقا ہے دو جہاں میں حضور اور سب غلام
مرنا ہمارا فرض ہے صبر آپ کا ہے کام
عزت طلب ہے جو اُسے مرنا ضرور ہے
عہدہ ہے جسکا جو اُسے کرنا ضرور ہے

۳۶

رخصت پہ میں مصر ہوں یہ ہرگز نہیں مجال
پر کیا کروں میں عرض جو اب دم ہے دلکا حال
بچے ہوئے شہید قلق اسکا ہے کمال
امید ہے کہ ہوگا نہ رد اب مرا سوال
اکبر پہ ہوں نثار یہ ہے آرزو مری
سقا ہوں اگر تو بڑھے آبرو مری

سنا کر دلیر نے سخن حبیب یعنی امام لاکلام
دل میں یہ کہا کہ آلۂ حق ہے یہ تقریر بولے یہ شہ امام
ہاتھوں سے دل کو پکڑ کے بیٹا اے میرے لالہ فام
بیتاب ہے جان مرا گلا کاٹ دو اب کیوں ان میں
عجب بکھیڑا ہے کہ گھڑی کے آئے ہیں یہ ہم بھی جہان میں
مہمان کچھ گھڑی

تسلیم کر کے شہ کو وہ صید عجب سر وار جنگ بار
کی عرض اس عنایت و شفقت کے پیش نثار
یہ آرزو تھی مر ادا ہوا فضل سے ہوگا
اب بس فراز ہو گیا یہ عبد جاں نثار
ہے انتظار و حسرت شاہ مدینہ سکینہ کو
دیکھوں اول جا کے ایک نظر بھی سکینہ کو

یہ کہہ کے آئے خیمہ میں عباس عرش جاہ
حسرت سے کی نظر طرف اہلبیت شاہ
کی ایک بیاس بھرے جو روئے علمدار بے نگاہ
پھیلا کے ہاتھ دوڑی سکینہ باشک و آہ
لوگوں دامن میں کانپتی ہیں سوکھی زبان ہے
اتنی تو پیاری کی پیاس سے ہونٹوں پہ جان ہے

فرمایا بس ابھی جاتے ہیں مشک لاؤ
دریا سے ناصبوں کو ہٹاتے ہیں مشک لاؤ
خون ان میں دشمنوں کا بہاتے ہیں مشک لاؤ
پانی تمہارے لیے لاتے ہیں مشک لاؤ
دریا پہ جو گیا ہے کوئی یہ امر مشکل ہے
پانی بھی لینے دے کس کی مجال ہے

۴۱

کچھ دل کو تقویت سی ہوئی سُن کے یہ کلام
جلدی سے مشک دوڑ کے لائی وہ لالہ فام
باندھی علم میں مشک سکینہ با اہتمام
رخصت ہوئی حرم سے علمدار نیک نام
نشترِ غمِ فراق کا ہر دل میں گڑ گیا
باہر چلے تو خیمہ میں کہرام پڑ گیا

۴۲

دوڑی یہ کہتی زوجۂ عباسِ باوفا
ارشاد اس کنیز کے حق میں نہ کچھ کیا
غربت میں تم سے چھوٹ کے صبر کروں گی کیا
بچہ بھی ساتھ اور یہ سفر وا مصیبتا !
جاتے ہو سونپ کر کسے ان گلعذاروں کو
جنگل میں چھین لے نہ کوئی بے یاروں کو

۴۳

کہنے لگے ٹھہر کے علمدار خوش خصال
بیکار ہے ابھی سے یہ رنج اور یہ ملال
جو شاہ دیں کے بچوں کا غربت میں ہو گا حال
پیش آئیگا تمہیں بھی وہی کر لو یہ خیال
حافظ کوئی ہے اور نہ کسی کے سپرد ہیں
پیدا کیا ہے جس نے اسی کے سپرد ہیں

۴۴

کہتے تو یہ کہا یہ ہوا غم سے دل کباب
اشکوں کو پونچھتے نکل آئے با اضطراب
بہرِ وداعِ شاہ کے پاس آئے پھر شتاب
روئے لپٹ کے بھائی سے شاہِ فلک جناب
اشکوں کے ساتھ خونِ دل آنکھوں سے بہہ گیا
نالہ ہر اک جگر میں سناں بن کے رہ گیا

۴۵

آخر ہوئے وداعِ علمدارِ نامدار
اک آہ سرد بھر کے بڑھے سوئے راہوار
رکھا قدم رکاب میں با شوکت و وقار
وہ روح و جانِ صاحبِ دلدل ہوا سوار
اک مہر تھا کہ آ گیا اکبار اوج پر
ڈالی یہیں سے تند نظر تن کے فوج پر

۴۶

بیٹھا درست ہو کے جو زیں پر وہ مہ لقا
بن ٹھن کے پاؤں رکھنے لگا اسپ خوش ادا
رکھتا ہے یوں اٹھا کے قدم کو وہ بادپا
جنبش نہیں ہے جسم کو راکب کے اک ذرا
جوشر و ہے پنا سے خوب فراست شعار ہے
عباس سے سوار کا یہ راہوار ہے

۴۷

عالم میں اس فرس کا نہیں مثل اور نظیر
گردوں جو ماہ نو ہے تو ماتھا مہ منیر
مخمل ہیں اُس کے رونگٹے جلد اس کی ہے حریر
اُڑنے میں طیر ہے تو روانی میں ہے یہ تیر
مائل ہو سوئے اوج اگر تو شہباز ہے
عالم کے راہواروں میں گردن فراز ہے

۴۸

ایسے حسین فرس تو نہ دیکھے نہ سنے
دیکھے سے جوش ہو دو تو دشمن جلے بھنے
رفتار وہ کہ عشق میں ہیں تیز سے صبا بنے
لیلیٰ سیاہ پوش ہو فرہاد سر دھنے
مجنوں کو وہ جنوں ہو کہ جنگلی و دوانہ ہو
شیریں کو شغل کوہکنی کے سوا نہ ہو

۳۴۹

گردن میں خم وہ ہے جسے ابرو نہ پا سکیں
بل پیچ یوں کا جوڑ کے گیسو نہ پا سکیں
وہ رم کہ جس کی چھاؤں بھی آہو نہ پا سکیں
قوت وہ جس پہ دیو بھی قابو نہ پا سکیں
ہے وہ اسد کہ ضیغم نر بھی شکار ہے
آنکھیں ہیں لال لال جلال آشکار ہے

۳۵۰

یکتا حسن میں ہے یہ اسپ وفا شیم
مکھڑا قمر کا ہے تو ہے چال بھی ستم
پر جوش و تیز ہوش و سمن گوش و دور دم
چالاک وہ کہ سست بھی ڈالے اگر قدم
بجلی ہے جب بھی مہر و قمر کی نگاہ میں
رہ جائے سایہ ٹھوکریں کھا کھا کے راہ میں

۳۵۱

جاتا ہے یوں سمند ہوا جائے جس طرح
بیکس کی سوئے عرش دعا جائے جس طرح
دل سے نکل کے آہ رسا جائے جس طرح
نکہت کو لیکے باد صبا جائے جس طرح
جادو میں مست تھا کہ چمن سے نکل گیا
جھونکا ہوا کا اک تھا کہ سن سے نکل گیا

۳۵۲

پھرتی میں لاجواب ہے یہ اسپ تیز تگ
مڑنے میں خوب ہے حلقۂ خاتم سوار تنگ
بحر وفا کی موج ہے تن کی ہر ایک رگ
پیچی ہے بیا بدن سے تو ٹوٹ کر کہاں الگ
جاندار وہ کہ جس کا معرف زمانہ ہے
بند قبا کا عکس اسے تازیانہ ہے

۴۵۳

ہاں خانہ زادِ شاہِ دو عالم ہے اے امداد
دربار سے جس کے [illegible] وہ فیض ہے اے امداد
عالم میں اس طرح کا [illegible] کم ہے اے امداد
حق دیکھا [illegible] نگاہ سے [illegible] ہے اے امداد
البدا سے جس کا [illegible] ناظر [illegible] آگیا [illegible] ہوگیا

۴۵۴

کیا کوئی وصف [illegible] دو کی کو زباں لائے
آغاز [illegible] سوز [illegible] اٹھائے
طے [illegible] راہ عشق [illegible] ہستی کا آئے
[illegible] کام [illegible] جب [illegible] طاقت [illegible] جائے
بالا دو کی میں [illegible] ناظر [illegible]
چھپا جائے

۴۵۵

ظاہر ہے حسین ہے اور [illegible] تخصیص کا ہے
کیا باب درد کی [illegible] کبھی آ [illegible] حال ہے
باہم [illegible] جمع [illegible] کمال ہے
راحت [illegible] خیال ہے
چھپا [illegible] زمین پہ

۴۵۶

سب نشان سے صفو [illegible] لیتے جاتے ہیں
[illegible] نشان جب [illegible] کھلا [illegible] جاتے ہیں
کھلتا ہے حال دل میں [illegible] جاتے ہیں
[illegible] جاتے ہیں [illegible] نشان ہے
[illegible] گمان ہے

۵۷

پہنچا جو پیشِ اسداللہ کا ہِزبر
ہیبت سے تھرتھرانے لگا بُت پرست گبر
دو اک قدم جو اور بڑھا گونج کر وہ ببر
پیچھے شغال ڈر کے ہٹی فوج مثلِ ابر
ان سے آنکھ لڑتے ہی تیور بدل گئے
پیچھے قدم سرک کے جگہ بردار ہل گئے

۵۸

تن کر یہ دی صدا کہ مناسب ہو گر تو آؤ
جب پھینکتے تھے اب ہمیں ناوک ذرا لگاؤ
شمر شقی کو بھیجو بن سعد کو بلاؤ
قد تو بڑے بڑے ہیں ذرا جرأتیں دکھاؤ
جم کر کھڑے ہو لطف ہو تیغ آزمائی کا
جب ہٹ گئے قدم تو مزا کیا لڑائی کا

۵۹

کاری چلے دلوں پہ جو تیغِ زباں کے وار
سب بالکل بپا ہوئے سرنگاں سوار
عاجز جو تھے جواب سے بانی ہیں مردہ کار
ہٹ ہٹ کے پھینکنے لگے ناوک ستم شعار
طیش آیا تیغ صاعقہ کردار کھینچ لی
تیوری چڑھا کے میان سے تلوار کھینچ لی

۶۰

یا بوتراب کہہ کے چلا فوج پر دلیر
حملے صفوں پہ کرنے لگا شیرِ حق کا شیر
تلوار چمکی ہونے لگے زخمیوں کے ڈھیر
بولی یہ بجلیوں سے قضا کچھ نہیں ہے دیر
اب سر اٹھائے کوئی یہ بیجا خیال ہے
اس سے سوا اٹھنے کی فرصت محال ہے

۶۱

گہ کاٹ کے ہاتھ گاہ قلم شانہ کر دیا
ٹکڑے کیا ہر ایک جوشن و دستانہ کر دیا
جتنے تھے دیو مست انھیں دیوانہ کر دیا
روحوں کو شمع موت کا پروانہ کر دیا
دب دب کے اہلِ ظلم و ستم نکلے جاتے ہیں
تلوار دیکھ دیکھ کے دم نکلے جاتے ہیں

۶۲

کیا دخل ہاتھ جائے جو وہ بدشیم تھمیں
ممکن نہیں کہ بانیِ ظلم و ستم تھمیں
لرزہ ہو دست و پا میں تو کیونکر علم تھمیں
روکیں اگر یہ ہاتھ تو تا پد قدم تھمیں
یہ دو نکی کیا بساط دلیروں کے سامنے
روباہ ٹکتے ہیں کہیں شیروں کے سامنے

۶۳

پٹتے ہیں غار لاشوں کے پل ہٹتے جاتے ہیں
ہنگامے ہٹتے جاتے ہیں غل ہوتے جاتے ہیں
بے سر سپاہ فوج کے کل ہٹتے جاتے ہیں
جتنے چراغِ زیست ہیں گل ہٹتے جاتے ہیں
کوئی جگہ سوائے سقر سوجھتی نہیں
اندھیر ہے کہ راہِ مفر سوجھتی نہیں

۶۴

مثلِ شرر ہیں خوف سے اشرار بے قرار
مضطر پیادے ہیں تو سبھی سوار بے قرار
دل سب کے پاؤں میں ہیں جسم گرانبار بے قرار
ہے کوہ و زمین وادیِ پیکار بے قرار
لرزہ ہے جو تو ہر ایک جگر آب ہو گیا
مقتل تمام معدنِ سیماب ہو گیا

٦٥

آئے سوار سامنے جب سر اڑا دیے
پیدل بڑھے تو پاؤں سراسر اڑا دیے
ہوش سرانِ فوجِ ستمگر اڑا دیے
ٹکڑے تن آوروں کے برابر اڑا دیے
ہوتا تھا دو ہر ایک تنِ بسمل اس طرح
ماہی کو رکھ کے کرتے ہیں دو رنگ جس طرح

٦٦

کیوں بار ہو نہ اب تنِ ہر اہلِ شر پہ سر
سر پر اجل ہے گردنِ ہر فتنہ گر پہ سر
سرکردہ جو ہیں اُن کے چڑھے ہیں نظر پہ سر
ہیں تن پہ تن پٹے ہوئے ہر سمت سر پہ سر
سرمہ ہیں استخوانِ بدن سب فشار سے
دب کر زمیں بھی رہ گئی کشتوں کے بار سے

٦٧

آیا ہوا ہے بازوئے شبیر کو جلال
اُلٹے ہیں آستین پر اسد کی مثال
جب غیظ میں دبتا ہے گھوڑا یہ خوش خصال
ہو جاتی ہیں صفیں کی صفیں رن میں پائمال
کرتا ہے پل تو گو وہیں روند روند کے
تھمتا ہے مثل برق کبھی کوند کوند کے

٦٨

تلوار ہے کہ قہر خدائے علیم ہے
بجلی کا قلب اس کی چمک سے دو نیم ہے
فولاد ہے ضیا میں مگر خام سیم ہے
جثہ بہت نہیں ہے پہ ہیبت عظیم ہے
محبوب وش نہ کیوں ہو کہ قد پیارا پیارا ہے
اس کی چمک نہیں ہے قضا کا اشارہ ہے

۲۶۹

عاجز ہیں سب وہ آفتِ دوراں ہے تیغ کی
ہے زینتِ جمیع ہے شمشیر زرافشاں ہے تیغ ہے
نقاد جرأت ہلاک ہے صفاہاں یہ تیغ ہے
جاری ہے خون کا سیل وہ طوفاں ہے تیغ کی
موتی کی طرح آب ہیں اپنے یہ غرق ہے
جوہر ہے تو نیا وہ ہے جانِ جگر کو زیرِ ق ہے

۲۷۰

کھا جاؤ دُور آوارگی جا بجا ہے حسن کا کمال
دیکھا ہے تو دل میں ہیا منفعل ہے جس کا حال
جاتا ہے بادہ غرہ پس کیا آخر ہوا یہ حال
غیبت سے کیا ہے جوش کا خواہاں ہے آفتاب
شب رنگی سے ... ساں ہے آفتاب
دیکھے ہلال سر کو گریباں سے آفتاب

۲۷۱

تلوار ہے کہ نصرت و اقبال کا نشان
فتح و ظفر اسی کے ہے جلوے سے شادمان
چمک ہے کہ برق لا الہی کی ہے گرد ان کہکشاں
پانی ہے سب ابر جو ہر یہی ہے شوخی قیاں
پیتی کی ہمت تیغ پر ہی ہے نشان ہے
جوہر بہشت اتری ہے یا آسمان ہے

۲۷۲

تیغ علی کی صاف تجلی ہے آشکار ہے
کیسی طرح اس کی تابش آشکار ہے
جوہر ہیں جو بہ صورت پیغام آشکار ہے
کندن ہا جوہر ہے کس کہ ہے سامنے آئینہ و زرکر ہیں
معشوق سے جو پاس ہو طوقِ گلو کریں

۷۵۳

خود گو زمیں پر ہے مگر ضو فلک پہ ہے
سایہ ہے اسکا یا کہ مہِ نو فلک پہ ہے
مانند شعلہ تیغ کا پرتو فلک پہ ہے
روشن ہے یاں چراغ ظفر لو فلک پہ ہے
حال آئینہ ہے عکس کا سارے جہان پر
جلوہ ہے اسکے دم کا زمین آسمان پر

۷۵۴

یہ تیغ ہے نہالِ گلستانِ عزّ و جاہ
دہ چند اسکی شان سے ہے شانِ عزّ و جاہ
پر روحِ عزّ و جاہ ہے یہ جانِ عزّ و جاہ
سرسبز اس سے ہے چمنستانِ عزّ و جاہ
لالے کی طرح جسم بکل لال لال ہے
سینچا ہے جسکو خوں سے یہ وہ نونہال ہے

۷۵۵

عباس شیرِ حق کی جلالت دکھاتے ہیں
ضیغم کو تپ چڑھے وہ ہیبت دکھاتے ہیں
رستم کا شق جگر ہو یہ وہ قوت دکھاتے ہیں
دستِ خدا کے ہاتھ کی طاقت دکھاتے ہیں
کیونکر نہ ہو کہ شیر یہ فضلِ خدا سے ہیں
اتنا مگر ہے فرق کہ دو دن کے پیاسے ہیں

۷۵۶

جھنجھلا کے جس پہ سے یہ شیرِ ژیاں گرا
ہر اک سوار توسنِ عمرِ رواں گرا
بھالے کے پھل زمیں پہ کوئی پہلواں گرا
کٹ کر جو یاں تو سر تنِ نحس واں گرا
پھر کیا ہے یہ اگر غضبِ کبریا نہیں
ایسا تو تفرقہ کبھی دیکھا سنا نہیں

۴۷۷

حملے کیے جو شیر نے سناں سے بے شمار
یکبار منتشر ہو گیا میداں میں انتشار
بھاگے تو موڑ موڑ کے باگیں چلے سوار
پھر سر پہ پاؤں رکھ کے پیادے ہوئے فرار
بھاگا گیا نہ جن سے وہ دم توڑنے لگا
بسمل تڑپ تڑپ کے جگہ چھوڑنے لگا

۴۷۸

عباس نامدار کی اللہ رے جدال
جرأت بڑھی ہوئی ہے تو ہے ولولہ کمال
ہیں تیوریاں چڑھی ہوئی آنکھیں ہیں لال لال
اُلٹے ہے آستین وصف در بصد جلال
روباہوں نے جو ٹوک دیا ہے دلیر کو
غیظ آگیا ہے شیر الٰہی کے شیر کو

۴۷۹

ٹکڑے اڑا دیے ہیں ہر اک بد شعار کے
پلٹے ہوئے ہیں رخ سپہ نابکار کے
گرتے ہیں تیر ڈھونڈھتے ہیں رستے فرار کے
ہیں اختیار میں دل بے اختیار کے
رخ ہیں صف جدال سے بیکل ہوئے ہوئے
ہیں رنگ شکل خار و خسی اڑے ہوئے

۴۸۰

جس وقت اُٹھ گئے قدمِ لشکرِ گراں
کہنے لگے یہ دل میں علمدار نوجواں
نامرد ہیں سپاہ یزیدی کے پہلواں
تدبیر روکنے کی نکالی یہ ناگہاں
میداں کی طرف سے پلٹنے لگا جری
گھوڑے کی باگ پھیر کے مڑنے لگا جری

۱۸۱

سینے و دل میں تیغ چھپی وہ نا فہم نیزہ کار
تا آ کیا سبب جنگ کے عاجز ہے دل فگار
میداں سے دور بیٹھ گیا اچھا جب وہ نامدار
ٹھہرے قدم لیا صف صف روباہ نے قرار
قسمت بگاڑ دی تھی جو بد صفات کی
ہمت یہ ہے شغال کی ضیغم سے گھات کی

۱۸۲

تھما تھا فوج کا کہ یہ غازی پلٹ پڑا
جانِ دلِ امام جہاں بازی پلٹ پڑا
جتنی عدو کی صفوں پہ تازی پلٹ پڑا
تیر آ گیا وہ فوج پہ غازی عدو کے میداں کی راہ میں
لاشوں کے ڈھیر لگ گئے دم رزمگاہ میں
تلوار پھر اٹھی

۱۸۳

آخر نہ بن پڑی کوئی تدبیر جز فرار
بھاگے تمام شیر سے ڈر کر بہر سوار
ان کی زمیں پہ پڑ گئی بھر ان اٹھا غبار
بھاگو بچاؤ جان یہ تھی سب کی پکار
وہ بات تھی نہ غیظ کی آنکھوں سے تھی نہ تھاہ کی
میداں سے مثل گرد سوار دل نے راہ لی

۱۸۴

کھانا تھا شکست بھاگ کے جب وہ اشقیا
گھوڑا اٹھا کے بڑھ کے گرد عباس باوفا
آواز دی کہ او پسر سعد بے حیا
دیکھا مزہ لڑائی کا اب بھی جھجک بتا
بس تھا اسی سپاہ پہ ہمت کا مال تھا
اٹے ہیں بھاگ بھاگ کے تف ایں جواں ہے

۸۵

پیاپے کہ جان و دل پہ الغضب
ٹھہرا رہا تھا جسم نمودار تھا غضب
دو دن کی پیاس میں جو لڑا وہ تشنہ لب
بڑھنے سے تشنگی کے ہوا اور بھی تعب
آنکھوں کے آگے ایک اندھیرا سا چھا گیا
ٹھنڈی ہوا لگی تو بدن سنسنا گیا

۸۶

گھوڑے پہ جھومنے لگے عباس نامور
چلایا فوج کو پسر سعد بد گہر
ہاں جنگ سے فتح ہو گئی یلغو بس اب ادھر
گرتا ہے لو زمیں پہ یداللہ کا پسر
تیروں سے چھان دو جو ستم تشنہ کام کو
جلدی مٹا دو حیدر صفدر کے نام کو

۸۷

تاکید ابن سعد سے پھر آئی بے پناہ
برسے خدنگ جسم مبارک پہ آہ آہ
کھائے جو تیر اور بھی حالت ہوئی تباہ
گھوڑے سے تھرتھرا کے زمیں پر گرا وہ ماہ
جرأت تھی پر غش آنے سے مجبور ہو گئے
تیغوں سے استخوان بدن چور ہو گئے

۸۸

طبل ظفر سپاہ عدو نے ادھر بجائے
لاشے پہ بیٹھے ہوئے سرہانے حسین آئے
بازو کٹے کے شانہ کا جو اکبر قریب لائے
دیکھا پڑے ہیں خاک پہ سب تن میں ہیں بنائے
کھینچے ہیں ہاتھ پاؤں تو بے چین ہوتے ہیں
تنہا مثال شیر ترائی میں سوتے ہیں

۸۹

یکبار کی جو روئے علمدار پر نظر
بس ہائے بھائی کہہ کے گرے ایک خاک پر
دامن سے پونچھنے لگے خوں دلکو تھام کر
رکھا اٹھا کے زانوئے اقدس پہ زخمی سر
شق ہو گیا قلق سے جگر پیٹنے لگے
دیکھا جو سر کا حال تو سر پیٹنے لگے

۹۰

بیتاب ہو کے بولے کہ اے میرے خوش خصال
کیسی وہ ضرب تھی یہ کیا جس نے سر کا حال
بابا کے سر کا آ گیا اس دم مجھے خیال
یہ ہی ہوا تھا ان کا بھی دنیا سے انتقال
انصاف کا مقام ہے اور جائے غور ہے
شمشیر کی وہ ضرب تھی یہ ضرب اور ہے

۹۱

اُس جانکنی میں سن کے صدائے شہِ انام
کی چشمِ نیم وا سے نظر جانبِ امام
بولا گیا نہ کچھ کہ نہ تھی طاقتِ کلام
حسرت سے کی نظر طرفِ شاہِ خاص و عام
خنجر فراق کا دلِ سرور پہ چل گیا
بھائی کو دیکھتے رہے اور دم نکل گیا

سلام

منکسر ہوں عیب کچھ طبعِ ہنرور میں نہیں
جس کو کہتے ہیں تکبر وہ مرے سر میں نہیں

دامنِ آلِ عبا نے ڈھانپے ہم سب کے گناہ
ورنہ یہ وسعت کبھی دامانِ محشر میں نہیں

حشر میں داغِ غمِ شہ دیکھکر ہوگا یہ غُل
اس قیامت کی چمک خورشیدِ محشر میں نہیں

جس سے ہے نشو و نما محتاج اُسیکا ہی حباب
آب میں ساغر ہے لیکن آب ساغر میں نہیں

دوستدارِ آلِ احمد سے یہ کہتی ہے لحد
دونگی میں وہ چین جو آغوشِ مادر میں نہیں

خود وہ پہنچاتا ہے کچھ انساں کرے تو دل میں صبر
دیکھئے کیڑہ بھی تو بے رزق پتھر میں نہیں

کور ہے بیشک وہ دل جسمیں نہیں یادِ خدا
پھر اندھیرا کیوں نہ ہو جب روشنی گھر میں نہیں

قبر کہتی ہے کہ او غافل یہاں راحت نہ ڈھونڈھ
میری گودی میں ہے تو آغوشِ مادر میں نہیں

پائی وہ دولت وِلا کی عالمِ ذر میں عروج
جو کفِ قاروں میں اور دستِ سکندر میں نہیں

۱

منتخب عالمِ ایجاد میں ہے کام مرا
مشغلہ مدحِ علی ہے سحر و شام مرا
چار سو خلق میں اس مدح سے ہے نام مرا
پاؤں گا خلدِ بریں ہو گا یہ انجام مرا
ہو گی جب بند آنکھ تو گلزارِ ارم دیکھوں گا
مر کے فرزندِ پیمبر کے قدم دیکھوں گا

۲

مجھ سے ناچیز کا دیکھو تو ذرا عز و وقار
خادمانِ شہِ والا میں ہے میرا بھی شمار
مجھ کو مطلب نہیں کچھ کوئی اگر ہو زردار
ابنِ زہرا کی غلامی سے مجھے ہے سروکار
خادمِ خاص امامِ مدنی ہوں میں تو
درِ حیدر کی گدائی سے غنی ہوں میں تو

۳

رحمتِ خالقِ اکبر سے یہ رتبہ پایا
ذاکرِ سبطِ رسول دوسرا کہلایا
مرتبہ مجھ کو یہ آقا نے عطا فرمایا
چترِ زریں مرے سر پہ ہے علم کا سایا
فخر ہو اپنے مقدر پہ نہ کیوں کر مجھ کو
تختِ شاہی سے زیادہ ہے یہ منبر مجھ کو

۴

کیوں کروں دولتِ دنیا کے لئے فکرِ تدبیر
ہو مبارک انہیں جو حرص و ہوا کے ہیں اسیر
دل غنی ہے مرا کہنے کو گو ہوں فقیر
خاکِ پائے شہِ دیں میرے لئے ہے اکسیر
میں نے پائی ہے سخی ابنِ سخی کی سرکار
مجھ کو کافی ہے فقط سبطِ نبی کی سرکار

۵

بس کرم ہے رحمت خلاق جہاں شامل حال
آگے ہم مجلس کے پھیلا نہ مرا دست سوال
دم بدم مجھ پہ جو ہے لطف خدائے متعال
کبھی آتا ہی نہیں دولت دنیا کا خیال
مدح سلطان زمن میں یہ شرف پایا ہے
الفت آل پیمبرؐ مرا سرمایا ہے

۶

چشم انصاف اگر ہے تو ذرا کیجے غور
ایسا دنیا میں سخی ابن سخی ہے کوئی اور
جو طلب جس نے کیا مل گیا او سکو فی الفور
ان میں ہے خاص سخائے اسد اللہ کا طور
مانتا ہے وہی ان کو جسے آگاہی ہے
ایسے آقا کی غلامی بھی شہنشاہی ہے

۷

ایزدی رحمت کیا ہے انھیں خالق نے امامؑ
نام لے انکا تو بنجاتے ہیں بگڑے ہوئے کام
خاص ہے مسند محبوب خدا ان کا مقام
انکے لہجے میں کیا حق نے محمدؐ سے کلام
ساری مخلوق کا حاکم کیا سردار کیا
اپنے گھر کا انھیں اللہ نے مختار کیا

۸

حیف کی جا ہے مگر اے فلک بے بنیاد
دور میں تیرے ہو گھر سبط نبیؐ کا برباد
طمع زر میں کریں آل محمدؐ سے عناد
باغ زہرا کا لٹے اور ہو جنگل آباد
خشک بے پانی کے سب سرو رواں ہوئے جاتے ہیں
گل جو شاداب تھے وہ صرف خزاں ہوئے جاتے ہیں

٩

کربلا اور محمدؐ کا پسر ہائے غضب
وصوپ میں لو میں پہاڑوں کا سفر ہائے غضب
خون میں ڈوبے نبیؐ کا گلِ تر ہائے غضب
ابن زہراؑ کا کٹے پیاس میں سر ہائے غضب
کوئی ہمدرد نہ ہو فاطمہؑ کے جانی کا
ایک قطرہ بھی نہ پیاسے کو ملے پانی کا

١٠

شاہ کو اُمت بد نے جو دیے رنج و ملال
شق جگر ہوتا ہے آجاتا ہے جب اُنکا خیال
کیسے گذرے ہیں زمانے میں ستم یہ تا حال
اپنے مہمان کا بھی لوٹا ہے کسی نے زر و مال
اُمتی ہو کے نبیؐ زادے سے منہ پھیر لیا
سبطِ احمدؐ کو مع اہل حرمؑ گھیر لیا

١١

پڑ گئی کیا شہِ والا پہ مصیبت افسوس
جنگ وہ لاکھوں سے وہ عالمِ غربت افسوس
ظلم سے ہاتھ اُٹھاتی نہیں اُمت افسوس
جو نبیؐ زادہ ہو اوس سے یہ عداوت افسوس
غم پہ غم یاں ہیں اور ہر فوج میں خرسندی ہے
ہر طرف لشکرِ اعدا میں کمر بندی ہے

١٢

تیرِ کیں لاتے ہیں اوس صف سے اجل کے پیغام
کر چکے ہیں شہؑ سجادہ بھی حجت کو تمام
جنگ کو جاتے ہیں یہاں سے شہؑ والا کے غلام
لڑ کے لاکھوں سے جو گرتا ہے کوئی نیک انجام
یاں سے خود تیغ بکف شاہؑ امم جاتے ہیں
لاش اک ایک کی شبیرؑ اُٹھا لاتے ہیں

۱۳

خون میں ڈوب چکے جب رفقائے سرور
تب عزیزوں نے کیا گلشنِ جنت کا سفر
یہ لڑے ایسے کہ یاد آ گئی جنگِ خیبر
چند کس تھے ادھر انبوہِ خلائق تھا ادھر
تیر سے نیزوں سے شمشیرِ جفا سے مارا
مل کے ایک ایک کو سو سو نے دغا سے مارا

۱۴

لڑکے لاکھوں ہی سے مارے گئے وہ بیکس و پیاس
ظہر تک کوئی نہ باقی رہا شبیرؑ کے پاس
گو بجز ذاتِ خدا اور کسی کی نہیں آس
پر ذرا بھی نہیں شبیر کے چہرے پہ ہراس
ہاں یہ صدمہ ہے کہ ہم چھٹ گئے دلداروں سے
کٹ گیا باغِ نبی ظلم کی تلواروں سے

۱۵

کبھی لاشوں پہ عزیزوں کے جو پڑتی ہے نگاہ
دونوں ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ لیتے ہیں شاہ
دیکھ کر بیٹے کی میت کو کبھی کرتے ہیں آہ
پیٹ کر سر کبھی کہتے ہیں کہ انا للہ
مرے بچے مر گئے تم باپ کو یاں چھوڑ گئے
علی اکبرؑ بھری پیری میں کمر توڑ گئے

۱۶

پھر یہ فرزند کی میت سے شہِ دیں نے کہا
تم تو اب جاتے ہو ہم اہلِ حرم سے بیٹا
کہہ کے یہ واں سے روانہ ہوئے شاہِ دوسرا
چل نہ سکتے تھے مگر ضعف پہ تھا حوصلے سے
آئے خیمہ میں شہِ والا پئے رخصت کے
کہیں جا بیٹھ سکے تا حرمِ عصمت آ کے

۱۷

پہنچے روتے ہوئے خیمے میں شہنشاہ زمن
غم سے چہرہ متغیر تھا جھکی تھی گردن
بی بیاں جمع ہوئیں گرد بصد رنج و محن
شہ نے فرمایا کہ اے زینب دل دادہ وطن
صبح سے رنج و غم و درد و الم پاتے ہیں
تم سے ہم رخصت آخر کے لیے آتے ہیں

۱۸

یہ سخن سنتے ہی سر پیٹ کے زینب نے کہا
چھوڑتے ہیں ہمیں یاں کس پہ امام والا
شہ نے فرمایا نہ گھبراؤ کرو صبر ذرا
حافظ و حامی و ناصر ہے غریبوں کا خدا
فائدہ کچھ نہیں کیوں نالہ و فریاد کرو
یہی بہتر ہے کہ اللہ کو اب یاد کرو

۱۹

چاہیئے ہے کہ کسی طور میں ہر آن بشر
رکھے معبود حقیقی کی عنایت پہ نظر
خوف خالق سے نہ ہو وے کبھی غافل دم بھر
سامنے اوس کے بصد عجز جھکائے رہے سر
ہر گھڑی تازہ و تر گلشن انجام کرے
حق رضامند ہو جس کام میں وہ کام کرے

۲۰

کیا کریں اس سے زیادہ ہوں جو رنج و آلام
شکر خلاق جہاں چاہیئے انسان کو مدام
دل میں ہر وقت رہے خوف خداوند انام
اوس کی رحمت ہو تو بنجاتے ہیں بگڑے ہوئے کام
سہل سب مشکلیں رب دو سرا کرتا ہے
اپنے بندوں کی مدد آپ خدا کرتا ہے

۲۱

سُن کے یہ زینبِ ناشاد نے رو رو کے کہا
بھائی ہو ذبح اور آنکھوں سے بہن دیکھے بھلا
جیسے یہ دُکھ ہوں وہ کیونکر نہ کرے آہ و بکا
میرے دل میں نہیں اب صبر کی طاقت بخدا
گھر لُٹے اور یہ آوارہ وطن صبر کرے
مر گئے پیاس میں بھائی کا بہن صبر کرے

۲۲

بولے شہ ہاں یہی قسمت میں ہے تحریر بہن
مجھ کو غربت میں یہاں لائی ہے تقدیر بہن
موت سے بچ نہیں سکتی کوئی تدبیر بہن
کسی صورت سے نہیں بچنے کا شبیر بہن
وعدہ بچپن سے ہے سر نذرِ خدا کرنے کا
ہے یہی روز امانت کے ادا کرنے کا

۲۳

کہہ کے یہ سب سے جدا ہونے لگے حضرتِ سرورؑ
بڑھ کے زینبؑ نے کہا بھائی فدا ہو خواہر
چل کے بانو سے بھی مل لیجئے مناسب ہو اگر
شدتِ غم سے بہت حال ہے اونکا ابتر
یاد میں اکبرِ مہرو کی وہ جی کھوتی ہیں
منہ کئے خیمے کے گوشے کی طرف روتی ہیں

۲۴

سُن کے یہ زینبِ مضطر سے بڑھے شاہِ ہدا
پہنچے بانو کے قریں جب تو یہ شہ نے دیکھا
بال بکھرے ہوئے ہیں غش سے ڈھلکی ہے ردا
کہتی ہیں پیٹ کے سر ہائے یہ ساماں ہوا کیا
رہ گئے دل میں جو ارمان تھے سارے بیٹا
جب مسیں بھیگیں تو دنیا سے سدھارے بیٹا

۲۵

دیکھ کر بانو نے ناشاد کو مصروفِ الم
خود بھی رونے لگے منھ پھیر کے سلطانِ اُمم
پونچھ کر جلدی سے اشکوں کو بصد حسرت و غم
بولے بانو سے کہ زینبؑ کے لئے جاتے ہیں ہم
کیا تمھیں حالِ دلِ زار سنائیں بانو
کر لو رخصت ہمیں جلدی سے تو جائیں بانو

۲۶

شکر ہے ہو گئی طے منزلِ رنج و آلام
اب کوئی آن میں ہے یہ عمرِ دو روزہ سے تمام
پاس بچھڑے ہوؤں کے پہنچیں گے ہم بھی تا شام
تم بھی کچھ دیتی ہو بانو علی اکبرؑ کو پیام
عصر تک حلق پہ پھر جائیگا خنجر بانو
منتظر ہونگے مرے خلد میں اکبرؑ بانو

۲۷

نام اکبرؑ کا لیا شہ نے تو اک حشر ہوا
مل کے سب بی بیاں کرنے لگیں فریاد و بکا
سب کو سمجھا کے شہِ دیں نے یہ زینبؑ سے کہا
اے بہن صبر کرو صبر کرو بہرِ خدا
ہے مقدر ہی میں منھ اشکوں سے دھونا زینبؑ
سر مرا تیغ سے کٹ لیگا تو رونا زینبؑ

۲۸

کہا زینبؑ نے یہ سب سچ ہے مگر اے بھیّا
کس طرح ایسی مصیبت میں کروں صبر بھلا
صبح سے لاشوں پہ رونے میں کٹا دن سارا
قتل سب ہو گئے اب کوئی حضرتؑ کے سوا
ہم غریبوں کا مددگار نہیں ہے کوئی
اک بجز عابدِ بیمار نہیں ہے کوئی

۲۹

نام بیمار سنا جب تو یہ بولے سرور
چل کے مل آئیں انھیں غش سے افاقہ ہو اگر
کہکے یہ جوشِ محبت میں چلے سوئے پسر
ساتھ بھائی کے بہن زینبِ تفتیدہ جگر
پاس بیٹے کے شہِ عرش نشین بیٹھ گئے
کرکے اک آہ جگر سے شہِ دین بیٹھ گئے

۳۰

ہاتھ پیشانی پہ رکھکر شہِ والا نے کہا
کیا حرارت ہے عنایت کرے اللہ شفا
تھام کر بازو کو دی بنتِ علیؑ نے یہ صدا
تم سے رخصت کو حسینؑ آئے ہیں اُٹھو بیٹا
پھر کہاں پاؤ گے زہرا کے پسر سے مل لو
غش سے چونکو مری جان اُٹھ کے پدر سے مل لو

۳۱

یہ صدا سنتے ہی اُٹھنے جو لگا وہ غمگین
جھک کے بیمار کی زینبؑ نے بلائیں لے لیں
کانپتے ہاتھوں سے سجاد نے تسلیمیں کیں
شہؑ نے فرمایا کہ کیسے ہو مرے ماہ جبین
اسقدر ضعف و نقاہت میں دوا چاہیئے ہے
رو کے عابد نے کہا فضل خدا چاہیئے ہے

۳۲

پھر یہ سجاد سے کہنے لگے سلطانِ انام
ہم سے جو کچھ متعلق تھا کیا ہم نے وہ کام
آج سے خالقِ اکبر نے کیا تم کو امامؑ
دھیان رکھنا مری جان بخششِ امت کا مدام
جو مصیبت ہو اُسے دل پہ اُٹھانا بیٹا
سر جھکا سکے ہوئے تم کانپ نہ جانا بیٹا

۳۳

تمکو لے جائینگے تا شام ابھی ظلم شعار
ہوگی بازو میں رسن ہاتھ میں اونٹوں کی مہار
راستہ چلنے میں پیدل جو چبھیں پاؤں میں خار
تم سوا شکر کے کچھ منہ سے نہ کہنا زنہار
راہ میں ظلم و ستم ہونگے برابر بیٹا
بی بیاں اونٹوں پہ سب ہونگی کھلے سر بیٹا

۳۴

جانیو باپ کے سر پہ نہیں چپ رہنا
فوج آجائے جو خیمو نکے قریں چپ رہنا
لوٹ لیں بی بیوں کو دشمن دیں چپ رہنا
آگ بھی گھر میں لگا دیں جو لعیں چپ رہنا
سامنے مسند محبوب خدا چھن جائے
صبر ہی کرنا جو زینب کی ردا چھن جائے

۳۵

دوسرے تم سے یہ کہنا ہے مجھے اے دلبر
چھوٹ کر قید سے جانا جو مدینے میں اگر
میری صغرا سے یہ کہدیجیو کہ اے جان پدر
تم نے لکھا تھا کہ لینے کو نہ آئے اکبر
بند رہ میں تمہیں نہ تھا کوئی مرا بس صغرا
کس طرح بھیجتا اکبر کو یہ بیکس صغرا

۳۶

چھوٹ کر تم سے بہت ہم نے سہے ظلم و ستم
گھر گئے نرغۂ اعدا میں یہاں آن کے ہم
دہم ماہ محرم کو ہوئے سب بیدم
خط تمہارا مجھے اوس وقت ملا تھا جسدم
گھاؤ چھاتی میں سنان دل میں گڑی تھی صغرا
لاش میدان میں اکبر کی پڑی تھی صغرا

۳۷

ہاں مگر یہ ہے کہ وہ خط جب ملا مجھ کو فگار
لاش اکبرؑ کے قریں بیٹھ گیا با دلِ زار
یاد تم دونوں کی آئی جو وہ الفت یکبار
بولا میت سے لپٹ کر یہ غریب و ناچار
دھیان شادی کا جو تھا نیگ لگا بھیجا ہے
اٹھو اکبرؑ تمہیں صغراؑ نے بلا بھیجا ہے

۳۸

اور ابھی تم سے یہ کہنا ہے مجھے اے گلفام
دو بہنوں سے مرے کہہ دیجیو یہ بعدِ سلام
گو کہ تھا پیاس کے صدمے سے مرا کام تمام
تم کو بھولا نہیں لیکن یہ غریب و ناکام
جام تم بھی جو دمِ تشنہ دہانی پینا
یاد کر لینا مری پیاس جو پانی پینا

۳۹

کہہ رہے تھے ابھی فرزند سے یہ شاہِ ہدیٰ
آئی جو کان میں حضرتؑ کے یہ جانکاہ صدا
گھر میں کس واسطے خاموش ہیں شاہِ والا
آ کے لڑنے کو میدان میں اب دیر ہے کیا
فتح ہو جنگ کہیں خلعت و انعام ملے
ہوویں قتل آپ تو ہو لیں کہ آرام ملے

۴۰

یہ تو ظاہر ہے کہ یاور نہیں باقی کوئی
اب دعا کرنے کو خود آئے ہیں یا سبطِ نبیؐ
حرؑ ہے زندہ نہ حبیبؑ ابنِ مظاہر سا جری
اب نہ ہمشیر کے فرزند نہ عباسؑ علیؑ
ہم نے لڑ بھڑ کے ہر اک شیرِ ژیاں کو مارا
سامنے آپ کے اکبرؑ سے جواں کو مارا

۴۱

کون باقی ہے جو اب آپ پہ ہو سینہ سپر
جو مددگار تھے وہ کر گئے دنیا سے سفر
کب تلک کیجئے گا فرزند کا غم یا سرور
بیٹھے رونے سے پھر جی نہ اٹھیں گے اکبر
سامنا جلد بس اب تیغ و تبر سے کیجئے
جا کے جنت میں ملاقات علی اکبر سے کیجئے

۴۲

سن کے یہ شاہ نے فرمایا کہ بہتر بہتر
لو میں آتا ہوں لگا دو مجھے تیغ و تبر
اٹھے روتے ہوئے عابد سے یہ کہکر سرور
خیر جاتے ہیں خدا حافظ و ناصر دلبر
یہ لٹا قافلہ رب دوسرا کو سونپا
تم کو گھر اور تمھیں ہم نے خدا کو سونپا

۴۳

نکلے روتے ہوئے خیمے سے شہنشاہ زمن
دیکھا کوئی نہیں ڈیوڑھی پہ سوائے توسن
شان سے گھوڑے کی پیدا ہے عجب رنج و محن
سیل اشک آنکھوں سے جاری ہے جھکی ہے گردن
خاک اڑاتا ہے کبھی جان حزیں کھوتا ہے
سر پٹکتا ہے کبھی اور کبھی روتا ہے

۴۴

اوس وفادار کے پاس آ کے حضرت نے کہا
قدر دان اس تری الفت کا ہے ابن زہرا
تجھ سے شرمندہ ہے یہ بیکس و مضطر بخدا
ساتھ شبیر کا فاقوں میں نہ تو نے چھوڑا
ذکر الفت کا تری کون و مکاں میں ہوگا
مجھسا راکب نہ فرس تجھسا جہان میں ہوگا

۲۵

میں بھی فاقے سے کئی روز کا ہوں اے رہوار
دو قدم بھی ہے مجھے راہ کا چلنا دشوار
پر یہ ہے قصد کہ میں آج نہ ہوں تجھپہ سوار
دے نہ زحمت تجھے اس وقت علی کا دلدار
تیز گو فاقوں میں ہنگام روانی تو ہے
پاس اسکا ہے کہ نانا کی نشانی تو ہے

۲۶

مل کے منہ پاؤں پہ کہنے لگا وہ نیک شیم
جیتے جی کب مجھسے نہ چھوٹینگے شہ دیں کے قدم
بے زباں گو ہوں پہ یہ حق سے دعا ہے ہر دم
آپ دنیا میں سلامت رہیں یا شاہِ اُمم
جان میری شہ والا پہ فدا ہو جائے
رد کسی طرح سے حضرت کی بلا ہو جائے

۲۷

کہکے یہ سوئے زمیں اسپِ وفادار جھکا
بڑھ کے نزدیک فرس آ گئے شاہِ والا
پھیر کر ہاتھ کو گردن پہ بصد لطف و عطا
یا علیؑ آپ نے انگشتِ شہادت سے لکھا
پاس گھوڑے کے شہِ عرش جناب آ پہنچے
فخر سے روحِ امیں لینے رکاب آ پہنچے

۲۸

تھام لی روحِ امیں نے جو رکابِ شہِ دیں
پشتِ مرکب پہ چڑھے بادشہِ عرش نشیں
جلوہ افروز ہوا رحل پہ قرآنِ مبیں
جگمگانے لگی نورِ تنِ سرورؑ سے زمیں
چھوٹ سے رخ کے ستارے سے نظر آنے لگے
ذرّے اُدھر اُدھر کے ضیا مہر کی دکھلانے لگے

۴۹

باگ لی ہاتھ میں شبیرؑ نے رہوار چلا
صورتِ برق فنا اسپِ وفادار چلا
کس ادا سے طرفِ لشکرِ کفار چلا
جس سے دل ہوتے ہیں پامال وہ رفتار چلا
روح جسپر ہو فدا ہیں وہ ادائیں اسکی
پتلیاں لیتی ہیں آنکھوں سے بلائیں اسکی

۵۰

برچھیوں پھرتا ہوا جاتا ہے آہو کی طرح
پیچ و خم بال میں ہے حور کے گیسو کی طرح
باغ میں پھرتا ہے معشوقِ پری رو کی طرح
کوئی چنچل جو کلی اوڑ گیا خوشبو کی طرح
بار ہوتا ہی نہیں دوشِ صبا کے اوپر
پاؤں رکھتا ہوا جاتا ہے ہوا کے اوپر

۵۱

سربلندی یہ دکھائے جو میانِ رفتار
سامنے سے نظر آئے نہ کبھی اسکا سوار
چال ایسی ہے کہ پریاں ہوئی جاتی ہیں نثار
وہ سبک ہے کہ اوڑتا نہیں پاؤں سے غبار
خوف یہ ہے کہ نہ راکب کا عتاب آجائے
گرد اوڑ کر نہ کہیں تابہ رکاب آجائے

۵۲

نیک خو نیک مزاج اہلِ وفا خوش اسلوب
دوڑ سے مثل تو آہستہ روی میں بھی ہے خوب
ہے یہ بچپن سے حسینؑ ابن علیؑ کو مرغوب
دو قدم جاتا ہے اپنے شمال اور جنوب
سیرِ افلاک یہ راکب کو دکھا کر پھر آئے
شرق سے غرب تلک اک دم میں یہ جا کر پھر آئے

۵۳

اوس کا کیا ذکر جو اصطبل محمد میں پلے
جو زبن ایسے کبھی دیکھے نہ سانچے میں ڈھلے
ایسی رفتار ہے پیاری کہ دلوں کو چھلے
وسے نہ خون دبے رگ گل جو یہ پھولوں پہ چلے
ناز نینان چمن خواب سے بیدار نہ ہوں
پتلیاں آنکھوں نیہ نرگس کی ذرا بار نہ ہوں

۵۴

تیز ایسا کہ ہوا رہ گئی پیچھے کھپ کے
سمجھے بجلی اوسے راکب کی پلک گر جھپکے
ہاتھ میں ساغر پُر آب ہو اور یہ لپکے
پانی چھلکے نہ کوئی بوند زمیں پر ٹپکے
چال میں کبک دری کی نہیں انداز ایسا
نیند اسوار کو آجائے قدم باز ایسا

۵۵

ایسے رہوار سبک رو کی ثنا ہو کیوں کر
ہو سر آب روانہ تو نہ سُم ہو کوئی تر
یوں کرے پانی پہ کاوہ کہ پڑے جیسے بھنور
ٹاپ پڑ جائے تو نقش ہوں حبابوں کے جگر
سُم سے اور کر کوئی قطرہ نہ گھٹے پانی کا
زیر نعل آن کے دامن نہ پھٹے پانی کا

۵۶

پاؤں چھو لوں یہ ہوس کر کے اگر جائے ہوا
جز ندامت نہ کبھی گرد قدم پائے ہوا
ایسی شوخی تو نہیں چال میں دکھلائے ہوا
دل میں کچھ اور ارادہ ہو تو پھر آئے ہوا
گر کے نظروں سے نہ غم سے کبھی آزاد رہے
اسقدر ٹھوکریں کھائے کہ سدا یاد رہے

۵۷

باغ میں جا کے پھر آئے جو لے سن کا سوار
یک بیک فصل بہار آئی یہ سمجھیں اشجار
شاخیں لچکیں نہ کسی گل کی ہو بیتی کو فشار
کم نہ ہو دیکھے او بھرتی ہوئی کونپل کا ابھار
شل شبنم یہ کسی گل پہ ذرا بار نہ ہو
قوت نامیہ کا فعل بھی بے کار نہ ہو

۵۸

پہنچے میدان شہادت میں جو شاہنشہ دین
رعب حق یہ تھا کہ لرزاں ہوئی مقتل کی زمین
ہٹ گیا دیکھ کے حضرت کو سعد بن لعین
تھم کے شبیر نے فرمایا کہ اے لشکر کین
زر کی خواہش میں کیا ظلم گوارا تم نے
کچھ خطا اون کی نہیں تھی جنھیں مارا تم نے

۵۹

صبح سے کردی مرے گھر کی صفائی تم نے
برچھی ہمشکل پیمبر کے لگائی تم نے
خون عباس سے تر کردی ترائی تم نے
خوب مظلوم سے کی وعدہ وفائی تم نے
میہمان کر کے مجھے مکر و دغا سے مارا
میرے ششماہے کو بھی تیر جفا سے مارا

۶۰

بہر رخصت جو گیا تھا ابھی میں سینہ فگار
کر دیا اہل حرم سے مجھے ملنا دشوار
گو کہ منظور نہیں ہے مجھے تم سے پیکار
تم مگر صبح سے ہو قتل پہ میرے تیار
کوئی زندہ نہیں ہے یاور و ناصر ہو نہیں
بے سہارے و حیران کہ بیکس ہوں مسافر ہوں میں

٦١

شک نہیں اسمیں کہ تم لوگ ہو سب اہل حسد
کر دیا میں وہ دین تمنے کہ جس کی نہیں حد
نہیں معلوم یہ کیوں قتل میں بیکس کے ہے کد
کس لئے تمکو نبی زادے سے ہے بغض و حسد
کیا خطا کی تھی جو بے وجہ مجھے گھیرا ہے
کیوں محمد کے جگر بند سے منھ پھیرا ہے

٦٢

میں تمہارے ہی نبی کا ہوں نواسا کہ نہیں
کوئی تم لوگوں سے میرا شناسا کہ نہیں
تمکو معلوم ہے کہ دو دن سے ہوں پیاسا کہ نہیں
اب بھی پانی مجھے تم دوگے ذرا سا کہ نہیں
تر مرا خشک گلا ہوگا اگر پانی سے
تو رگیں حلق کی کٹ جائینگی آسانی سے

٦٣

تم جو سمجھے ہو مجھے ذہن میں اپنے مجبور
میں سمجھتا ہوں کہ ہے عقل میں تمسبکی فتور
مجکو ہر طرح خالق نے دیا ہے مقدور
پر مجھے آج ہے خود اپنی شہادت منظور
حیف جینے پہ ہے جب گیسوؤں والے نہ رہیں
میں رہوں زندہ مری گود کے پالے نہ رہیں

٦٤

سن کے تقریر جگر بند رسول مختار
بڑھ کے کہنے لگا شبیر سے شمر بدکار
جو شرف قبلۂ عالم نے کئے ہیں اظہار
سب بجا ہیں ہمیں ہرگز نہیں اسمیں انکار
آپکے نانا کو اشراف عرب مانتے ہیں
پیر عقدہ کشا آپکو سب جانتے ہیں

٦٥

پر ہمیں کچھ نہیں اس شرو بدی سے سروکار
آج کے دن ہے مگر آپ کا بچنا دشوار
حاکم شام کی بیعت کا جو کیجئے اقرار
ہم سے پھر آپ کو پہنچے نہ ذرا بھی آزار
تشنہ کامی الم قلب پہ کیوں سہتے ہیں
مان لیجئے اوسے جو آپ سے ہم کہتے ہیں

٦٦

شہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں مجھکو منظور
ختم کر دی مجھے تم لوگوں سے حجت تھی ضرور
گو کہ پیاسا ہوں پہ لڑنے سے نہیں کچھ مجبور
میرے بابا کی ہے تلوار عرب میں مشہور
جس نے کفار کی لاشوں سے گڑھے پاٹے ہیں
گن کے جس تیغ نے جبریل کے پر کاٹے ہیں

٦٧

میرے بابا کے سوا کوئی نہیں شاہ عرب
میرے بابا کو دیا حق نے ید اللہ لقب
نام جس شاہ کا لیتے تھے ملائک با ادب
نعمتیں جو تھیں عطا کیں انھیں اللہ نے سب
جزو کل دیدیا کیا رب علا نے رکھا
اک خدائی کے سوا کچھ نہ خدا نے رکھا

٦٨

راہ معبود میں جس نے کیا تا عمر جہاد
گھر کے گھر جس نے کئے کفار عرب کے برباد
جس نے رکھی در خیبر کی نہ باقی بنیاد
یاد ہے سحر علم میں جو پڑی تھی افتاد
دب گئے وہ جو شجاعت میں بڑے بانکے تھے
خوف سے جنکے جوان بھی کنوئیں جھانکے تھے

۶۹

میرے بابا کو کیا حق نے جہان کا سرتاج
میرے بابا نے کئے کفر کے سب گھر تاراج
میرے بابا ہیں علی راہ ہدایت کے سراج
میرے بابا نے دیا دین کو دنیا میں رواج
اس طرح توڑے تھے بت اور کسی نے پہلے
گھر میں خالق کے اذان دی تھی علیؑ نے پہلے

۷۰

کہہ رہے تھے یہ ابھی لشکر شہ سے شبیرؑ
کر چکے جنگ بڑھے رن سے ہم ہو کے شریر
قتل مظلوم پہ آمادہ ہوئے سب بے پیر
چلے چھٹنے لگے ترکش سے نکلنے لگے تیر
باجے بجنے لگے ہر صف سے نشان بڑھنے لگے
تیغیں پہ کھنچ گئیں و دار جوان بڑھنے لگے

۷۱

اس طرف ہو چکے تیار لعین بہر جدال
آ گیا غیظ میں یہ جان بھی اسداللہ کا لال
زلفیں بل کھانے لگیں غیظ کا ہونے پہ چہرہ ہوا لال
ہاتھ قبضے پہ چلا ڈھلنے لگی دوش سے ڈھال
برق جانو کہ لعینوں پہ گرا چاہتی ہے
دم میں اب تیغ ید اللہ کھنچا چاہتی ہے

۷۲

ساقیا دیر کا ہنگام نہیں کر جلدی
جنگ ہونے ہی کو ہے دے مجھے ساغر جلدی
کب سے پیاسا ہوں مرے حلق کو کر تر جلدی
جام دے بھر کے پئے ساقیٔ کوثر جلدی
زہ کمانوں میں ہر اک تیغ جفا اٹھتی ہے
مینھ برسنے کو ہے تیروں کا گھٹا اٹھتی ہے

٤٣

ساقیا دے مجھے وہ مے کہ ہو جس کا نظیر
تر زبان ہو تو کروں جنگ کا نقشہ تحریر
اب نہ کر جام کے دینے میں ذرا بھی تاخیر
رکھ چکے ہاتھ کو قبضے پہ جناب شبیر
تیغ کھنچنے کو ہے ہنگام صف آرائی ہے
یہ پھریرے نہیں علموں کی گھٹا چھائی ہے

٤٤

ساقیا فصل بہار آئی نہیں ہے مجھے ہوش
اب ترا رند نہیں رہنے کا دم بھر خاموش
جب نظر کرتا ہے شیشے کی طرف یہ مے نوش
خود اُبل پڑتی ہے مے ہوتا ہے سطح کا جوش
نگہ شوق اثر اپنا جو دکھلائے گی
اڑ کے خود مے سرِ ہونٹوں تلک آ جائیگی

٤٥

ساقیا دیر سے کیا شیشہ و ساغر کو اٹھا
دے کے اک جام مرے غنچۂ خاطر کو کھلا
میکشوں میں مری عزت کا ہے دریاں ڈنکا
مجھ سے نہ پوچھئے پینے ترے در سے ہمیشہ پایا
فخر میرا ہے ترے در پہ جگہ پانے میں
سات پشتیں مری گذریں ترے میخانے میں

٤٦

تیری سرکار سے کوئی نہیں رہتا محروم
سال بھر بعد بہار آئی ہے ہر سمت ہے دھوم
حال رندوں کا بخوبی تجھے ہو گا معلوم
دیکھ تو آج کہ میخانے میں کتنا ہے ہجوم
دل میں بیچین بہت مے کے طلبگاروں کے
ٹھٹھ لگے ہیں ترے دروازے پہ میخواروں کے

۷۷

ساقیا جلد عطا کر مجھے جام مئے ناب
دور چل نکلے تو ٹھہرے یہ دل خانہ خراب
یاد آتا ہے وہ صحبت مجھے جس طرح سے خواب
اور بھی تو نے کہیں مجھکو پلائی تھی شراب
خوب اٹھتا ہوا میں لطف دلی آیا ہوں
پھر وہی مے ہے مجھے ساقی جسے پی آیا ہوں

۷۸

لو وہ لی میاں سے شبیر نے تیغ حیدر
وار سرور نے کیا خاک پہ گرنے لگے سر
خوف شمشیر سے لرزاں ہوئے سینوں میں جگر
جسم دو ہونے لگے صورت لا تا بہ کمر
لاشیں گر گر کے زمیں پر جو طپاں ہونے لگیں
روحیں گھبرا کے جہنم کو رواں ہونے لگیں

۷۹

کس کی طاقت تھی جو اس تیغ کے منھ پر ٹھہرے
تیز ہے باڑھ تو ہیں زخم بھی تن پر گہرے
کر دے تیغ سم آلود نے پانی زہر سے
اسی تلوار نے خندق سے اٹھائے پہرے
اس کی جھنکار سر چرخ بریں تک پہنچی
اسی بجلی کی چمک گاو زمیں تک پہنچی

۸۰

اس طرح پھرتا ہے چالاکی سے وہ شیر دیں
سر گرا دھڑ سے کسی کی اگر آنکھیں جھپکیں
پڑ گئی شپ سے یہ تلوار کسی پر جو کہیں
ہے یہ زندہ ابھی پہلے یہ ہوا سب کو یقیں
بہہ کے خون تن ناپاک زمیں پر آیا
جس جگہ پاؤں تھے سر کٹ کے وہیں پر آیا

۸۱

دہشت تلوار کے غضب ان میں سوار و بے حواس
قلب میسرہ ان میں سمٹتے ہیں کہ موت ان کی آگئی پاس
بیدلی چھائی ہے ابن سعد کو اب فتح سے یاس
ضرب اک ایک پہ جو پڑتا ہے تو دو دو شقے کیا پس
حملے تیغ علیؑ نے جو کیا لے ان میں
پڑگئے جان کے ایک ایک کے لالے ان میں

۸۲

وار کرنے میں چمکتی ہے جو تیغ حیدرؑ
سکتہ ہوتا ہے کہ روح امیں گنتے ہیں اپنے شہپر
خوف سے حال جو ہوتا ہے زیادہ ابتر
روکے لیتا ہے فلک جب سپر سورج کی سپر
جب گئی آنکھوں میں ہو جاتی ہے سب تار و بہی
مضطرب حال نظر آتی ہے سیارہ و بہی

ختم شد

سلام

کم نہیں اے دیدۂ تر خوں فشانی کیلئے
شہ تڑپتے رہ گئے اک بوند پانی کیلئے

ایک کو کرتے تھے رخصت ایک کی لاتے تھے لاش
غم پہ غم تھے فاطمہ زہرا کے جانی کیلئے

جز مئے حُبِّ علی دل میں نہیں ہے اور کچھ
ہے یہ شیشہ اس شرابِ ارغوانی کیلئے

جھولیاں بھر بھر کے لیجائیں کدھر ہیں نکتہ چیں
کھلتی ہے میری زباں گوہر فشانی کیلئے

حاسدوں نے کیں بہت باتیں مگر ہم چُپ رہے
تھی زباں گویا ہماری بے زبانی کیلئے

ہے برابر مسندِ پُر زر ہو یا فرشِ حصیر
کیا تکلف چند دن کی زندگانی کیلئے

رکھ کے آنکھوں پر اُسے روتی تھی کُبرا بار بار
آستیں دولھا سے جو لی تھی نشانی کیلئے

خود نفس انسان کا موقوف ہے جس پر حیات!
ایک جھونکا ہے چراغِ زندگانی کیلئے

سلام

مال لیجائیں گے دنیا سے نہ زر لیجائینگے
اک دل پر داغ اور اک چشم تر لیجائینگے

مست ہونگے حشر میں بھی ساقی کوثر کے رند
شیشۂ دل میں شراب عشق بھر لیجائینگے

خوف کیسا دل پہ داغِ الفتِ شبیر ہے
واں حفاظت کیلئے ہم یہ سپر لیجائینگے

حشر میں جس دم طلب ہونگے غم شہ کے گواہ
ہم شہادت کے لئے داغ جگر لیجائینگے

ابر نیساں آ کے برسے تو سہی اے چشم تر
دیکھ لینا فوق اشکوں کے گہر لیجائینگے

کہتے تھے عباس غازی ہاتھ کا اپنے ہے کام
خوں کے دریا کو چڑھا کر تا کمر لیجائینگے

نفع کی اُمید پر رکھے ہیں اشکوں کے گہر
جب نظر پڑ جائیگی اہل نظر لیجائینگے

۱

پھر گلشن سخن میں ہے آمد بہار کی
پیش نگاہ پھر ہے مہک لالہ زار کی
مشتاق پھر ہے روح گل عطر بار کی
خامے کی ہے صدا کہ چہک ہے ہزار کی
موسم قریب ہے کرم ذوالجلال کا
کھلتا ہے پھول پھر سے باغ خیال کا

۲

پُر نظر بہار گلستان فکر سے
دل دوز شوق غنچۂ پیکان فکر سے
جان بخش روح نکہت ریحان فکر سے
پُر گل مثال خلد خیابان فکر سے
جنت ہے صفحہ مشک سخن کے سواد سے
شرما رہے ہیں خون کبوتر مداد سے

۳

یوں ہے خیال جانب مضمون نو رواں
جیسے چلے نسیم سحر سوئے بوستان
بندش میں آ گئے ہیں جو الفاظ جانفشان
گلدستۂ ریاض ارم ہیں وہ بیگمان
مضمون کی تازگی سے یہ صاف آشکار ہے
وابستہ ان گلوں سے ہمیشہ بہار ہے

۴

کیوں ہو نہ ایسے باغ کی ہر دل کو آرزو
لطف ہزار دیکھے ہے جہاں چشم عیب جو
ہو جاتی ہے شروع اگر بحث دو بدو
بلبل کو بند کرتی ہے غنچوں کی گفتگو
کلیاں دلوں کو کرتی ہیں شوق ابتسام سے
ہوتا ہے حشر سرو قلم کے خرام سے

۴۵

اس باغ کی بہار کو نسبت ہے کس کے دون
ہو خلد میں یہ لطف تو خلد بریں کہون
دیکھیں جو اس کی سیر تو پریون کو ہو جنون
صرف اس چمن میں ہوتا ہے پانی کے بدلے خون
شوق اس کا کم نہیں دلِ اہلِ مذاق سے
رضوان بھی دیکھتا ہے اسے اشتیاق سے

۴۶

خوبی کو ان گلون کی گلستان سے پوچھیے
انکی نزاکتیں گل و ریحان سے پوچھیے
نالون کا ذوق بلبلِ نالان سے پوچھیے
اس کی بہار روضۂ رضوان سے پوچھیے
پاتا ہے لطف سیر جو روشن سواد ہے
سبزی نہالِ عمرِ خضر سے زیادہ ہے

۴۷

پوچھے اگر کوئی کہ ہے کیون شہرتِ بہار
برجستہ دون جواب اوسے صورتِ ہزار
کیا گلشنِ سخن کی حقیقت ہے کیا وقار
یہ سب ہے فیضِ گلشنِ محبوبِ کردگار
دنیا مقام اگرچہ زوال و فنا کا ہے
لیکن یہ رنگ آلِ نبی کی ثنا کا ہے

۴۸

ہوگا نہ روزِ حشر تلک یہ چمن خزان
شاداب ہی رہینگے یہ گلہاے ارغوان
ہر سو ہزار رنگ سے نغمے گر آسمان
سرسبز ہی رہیگا ہمیشہ یہ بوستان
زینت بڑھے گی اور گلون کے ہجوم سے
اس کو ضرر نہ پہونچے گا بادِ سموم سے

۹

ہر دل میں اس چمن کی ہوا بڑھتی جائیگی
شان بہار صبح و مسا بڑھتی جائے گی
بوئے گل ریاض ثنا بڑھتی جائے گی
تزئین بیچ آل عبا بڑھتی جائے گی
دیتا ہے خود خدا برکت اہل خیر میں
جنت کا لطف اٹھائینگے سب اسکی سیر میں

۱۰

رنگین ہے جن سے باغ ثنا کون ہیں وہ گل
اول ہیں ان میں اک نبی خدا ہادی سُبُل
اور دوسرے علیؑ ولی شاہ جزو و کل
اور تیسری ہیں فاطمہ بنت شہ رسل
چوتھے حسن جو سرور عالی مقام ہیں
اور پانچویں حسین علیہ السلام ہیں

۱۱

انکی ثنا کرے یہ بشر کا نہیں ہے کام
ان پہ درود بھیجتا ہے خالق انام
جاری تمام خلق میں انکا ہے فیض عام
دین خدا کا انکے قدم سے ہوا قیام
اسلام کی جہان میں یہی اصل و فرع ہیں
پانچوں یہی خمسۂ ایمان و شرع ہیں

۱۲

ذکر حسنؑ حسینؑ سے اب دل ہے بیقرار
پھولا نہیں دیکھنے پائے نہ کچھ بہار
دیکھو دو رنگیٔ چمنستان روزگار
کیا جلد انقلاب ہوا اس میں آشکار
تاراج بوستان بتحول زمان ہوا
گزری نہ تھی بہار کہ دخل خزان ہوا

۱۳

اک دن وہ تھا کہ جب ہوئے پیدا یہ نورِ عین
جانِ نبیؐ و فاطمہؑ زہراؑ حسنؑ حسینؑ
شاداں ہوئے رسولِ خدا شاہِ مشرقین
آغوشِ فاطمہؑ کی ہوئی ان سے زیب و زین
گردوں سے تہنیت کو ملک آرہے تھے
شیرِ خدا خوشی سے نہ پھولے سماتے تھے

۱۴

دونوں تھے شاہِ دینؐ اور علیؑ پہ فدا
پروانہ تھیں یہ فاطمہؑ زہراؑ کا حال تھا
آنکھوں کا اپنی نور سمجھتے تھے مصطفیٰؐ
سرتاج جانتے تھے سب اصحابِ باوفا
گھر سے جو مصطفیٰؐ سوئے مسجد میں جاتے تھے
دونوں کو زانوؤں پہ نبیؐ بٹھاتے تھے

۱۵

محبوبِ حق نہ کیوں انھیں کرتے زیادہ پیار
ان سے سوا تھا کس کا زمانہ میں اقتدار
نازل ہوئی تھی انکے لیے وحیِ کردگار
اترا کیا تھا عرش سے ان کے لیے شکار
کم ایک سے نہ ایک کا عزّ و وقار تھا
دونوں کے سر شفاعتِ امت کا بار تھا

۱۶

جاتے تھے ساتھ ساتھ نکلتے تھے ساتھ ساتھ
کپڑے نہا نہا کے بدلتے تھے ساتھ ساتھ
مکتب کو آنے جانے میں چلتے تھے ساتھ ساتھ
بنتِ نبیؐ کی گود میں پلتے تھے ساتھ ساتھ
ایذا انھیں نہ ہو یہ ہر اک کو خیال تھا
انکا الم رسولِ خداؐ کا ملال تھا

۱۷ھ

پر حیف جبکہ اوٹھ گئے محبوب ذوالجلال
اور فاطمہؑ کا بھی ہوا دنیا سے انتقال
رحلت علیؑ بھی کرچکے با صدمہ و ملال
سبطین مصطفےٰ کا ہوا غم سے غیر حال
رنج و قلق بڑا ہوا دل افسردہ ہو گئے
گلہائے باغ فاطمہؑ پژمردہ ہو گئے

۱۸ھ

دس سال تک ہے الم و غم میں مبتلا
نانا کا ماں کا باپ کا ماتم رکھا بپا
اسپر بھی کی نہ گردش گردوں نے اکتفا
آیا زمانہ حضرت شبّرؑ کے ہجر کا
سمجھے مباح دشمن دیں خون آل کا
چھانا کلیجہ ہو سکے زہراؑ کے لال کا

۱۹ھ

مشہور جس طرح سے ہے یہ غم کی داستان
لکھا ہے راویوں نے کتابوں کے درمیان
جو کچھ ہے قول و فعل سے اسلاف کے عیان
اوس کو زبان حال سے کرتا ہوں میں بیان
کچھ فرق ہو تو جانئے معانی ہے نظم میں
پابند ہے ردیف و قوافی ہے نظم میں

۲۰ھ

ہنگام جب وفات حسنؑ کا ہوا قریں
بولے بلا کے قاسمؑ مخزوں کو شاہ دیں
چھٹتا ہے تم سے اب پدر بیکس و حزیں
تعویذ لو یہ باندھ لو اپنے سر جبیں
رنج عظیم جب تمہیں گردوں دکھائے گا
اس وقت یہ نوشتۂ غم کام آئے گا

۲۱

قاسم نے سر جھکا کے وہ تعویذ لے لیا
اور جلد اوس کو زینت کف میں کیا
فرمایا پھر پسر سے کہ اے میرے دلربا
ہو تم کو غم شدید میں جس وقت مبتلا
تب تم خداے خالق علام کیجو
لکھا ہے جس کے باب میں وہ کام کیجو

۲۲

القصہ رحلت حسن مجتبیٰ ہوئی
آل نبی میں شور و شیون آہ و بکا ہوئی
جو عیش کی جگہ تھی وہ ماتم سرا ہوئی
اوٹھے حسن جہان سے قیامت بپا ہوئی
تنہا حسین بیکس و دلگیر ہو گئے
بن بھائی کے جہان میں پیر ہو گئے

۲۳

گذرے سنے نو برس کہ ہوا اور انقلاب
نکلے حسین گھر سے مدینہ ہوا خراب
پہونچے جو کربلا میں شہ آسمان جناب
مہمان پر اپنے بند کیا ظالموں نے آب
ساماں سب بہم ہوئے اندوہ و یاس کے
معصوم دکھ اوٹھانے لگے بھوک پیاس کے

۲۴

دسویں ہوئی جو ماہ محرم کی آشکار
آمادہ جنگ پہ ہوئے نامرد و بد شعار
بہر رضا جہاد کی با عجز و انکسار
دنیا سے کوچ کرنے لگے شہ کے جان نثار
ساماں طرب کے جمع تھے سارے بہشت میں
لڑ لڑ کے جلد جلد سدھارے بہشت میں

۲۵

خالی ہوا رفیقوں سے جب فوج کا پرا
لاشوں کو لا کے روئے دم سرد کر بھرا
کیونکر کریں نہ صدمۂ غم شاہِ دوسرا
کٹتا ہے اب وہ باغ کہ جو ہے ہرا بھرا
رکھے ہیں دل پہ ہاتھ وہ آفت کا درد ہے
حضرت کو فاطمہؑ کی ریاضت کا درد ہے

۲۶

دو بہنیں ہو چکی ہیں ابھی دشت میں تباہ
لٹتی ہے رن میں بھائی کی دولت اب آہ آہ
لاشوں پہ بھانجوں کے کھڑے رو رہے ہیں شاہؑ
قاسمؑ کی عرض ہے کہ ملے اذن رزم گاہ
پیدا ہیں جو حسنؑ سے سرور عالی مقام سے
لیں بھائیوں کے خون کا عوض فوج شام سے

۲۷

بولے گلے لگا کے بھتیجے کو شاہ دیں
پیارا تمھارا جانا مناسب ابھی نہیں
آمادۂ جہاد ہیں عباسؑ مہ جبیں
اکبر جدا کمر کسے ہیں عزم دشت کیں
رونق نبیؐ و شیر خدا کے چمن کی ہو
اسکے علاوہ تم تو نشانی حسنؑ کی ہو

۲۸

سن کر سخن چچا کا ہوا دل جو بے قرار
ہٹ آئے شہ کے سامنے سے ہو کے اشکبار
مایوس ہو کے اذن سے آخر وہ ذی وقار
زانو پہ سر کو رکھ کے لگا رونے زار زار
بیتاب دل جگر تھے پہ قابو کوئی نہ تھا
رخصت کے ہاتھ آنے کا پہلو کوئی نہ تھا

۲۹

تھا مبتلا سے صدمۂ دردِ غم وہ نیک خصال
ناگہ ہوا پدر کی وصیت کا پھر خیال
تعویذ تھا کہ بازو سے کھولا بصد ملال
جسم پہ تھا اوس سے تو مسرت ہوئی کمال
تھی جس کی آرزو وہ دور سے بہت ملا
بولا یہ دل کہ اب گہرِ مدعا ملا

۳۰

کچھ غور دل میں کر کے بصد شوق وہ جوان
خدمت میں پہنچے شہ کی اوسی دم ہوا رواں
تحریر وہ دکھا کے کہا یا شہِ زماں
ہر حال میں ہے تابعِ فرمان یہ خستہ جاں
کس کو مجال آپ کے آگے سخن کی ہے
دیکھیں حضور اسکو یہ وصیت حسن کی ہے

۳۱

کاغذ کو لیکے شاہِ امم دیکھتے ہیں کیا
ہے اوس میں خاص دستِ حسن سے لکھا ہوا
اے میرے لال اے میرے قاسم پدر فدا
جب دیکھیو حسین کو آفت میں تو گھرا
اندیشہ کوئی دل میں نہ اوس آن کیجیو
جان اپنی میرے بھائی پہ قربان کیجیو

۳۲

مضمون پڑھ کے روئے بہت سرورِ امم
بھائی کو یاد کر کے نہایت کیا الم
قاسم سے پھر کہا کہ سنا تم نے جانِ عم
مجھ سے بھی کی تھی ایک وصیت جو ہے اہم
کب عذر کا محل ہے قبولِ صواب میں
ارشاد جو کیا تھا تمھارے ہی باب میں

۳۳

قاسمؑ کا ہاتھ دستِ مبارک میں تھام کر
میدان سے آئے خیمے میں حضرت بچشمِ تر
پہنچا جو حسبِ حکم سلطانِ بحر و بر
عباسؑ و عونؑ ہو گئے حاضر جھکائے سر
جو راز دل میں تھا اُسے شہ نے عیاں کیا
ہر اک سے حالِ عقد و وصیت بیان کیا

۳۴

مغموم ہو کے مادرِ قاسمؑ سے یہ کہا
کپڑے نئے ہوں گر تو پہنا دو انھیں ذرا
بولیں لباسِ نو تو نہیں پاس شہ ہدا
ارشاد پھر یہ زینبؑ ذی جاہ سے ہوا
خلعت ہے وہ لباسِ کہن انکے واسطے
لاؤ تبرکاتِ حسنؑ ان کے واسطے

۳۵

فرمایا جب بہن سے یہ شاہِ انام نے
صندوق لا کے رکھ دیا زینبؑ نے سامنے
کھولا اُسے حسینؑ فلک احتشام نے
پہنایا اپنے ہاتھ سے خلعت امامؑ نے
کلیوں میں بو گلاب و گلِ نسترن کی تھی
عمامہ بھی حسنؑ کا قبا بھی حسنؑ کی تھی

۳۶

کہتے تھے اہلبیتِ رسولِ فلک پناہ
شادی یہ کس طرح کی ہے لوگو یہ کیسا بیاہ
منھ فاطمہؑ کا دیکھ کے کہتی تھی ماں کہ آہ
کھلتے ہیں پھول یوں بھی زمانے میں واہ واہ
کہنے کو نہ خبر نہ عزیز و قریب کو
کیونکر دولہن بناؤں میں اس بے نصیب کو

۳۷

قاسم کا عقد پڑھ کے شہنشاہ نامدار
باہر سے آئے خیام سے با چشم اشکبار
حجلے میں آ کے قاسم ذی جاہ و ذی وقار
دیکھا دولہن کا منہ تو لگے رونے زار زار
سکتا مثال آئینہ تھا کچھ نہ کہتے تھے
دل جل رہا تھا شمع صفت اشک بہتے تھے

۳۸

قاسم کے دل میں تھا کہ دولہن سے کریں سخن
ہل من مبارز کی صدا آ گئی دفعتاً
بس اٹھ کھڑا ہوا وہ پر ارمان بصد محن
اک آہ سرد بھر کے ادھر رہ گئی دولہن
صدمہ فراق کا جگر و جان پہ سہہ لیا
سونپا خدا کو دولہن یہ دونوں نے کہہ لیا

۳۹

پھوپھی سے ماں سے بہنوں سے مل کر وہ نونہال
آیا حضور شاہ کے بصد شوکت و جلال
دست ادب کو جوڑ کے پھر یہ کیا سوال
ہو اذن اگر تو جائے غلام اب پئے جدال
حکم امام حکم خدا و رسول ہے
فرمایا شاہ دیں نے کہ اچھا قبول ہے

۴۰

تسلیم آخری کو جھکا جب وہ گلبدن
پھیلا کے دونوں ہاتھ بڑھے سرور زمن
نوشاہ کو گلے سے لگا کر بصد محن
پہنایا وہ لباس جو تھا صورت کفن
آہ و فغاں کو زیب جلو کارواں کیا
تلوار دی فرس پہ بٹھایا رواں کیا

۱۴۱

چھٹا جو بادا تو نسیمِ چمن بنا
جم کر اڑا کبھی تو غزالِ ختن بنا
سمٹا تو غنچۂ سمن و یاسمن بنا
ٹپکا عرق بدن سے تو دُرِّ عدن بنا
تھا زیب بھی مرصع و پُر زر بندھا ہوا
سہرا تھا موتیوں کا جبیں پر بندھا ہوا

۱۴۲

تھا نرم خو نسیم سے گو تھا مزاج آگ
بجلی سے اوسکو بخشش ہوا سے تھی اُلٹو لاگ
تڑپا مثالِ برق ذرا ہل گئی جو باگ
پوچھا کیا ہوا نے کبھی تو کہا کہ بھاگ
دم پھولنے لگے نہ غنچے کہیں حال ہو نہ جائے
سائے کی طرح ٹاپوں سے پامال ہو نجائے

۱۴۳

نازاں تھا مرتبہ پہ تو تھا اہتمام ناز
نوشاہ تھا سوار یہ کم تھا مقام ناز
پہونچا قدم سے اسکے کہاں فیضِ عام ناز
پریوں نے آکے قاف سے سیکھا خرام ناز
طاؤس نکلا شوق میں باغِ نعیم سے
چھوٹی نہیں ہے مشق ابھی تک نسیم سے

۱۴۴

چہرہ وہ پیارا پیارا چاند کا چہرہ جسے بنائے
آنکھیں وہ جن سے آنکھ غزالِ ختن چرائے
گردن وہ جسکے حسن سے گردن پری جھکائے
لب وہ کہ جنکو دیکھ کے سوسن بھی لب چبائے
سینہ سوا ہے سینۂ رستم سے شان میں
ہیبت میں دل ہے تو نئی جان ہے جان میں

۴۵

طاؤس شوخ و شنگ سے طنّاز ہے فرس
جانباز و جان نثار ہے جانباز ہے فرس
سحر و طلسم کچھ نہیں اعجاز ہے فرس
حق تو یہ ہے کہ صنع خدا ساز ہے فرس
ذیجاہ ہے سعید ہے فرخندہ بخت ہے
پرواز گر کرے تو سلیمان کا تخت ہے

۴۶

پہنچا یہ شہسوار جو لشکر کے متصل
سینون مین کانپنے لگے نامآورون کے دل
تھا جنکو جوش جنگ ہوئے سب وہ مضمحل
چھوٹا عرق پیادے ہوئے ڈر سے پا بہ گل
مرجھا کے سبزۂ لب جو سوکھنے لگا
پیاسے کا ڈر یہ تھا کہ لہو سوکھنے لگا

۴۷

صفدر نے ابن سعد سے للکار کر کہا
سرکش خدا کا خوف نہین تجکو مطلقا
آتی نہین ہے شرم پیمبرؐ سے بھی ذرا
دے گا نہ کیا خدا تجھے اس ظلم کی سزا
او کور دل تجھے طلب مال و جاہ ہے
آل نبی کی آنکھون مین دنیا سیاہ ہے

۴۸

بیدین نے ترش ہو کے کیا سطح کلام
کافی نہین ہے کیا تمھین یہ عز و احتشام
ہین منحرف اطاعت حاکم سے کیون امامؑ
فرمایا لے زبان نجس سے نہ شہ کا نام
اوس بدسرشت نے شکن ابرو پہ ڈال لی
غازی نے بس میان کمر سے سروہی نکال لی

۴۹

ساقی پھر آج بادۂ احمر کا جام دے
عادی ہوں جس کا میں وہ صبوحی مدام دے
جام بلور میں مئے یاقوت فام دے
موقع نہیں ہے دیر کا بے اہتمام دے
ساقی تجھے قسم ہے جناب امیر کی
تلچھٹ پلادے بادۂ خم غدیر کی

۵۰

ساقی پھر آج بزم میں دور شراب ہو
مینا ہو مئے ہو جام ہو آب و گلاب ہو
جو ہیں عدوئے آل دل ان کا کباب ہو
پرہیز وہ بھی ذکر سے جنھیں اجتناب ہو
سن لے وہ صاف صاف جسے اشتباہ ہے
توبہ اسی شراب سے کرنا گناہ ہے

۵۱

ساقی وہ جام دے جو مہکتا ہوا ہو جام
مانند آفتاب چمکتا ہوا ہو جام
ایسا سبک تو ہو کہ لچکتا ہوا ہو جام
گرتی ہوئی شراب چھلکتا ہوا ہو جام
دست رعشہ سنبھالنے کو ساتھ ساتھ اٹھے
بے اختیار زاہد و واعظ کا ہاتھ اٹھے

۵۲

پھر جام دے مجھے کہ ابھی تشنہ کام ہوں
مست ولائے آل رسول انام ہوں
رند شراب خانۂ حب امام ہوں
ساقی سلسبیل کا ادنا غلام ہوں
پینے میں اس شراب کے پھر کیوں کلام ہے
مجھ پر وصال دختر رز کا حرام ہے

۵۳

ساقی پلا شراب کہ دور اخیر ہے
اب دیر میکشوں کے کلیجوں کو تیر ہے
بے چین رن میں یہ حال صغیر و کبیر ہے
زور بخار عشق جناب امیر ہے
پی لوں تو ہوش آئے سخن کے مآل کا
ہے وقت جنگ ساقی کوثر کے لال کا

۵۴

آئے ادھر سے تیز چلی تیغ اور اٹھا سمند
پہونچا صفوں کو پھاند کے مشکل ہوا سمند
نازل ہوا سر و نیزہ مثال قضا سمند
قہر خدا تھی تیغ عذاب خدا سمند
دونوں نے کام وقت وغا بر محل دئے
اوس نے گرا کے فرق تن اپنے کچل دئے

۵۵

ہلچل ہوئی کہ ایک پہ اک پُر دغل گرا
وار اٹھا جسے جری نے دہل کر وہ بل گرا
پیدل کے پاؤں کٹ گئے منہ کے بھل گرا
نیزہ تھا جس کے پاس وہ خود کھا کے بل گرا
نامرد بے حواس دم گیر و دار تھے
چوٹیں مچی ہوئی تھیں قیامت کے وار تھے

۵۶

ہیبت سے آگے بڑھ کے ٹھہرتا نہیں کوئی
حملہ بھی اس دلیر پہ کرتا نہیں کوئی
چلا کے آہ سرد بھی بھرتا نہیں کوئی
یہ اور بھی ہے لطف کہ مرتا نہیں کوئی
سختی عجب طرح کی ہے اعدا کے واسطے
کرتی ہے دیر موت بھی ایذا کے واسطے

۵۷

گرتی ہے صف پہ صف اُٹھاتے ہیں جب نگاہ
تیغِ اجل نگاہ ہے برقِ غضب نگاہ
امکان کیا کہ اُنپہ کریں بے ادب نگاہ
نیچے کیے ہیں فرق جھکائے ہیں سب نگاہ
آثار ہیں جلالِ علیؑ کے جناب میں
لرزہ پڑا ہوا ہے تنِ آفتاب میں

۵۸

ہر بار ہوتی جاتی ہے لشکر کی بھیڑ کم
کٹتے ہیں پاؤں اور کبھی ہوتے ہیں سر قلم
جاتے ہیں ہو کے بے سر و پا بانیِ ستم
ہستی سے کوچ فوج کا ہے جانبِ عدم
پیدل روانہ بادلِ پر اضطراب ہیں
اسوار ہیں تو کیا ہیں وہ پا در رکاب ہیں

۵۹

کرتے ہیں حملہ فوج پہ یوں قاسمِ دلیر
مجمع پہ آہوؤں کے جھپٹتا ہے جیسے شیر
کہتی ہے تیغ موت آؤ جو ہو زندگی سے سیر
وقفہ نہ چاہیے اب مناسب نہیں ہے دیر
گوشوں کو چھوڑ دو تیرِ قضا کے نشانہ ہو
جلدی سو سے جہنم یہاں سے روانہ ہو

۶۰

ضیغم کی طرح فوج پہ جاتے تھے بار بار
شیرِ خدا کی شان دکھاتے تھے بار بار
انبار زخمیوں کے لگاتے تھے بار بار
طوفان آب تیغ اوٹھاتے تھے بار بار
بہرے عرق میں ڈوبے تھے سالے فرات کے
پہونچا تھا بہہ کے خون کنارے فرات کے

٦١

آیا ہوا ہے شیر کے فرزند کو جلال
عارض ہیں سرخ سرخ تو آنکھیں ہیں لال لال
پروا نہ جسم کی ہے نہ کچھ جان کا خیال
کوشش یہ ہے کہ قتل ہوں جلدی زبون خصال
یہ عزم ہے کہ لاشوں سے میدان کو پاٹ کے
لیجائیں ابن سعد کا سر تن سے کاٹ کے

٦٢

ہے بند و بست فوج نہ محکم ہیں مورچے
سیلاب خون کا دیکھ کے برہم ہیں مورچے
صف بستہ ہیں جوان نہ فراہم ہیں مورچے
ابتر ہیں غول درہم و برہم ہیں مورچے
ہتھیار سب نے رکھ دیے ہمت کو ہار کے
کوئی قطار اب نہیں قابل شمار کے

٦٣

صد بست سے ہیں مورچے کئی بل ہٹے ہوئے
سرکے ہوئے سوار ہیں پیدل ہٹے ہوئے
چمکی جو تیغ کانپ گئے دل ہٹے ہوئے
تڑپی جو برق پھٹ گئے بادل ہٹے ہوئے
جن پر گری وہ جل کے تہ خاک ہو گئے
کیا کاٹ تھا کہ سینوں میں دل چاک ہو گئے

٦٤

اللہ رے حرب قاسم نوشاہ نامور
کاٹے کسی کے ہاتھ بدن سے کسی کا سر
دو ٹول میں ہوا کوئی از فرق تا کمر
بے رنگ ہو گیا کوئی بد کیش و بد گہر
ہر ضرب کا طریق نیا طرفہ ڈھنگ تھا
دیکھا تھا جسکو خیبریون نے وہ رنگ تھا

۶۵

دم بھر میں پائمال فنا ہو گئی سپاہ
وہ سب کے سب جو تن سے جدا ہو گئی سپاہ
وہ رن پڑا کہ بے سر و پا ہو گئی سپاہ
اولٹا ورق تو زد و بہ قفا ہو گئی سپاہ
پیچھا کئے ہوئے تھی ہوا تیغ تیز کی
نامرد ڈھونڈھنے لگے راہیں گریز کی

۶۶

دیکھا سپاہ شر کو جو آمادۂ فرار
بولا یہ افسرون سے بن سعد ایک بار
کچھ دیکھتے ہو رنگ دلیران سرگذار
آثار ہیں شکست کے چہرون سے آشکار
ہے دل میں سب کے شیر کی دہشت بسی ہوئی
اوکھڑے قدم سپاہ کے گر تو ہنسی ہوئی

۶۷

بولا بلا کے منشی لشکر کو پر جفا
دفتر سپاہ کے نامون کی فرد لا
کاغذ منگا کے اوس نے جو ہاتھ مین دیا
ہر نام کو بغور شقی دیکھنے لگا
گہ مسکرا دیا اور کبھی ابرو مین بل پڑا
آیا جو نام ازرق شامی او چھل پڑا

۶۸

خوش ہو کے اون سے کہنے لگا وہ لگے تھے جو پاس
مژدہ کہ اس کی بس اب کچھ نہین ہراس
امید سے بدل گئی یعنی تھی مجکو یاس
رو دے زمین اس جوان کو بیٹا شاہ حق شناس
پہنچے ہی حکم خلعت و انعام و زر دیا
سرخی سے صاد نام پہ ازرق کے کر دیا

٦٩

بھیجا جو ابن سعد نے خادم پئے طلب
آیا بڑے غرور و تکبر سے بے ادب
خلعت کی کشتیوں پہ نظر کی پہلے جب
ہنسکر کہا کہ یاد کیا اسوقت کیا سبب
بولا شقی یہ وقت ہے تیغ آزمائی کا
سونا بغیر تیرے ہے میدان لڑائی کا

٧٠

بولا شقی وہ کون ہے مجھسے لڑیگا جو
سنتا ہوں زندہ ہیں ابھی بیٹے علی کے دو
مجھسے مقابلہ کی نہیں تاب دیو کو
اوس نے کہا کہ جنگ سے مطلب ہے کوئی ہو
لخت جگر یہ شیر ژیان بھی اوسی کا ہے
قاسم ہے نام اس کا یہ پوتا علیؑ کا ہے

٧١

کیا ہوگی اس کی عمر شقی نے کیا سوال
بولا یہ ابن سعد ابھی تیرھواں ہے سال
سُنکر یہ بات کہنے لگا اوس سے بدخصال
بچے سے جنگ میں کروں پامال یہ خیال
بیجا نہیں ہے عذر پئے جنگ جانے میں
مجکو شجاع نام رکھیں گے زمانے میں

٧٢

خاطر سے تیری خیر گوارا ہے یہ ننگ
بیٹے مرے ہیں چار سلحشور و خانہ جنگ
چاروں دلیر بحر شجاعت کے ہیں نہنگ
ان سے لڑے وہ جسکو لڑائی کی ہو اُمنگ
دعوی مجھے ہے ان میں سے ایک ایک دلیر ہے
کہدوں تو جا پڑیں ابھی جنگل میں شیر پہ

۵۳

بولا شقی کہ قول پہ تو استوار ہے
شیر خدا کے شیر سے لڑنے میں عار ہے
ہاں رستمانِ عصر میں تیرا شمار ہے
اچھا او بھین کو بھیج تجھے اختیار ہے
جنگ و جدل میں عہدہ برائی سے کام ہے
اس سے نہیں ہے بحث لڑائی سے کام ہے

۵۴

تقریر ابن سعد پہ کچھ کی نہ اعتنا
ڈٹ کر بڑے پسر سے کہا بہر جنگ جا
کرنا نہ قتل غیظ و غضب کم ہو یا سوا
شیر خدا کے شیر کو زندہ پکڑ کے لا
لڑنا بچا بچا کے ذرا جوڑ بند کو
رکھے چھپا کے ڈھال کے نیچے کمند کو

۵۵

پیکر کمند جلد وہ سرکش ہوا روان
اک غلغلہ اوٹھا صفِ لشکر کے درمیان
پہونچا جو حرب گاہ کے نزدیک وہ جوان
قاسم یہ اوس کو دیکھ کے بولے کدھر کہاں
کم ہے وغا کی دل میں ہوس یا زیادہ ہے
جلدی بتا شریر ترا کیا ارادہ ہے

۵۶

بولا لعین لڑون گا کہا شیر نے کہ آ
تلوار کھینچ تھا ٹھہر بل بانکپن دکھا
آگے بڑھا یہ کہکے دل و جانِ مجتبیٰ
پیچھے ہٹا کمند شقی کھولتا ہوا
نادان نے کی نگاہ نہ اپنے مآل پر
پھینکی کمند قاسمِ یوسف جمال پر

۷۷۷

تھا بس کہ تیز دست یہ ذیجاہ و ارجمند
سر کو بچا کے تھام لیا حلقۂ کمند
قوت جو کی اوکھڑ گیا دست جفا پسند
پہونچی مگر نہ بازوئے نوشاہ کو گزند
قربان اس حواس کے اور اس کمال کے
الجھا دیا کمند کو گردن میں ڈال کے

۷۷۸

حلقوں سے کھل نے نہیں جو الجھا وہ نابکار
قاسم نے دی صدا کہ سنبھل ہو شیار
دست قوی میں تول کے شمشیر آبدار
مارا جو ہاتھ اوڑ گیا فرق ستم شعار
ٹکڑے کئے ہو نہیں جسم خود پسند کے
گردن کے ساتھ کٹ گئے حلقے کمند کے

۷۷۹

راہی سوئے جحیم ہوا جب وہ خیرہ سر
نکلا مقابلے کے لئے دوسرا پسر
طے کر چکا تھا راہ نبردی وہ بد گہر
مثل اسد ڈکار کے چھپا یہ شیر نر
جرأت کا نشہ خوف سے کافور ہو گیا
کچھ فرق رہ گیا تھا کہ سر دور ہو گیا

۷۸۰

دو نا خلف جو اور ہیں سنئے اب ان کا حال
روباہ ایک مکر میں ہے دوسرا شغال
دونوں کو یاد ہیں سبق بدعت و ضلال
چہرے تو کالے کالے ہیں آنکھیں ہیں لال لال
دونوں کا ایک ہی سا شرارت میں حال ہے
وہ اہرمن سرشت یہ شیطان خصال ہے

۸۱

کامل ہیں نیزہ بازی و تیر افگنی میں پر
ہٹتے ہیں آگے شیر کے آتے ہوئے جگر
ہرچند چاہتے ہیں کہ پائیں رہِ مفر
پیچھے قضا پڑی ہوئی ہے کیا کریں مگر
میدان میں نہ جائیں یہ امکان میں نہیں
لڑنے چلے ہیں جان مگر جان میں نہیں

۸۲

تھا منتظر کھڑا ہوا شبیرؑ کا یادگار
ناگاہ دو طرف سے نمایاں ہوا غبار
دوڑائے گھوڑے آتے تھے دونوں جفا شعار
اک جانب یمین تھا تو اک جانب یسار
اور یاں سپر دعائے شہِ حق شناس تھی
نیزہ تھا اسکے پاس کمان اسکے پاس تھی

۸۳

عنوانِ جنگ سوچ چکے تھے جو پُر دغا
استادہ ایک دوسرے کے سامنے ہوا
مطلب یہ تھا جدھر سے ہو غفلت انھیں ذرا
کر لے وہ اپنا کام جو ہے عین مدعا
یوں تھا وہ مہ ہر ایک جفا جو کے بیچ میں
شاہین ہو جس طرح سے تذروں کے بیچ میں

۸۴

دونوں طرف کو تھا نگراں یہ مہِ منیر
ناگہ کماں میں جوڑ کے ناوک تھا شریر
چھٹنے ہی پر تھا چٹکی سے اس پر جفا کے تیر
مہمیز کی تو اُڑ گیا اسپِ فلک سریر
دیکھا جو خود غلط کی طرف شرمسار تھا
تیر اس اجل رسیدہ کی گردن کے پار تھا

۸۵

ہاتون کو مل کے کہنے لگا بانیِ جفا
یہ کیا طلسم ہو گیا یہ کیا غضب ہوا
دیکھا ادھر جو بہتے ہوے اوس لئیم کا
تیور سا اسکی آنکھوں کے نیچے بھی آگیا
ناوک شریر کھا کے نہ ٹھہرا جو زین پر
تیورا کے یہ بھی گر پڑا آخر زمین پر

۸۶

بولے قریب آ کے یہ نوشاہِ نامدار
لے ہمکو رحم آگیا اب ہو نہ بیقرار
نااہل یاد رکھ کہ جو ہیں حق کے دوستدار
ایذا عدو کی بھی انھیں ہوتی ہے ناگوار
یہ کہکے دیر کی نہ اسد نے شکار میں
دونوں کو چار کر دیا ایک ایک وار میں

۸۷

چاروں کا فیصلہ ہوا جب قصہ مختصر
دی پیک نے یہ ازرق شامی کو وہاں خبر
کام آگئے لڑائی میں چاروں ترے پسر
مبہوت ہو گیا یہ خبر سُنکے بد گہر
اک تیر تھا کہ گر گیا قلبِ حسود میں
دُنیا سیاہ ہو گئی چشمِ کبود میں

۸۸

جھنجلا کے اوس سے تب پسرِ سعد نے کہا
کہنا مرا نہ ماننے کی کیوں ملی سزا
گویا ہوا جواب میں وہ دشمنِ خدا
بیشک یہ سحر آلِ نبی ہے نہیں دغا
اوس نے کہا یہ سب تری قسمت کے پھیر ہیں
نادان خدا کے شیر کے بچے بھی شیر ہیں

۸۹

گردن ہلا کے کہنے لگا بے حیا کہ خیر
اب دیکھ میں دکھاتا ہوں تجکو وغا کی سیر
تجھسے زیادہ اب ہے مجھے اس طفل سے ہے بیر
لے تو سہی جو دم میں کروں اس کا حال غیر
جاتے ہی بس چراغ حسن کو بجھاؤں گا
لاشے پہ اسکے شاہ کو رلوا کے آؤں گا

۹۰

بس کہہ کے یہ فرس پہ وہ بیداد گر چڑھا
مرحب کی طرح رخش پہ بانیٔ شر چڑھا
اوس پر جنون تو جنگ پہ وہ فتنہ گر چڑھا
غل تھا کہ نگاہ موت پہ اب بد نظر چڑھا
بولے یہ سب کہ آئی قضا اس ذلیل کی
آواز کوس حرب نے دی الرحیل کی

۹۱

نا اہل اپنی حد سے گذرتا ہوا چلا
دم دوستی کا کفر کی بھرتا ہوا چلا
پامال دین کی کشت کو کرتا ہوا چلا
اپنے بگاڑنے کو سنورتا ہوا چلا
مٹی خراب ہونے کو تھی روسیاہ کی
چہرے سے گرد پوچھتا جاتا تھا راہ کی

۹۲

تھا اوپچی بنا ہوا ہر چند بد اساس
حربہ بھی ہر طریق کا تھا اوس لعین کے پاس
اسپر بھی کچھ نہ کچھ دل بزدل میں تھا ہراس
برنج عجب تھی اور عجب قسم کا لباس
کانوں میں لیٹی ریش درازو سیاہ تھی
چرمی تھا پیرہن تو نمد کی کلاہ تھی

۹۳

تھا خود آہنی سے وہ بافرق پر غرور
اندھا کئے تھا آنکھوں کو چار آئینوں کا نور
کہتے تھے اوس کو دیکھ کے وہ تیغ جو ز نیشور
تھا بار خر کا لادنا احمق کو کب ضرور
موذی سے شقی کے پاؤں سے خود تنگ آئے تھے
دنیا نے ہاتھ تھام کے میدان میں لائے تھے

۹۴

جو وقت اہلبیت نبی کو ہوئی خبر
آیا ہے لڑنے ازرق بے دین و خیرہ سر
بولیں یہ سب کہ مادر نوشاہ نامور
جلدی بتاؤ کیا کروں میں سوختہ جگر
سر پیٹو خاک ڈالو فغان و بکا کرو
سب مل کے میرے لال کے حق میں دعا کرو

۹۵

کبریٰ نے جا کے حجلے میں مادر سے یہ کہا
بی بی خبر ہے کچھ کہ گذرتی ہے تم پہ کیا
کیوں بیٹھی ہیں یہ سب یہ قیامت ہے کیوں بپا
گھونگھٹ الٹ کے کھولدو سر تم پہ میں فدا
موقع سکوت کا ہے نہ شرم و حیا کا ہے
تم بھی دعا کرو کہ محل یہ دعا کا ہے

ختم شد

۱

حسن سخن ثنائے شبیہہ رسول ہے
آرام دل ولائے شبیہہ رسول ہے
لطف نبی عطائے شبیہہ رسول ہے
یہ سب شرف برائے شبیہہ رسول ہے
ہیں مصحف الٰہ خدا کی زبان ہیں
روح علی ہیں اور پیمبر کی جان ہیں

۲

ظاہر ہے لفظ لفظ سے قرآں کی شان
ہیں یہ جہاں میں رحمت اللہ کے نشاں
فیض قدم سے انکے ہے قائم یہ سب جہاں
کعبہ کبھی ہے اور کبھی عرش الٰہ ہے مکاں
ہے مدح جن و انس و ملک کی زبان پر
جاری ہے انکا حکم زمین آسمان پر

۳

یہ مرتبہ جہاں میں ہوئے ہیں کسے نصیب
ہے انکا جد ولی خدا انکا جد حبیب
انسے زیادہ کون ہے اللہ سے قریب
منبر ہے انکا عرش خدا اور یہ خطیب
ممتاز ہر نظر میں ہوا اعلیٰ وہ ورق ہے
و بیں کو کہو تو خود اولیٰ وہ ورق ہے

۴

یوسف سے بڑھکے شان و وجاہت حسین کی ہے
سب پر علی ہے جو وہ جلالت حسین کی ہے
شاہی خلق تا بہ قیامت حسین کی ہے
مانے ہیں سب کہ جو وہ حکومت حسین کی ہے
شمع نبی ہے کون جہاں میں خلاف ہے
ناری ہے وہ بشر جسے کچھ اختلاف ہے

ق۵

مختارِ کارخانۂ رب ہیں یہ لاکلام
نظم و نسق سے انکے ہے دنیا کا انتظام
وابستہ ان کے دم سے ہیں مراسم تمام
رضی سے انکی ہوتی ہے دنیا میں صبح و شام
قبضے میں ہیں یہ امور کسی بادشاہ کے
مالک ہیں یہ جہاں میں سپید و سیاہ کے

ق۶

گردش نہ ہو فلک کو گر انکی رضا نہ ہو
چاہیں تو مہر و ماہ سے پیدا ضیا نہ ہو
حکم عدم کریں تو وجود سما نہ ہو
منظور انھیں نہ ہو تو قیامت بپا نہ ہو
کیا فضل کبریا سے شرف ہاتھ آئے ہیں
رتبے یہ بندگی خدا ہی میں پائے ہیں

ق۷

کیا ذکر انس و جن کہ ہیں محکوم وحش و طیر
کوئی عمل قبول نہیں انکی حب بغیر
دوزخ جگہ ہے انکی جو رکھتے ہیں ان سے بیر
دیکھیں گے انکے دوست ریاض جنانکی سیر
پشت و پناہ خلق ہیں یہ اور شفیع ہیں
یہ ہیں مطیع حق تو سب ان کے مطیع ہیں

ق۸

ہوں کس زباں سے آلِ نبیؐ کے شرف بیاں
عاجز ہے انکی مدح میں کرّوبین کی زباں
یہ بھی ہیں آل پاک میں لاریب بے گماں
یعنی شبیہ ختم رسل اکبر جواں
ہم لوگ جنکی تشنہ دہانی پہ روتے ہیں
پیر و جواں سب انکی جوانی پہ روتے ہیں

*

۹

کیوں ہو منعدا نہیں ہے یہ انصاف کا مقام
سنجیدہ ہو رہیں حال شہنشاہ زمن کا نام
آنکھوں سے اپنے آکے جو حاجت ہے یہ تمام
کیا آلِ نبی کی اپنی سے آگے لئے امام
کیا آئے ہیں لبوں پہ بیاں غمِ اکبر کی کھائے ہیں
کیا دو دو غش جوانا بوڑھا وہ اٹھائے ہیں

۱۰

جس طرح راہ و لیں سے نکتا ہو یہاں پر نہیں ہے لکھا
اسکو زبان حال سے کرتا ہو بیاں یہ ادا
جب بد میں شہید ہو گئے عباس و فنا
مثل بلال چھا گئے آئے تا ساستہ ہو صدا
تھا غم سے بھائی کے لالا نے ستانے لگے
بیچیں جیسا اُدھر سے آئی تھی ہیں اور ویلا نے لگے

۱۱

فرمانے لگے سیپر سے کہ سرکار لال کیا یا رب
کس طرح قاتل بھائی سے میں نے جدا کرو دل
دیتا کبھی کسی کا راہ میں اب کیا وہ دل کرو دل
سنا ہے سے آبرو رہا ثابت نہ شرم سے خدا دار دل
رات دن دیر سے بیت عابد اس لیٹ گئے
کیا لاتیں اٹھا کر اول ہاتھ دو بیکار ہو گئے

۱۲

بہتر ہے کہ چھوڑ کے لاشہ نہ جائیں ہم
جس جا سنان و تیر و سپر تیغ کھائیں ہم
کیوں اتنی دیر ہجر کی ایذا اٹھائیں ہم
راہِ خدا میں حلق اسی جا کٹائیں ہم
جیتے ہیں کب سے آپ اب جانے جدائی
مستے کبھی پیاسے بھائی سے جدا ہیں بھائی

×

۲۱۳

کہسار [illegible] عرض کا [illegible] ہیں
[illegible] ہیں
[illegible] امید وار ہیں
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۲۱۴

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۲۱۵

[illegible] لگا ہے [illegible] ہے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

۲۱۶

[illegible] شاہ کے [illegible]
[illegible] سلطان [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] علم [illegible]

۱۷

بل کر جسم جو کرنے لگی نالہ و بکا
گویا کہ اک قیامت کبریٰ ہوئی بپا
حضرت نے رو کے خواہر ناشاد سے کہا
زینب کہاں ہے زوجۂ عباسؑ باوفا
کہدیں کہ رو کے اُسے نہ یوں پیٹے جیب کو
پر حاضر درد دیتا ہے اُس بے نصیب کو

۱۸

حضرت تو کہہ کے یہ متوجہ ہوئے اُدھر
اکبرؑ نے ماں سے عرض یہ کی ہاتھ جوڑ کر
ہوتی ہے احتیاج کسی طرح کی اگر
ماں باپ ہی سے کہتے ہیں فرزند بے خطر
شفقت سے چارۂ دلِ دلگیر کرتے ہیں
امکان بھر وہ کوشش و تدبیر کرتے ہیں

۱۹

پڑتا ہے والدین پہ گر کوئی وقت بد
اولاد ان کو دیتی ہے ہر طرح کی مدد
بے حکمِ حق بلا نہیں ہوتی اگرچہ رد
جو ہیں سعید کرتے ہیں لیکن وہ جد و کد
دارِ محن میں خرم و دلشاد رہتے ہیں
اُن کی دعا جو لیں وہی آباد رہتے ہیں

۲۰

چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے وہ غم کی مبتلا
بولی فدا ہو ماں ترے دلبر یہ کیا کہا
مرنے کی مجھ سے مانگنے کو آئے ہو رضا
بس بس نہیں نہیں یہ نہیں میرا مدعا
بابا سے بھی کہیجے خواہش یہ میری ہے
کہدیجیے پھوپھی سے گذارش یہ میری ہے

۴۲۱

کرتا ہوں عرض جو اُسے سنیے ذرا بغور
آمادہ قتلِ شہ پہ ہیں سب بانیانِ جور
بچنے کا شاہ کے نظر آتا نہیں ہے طور
میرے سوا فدائیوں میں کون اب ہے اور
تنہا ستمگروں میں امامِ جلیل ہیں
اک بھائی رہ گئے سو مریض و علیل ہیں

۴۲۲

انصاف کیجیے کہ مناسب ہے مجھ کو کب
مرنے کا یہ محل ہے کہ جینے کی ہے یہ جا
گر قتل ہو گئے مرے آگے شہِ ہدیٰ
پھر کس کو منہ دکھاؤں گا میں بولیے ذرا
اس وقت میں عزیز کروں جان امام سے
یہ امر تو ہوا ہے نہ ہوگا غلام سے

۴۲۳

باتیں یہ ہو رہی تھیں کہ خود آ گئے امام
چپ ہو گیا ڈر کے ادب سے وہ تشنہ کام
کہنے لگے یہ یار سے شاہِ بلند نام
خاموش کس لیے ہوئے اے میرے لالہ فام
حاجت تھی نہ لحاظ کی اس دم نہ پاس کی
کچھ بھوک کا تھا ذکر کہ باتیں تھیں پیاس کی

۴۲۴

کی عرض اُس نے فضل سے نہ بھوک ہے نہ پیاس
حضرت کو رنج ہے یہ نہ کیونکر ہوں اداس
کہنے لگے یہ شاہ سے باادب حق شناس
اے بادشاہِ کون و مکاں اے فلک اساس
مجھ خستہ جاں سے سعی کے یہ خواستگار ہیں
ان کی رضا کے آپ امیدوار ہیں

۲۵

خاطر سے انکی عرض تو کرتی ہوں لاکلام
مالک ہیں آپ دیں کہ نہ دیں اذن یا امام
رکھا جگر پہ ہاتھ یہ بولے شہ انام
منظور حق یہی ہے نہیں عذر کا مقام
داغ انکا لیے وقت میں قسمت دکھائیگی
تقدیر آج ہے انھیں بھی پھر آئیگی

۲۶

بانو سے پھر یہ کہنے لگے شاہ خوش خصال
ہم سے عبث اجازت میداں کا ہے سوال
ہم تم ہیں کون دیں لیں کرو تو ذرا خیال
پالا انھیں جنھوں نے وہ دیں رخصت جدال
گھر میں وہ فاطمہ کی جگہ لاکلام ہیں
مختار اُن کی زینب عالیمقام ہیں

۲۷

کہنے لگیں یہ شاہ سے بانوے دل حزیں
ارشاد یہ بجا ہے سب اے بادشاہ دیں
بولے امام سے باادب اکبر حسیں
مجھ کو مجال عرض پھوپھی جان سے نہیں
ایسا نہ ہو کہ مورد غیظ و عتاب ہوں
فرمادیں آپ سعی تو میں کامیاب ہوں

۲۸

فرمایا تم نے سعی کو حاضر ہے یہ پدر
ہاں سچ ہے ہم تو قابلیت رکھتے ہیں نہ جگر
اے لال اس معاملہ سے تم ہو بے خبر
افسوس ہے کہ تم نہ ہوئے صاحب پسر
تم مطمئن ہو ہم جو جگر کو سنبھالے ہیں
واقف ہمارے درد سے اولاد والے ہیں

۳۲۹

گریاں ہے یہ کہہ کے شہنشاہِ بحر و بر
اور یاس سے رخِ علی اکبر پہ کی نظر
لب پیر کے ہلا تو پھرا یہ بچشمِ تر
آئے قریبِ خواہرِ ناشاد و نوحہ گر
وا بابا پاس اپنے ہم ان کو لاتے ہیں
داغِ فراق دے کے خواہر کو جاتے ہیں

۳۳۰

ہو حکم اب لگا تو یہ جنگ کو جائیں یہ
بے جسم نازنین تیغ و تبر پہ کھائیں یہ
پوشاک بدلیں اور لہو میں نہائیں یہ
صورت عروسِ مرگ کو جا کر دکھائیں یہ
موقع نہ عذر کا نہ شکایت کا وقت ہے
جلد اذن دیجیے کہ یہ عجلت کا وقت ہے

۳۳۱

سنتے ہی یہ ہوئی وہ جگر خستہ بے حواس
اٹھا جو درد تھام لیا دل بدردِ یاس
رو کر دیا جواب کہ یا شاہِ حق شناس
باقی یہی تو ایک ہے میری زندگی کی آس
داغ ان کا دل پہ پہنچے تو زینب بے حال ہے
میری تو عمر بھر کی کمائی یہ لال ہے

۳۳۲

کس منہ سے یہ کہوں کہ سدھارو وغا کو جاؤ
اس گل سے تن پہ نیزہ و خنجر کے زخم کھاؤ
اس دھوپ میں جا کے خون میں نہاؤ
دو دن کی پیاس آبِ دمِ تیغ سے بجھاؤ
دانستہ کھو دوں ہاتھ سے اس خوش جمال کو
تلواریں کھانے بھیجوں میں اپنے لال کو

۳۳

بولے حسینؑ ہاں کوئی چارہ نہیں بہن
قسمت پہ اختیار ہمارا نہیں بہن
ہمکو بھی داغ انکا گوارا نہیں بہن
امت سے بڑھکے پر کوئی پیارا نہیں بہن
ایذا اٹھانا ہے راحت کے واسطے
سب کچھ ہے یہ شفاعت امت کے واسطے

۳۴

دی چند بار صبر کی حضرت نے جب قسم
مجبور ہوکے بولیں یہ زینب اسیر غم
اس وقت کاش تن سے نکل جائے میرا دم
چھٹتا ہے پالا پوسا مرا لال ہے ستم
بس ہو تو اپنی جان پر اسکی بلاؤں میں
اے میرے مہ لقا تجھے کیونکر بچالوں میں

۳۵

یہ کہہ کے پیٹنے لگی سر وہ جگر فگار
حضرت بھی روئے اور ہوئے اکبر بھی اشکبار
ہمشکل مصطفا کو بلا کر بحال زار
منہ رکھکے منہ پہ بولیں کہ جاؤ پھوپھی نثار
میری بھی زندگی کا سہارا کوئی نہیں
کیونکر رضا نہ دوں مجھے چارا کوئی نہیں

۳۶

زینب کے اس بیان سے محشر ہوا بپا
تسلیم کرکے ہٹ گئے ہمشکل مصطفا
جانے لگا جو خیمے سے باہر وہ مہ لقا
دوڑی کلیجہ تھام کے ماں غم کی مبتلا
سر کھولے اور چاک گریباں کئے ہوئے
فضہ کھڑی تھی خیمہ کا پردہ لئے ہوئے

۳۷

تھے آگے آگے اکبرِ ناشاد و نوجوان
اور پیچھے پیچھے تھا سرِ جگر فگار زمان
سر کھولے نکلی جاتی تھیں ہمراہ بی بیاں
بہنیں پکارتی تھیں کہ بھیا چلے کہاں؟
آلِ نبی کو داغ تھا تازہ رسول کا
گویا نکل رہا تھا جنازہ رسول کا

۳۸

باہر نبی کی شان سے نکلا وہ آفتاب
عالم ہوا تجلّیِ عارض سے فیضیاب
حاضر تھا در پہ سے جو سمندِ صبا شتاب
دامن کمر میں رکھ کے بڑھے مثلِ بوتراب
پہلو میں آ کے ہاتھ کو ڈالا جو باگ پر
ثابت ہوا کہ رکھ دیا پارہ کو آگ پر

۳۹

زیبا ہے سن کی راہ سے شوخی نہیں فضول
راکب کے حکم سے کبھی کرتا نہیں عدول
یکساں اسے فضا ہے بیاباں ہے عرض و طول
گھوڑے پہ یہ براق پہ بیٹھے ہیں یا رسول
غل ہے کہ خاص تھا یہ شرف آج کے لئے
دن کو رسول جاتے ہیں معراج کے لئے

۴۰

پھر پھر کے منہ سوار کا تکتا ہے بار بار
شعلہ سا سوئے اوج لپکتا ہے بار بار
مانندِ برق تھم کے چمکتا ہے بار بار
بڑھتا ہے بار بار سرکتا ہے بار بار
موزوں ادا ہر ایک ہے اس کی نگاہ میں
سائے سے اپنے کھیلتا جاتا ہے راہ میں

×

۴۲۱

ہے دم قدم کے ساتھ سدا سرعت و شتاب
دریا ہرا کے ہے اسکی روانی سے آب آب
حیرت سے اسکو دیکھ کے کہتے ہیں شیخ و شاب
ہے زیرِ زیں سمند کہ بجلی تہِ سحاب
آئے نہ غیظ کیوں کہ ہے دن چڑھا ہوا
جیسے صبا کے رعد سے بھی ہے بڑھا ہوا

۴۲۲

پہونچیں گے جست و خیز کو اسکی غزال کیا
کیا پائے عقل سرعت و وہم و خیال کیا
شہرت ہے ورنہ کبک دری کی ہے چال کیا
پاسے نسیم گرد قدم کو مجال کیا
مانع اگر نہ تیز پری کا سوار ہو
مثل نظر یہ شیشۂ گردوں کے پار ہو

۴۲۳

وہ چھوٹے چھوٹے کان وہ آنکھیں بڑی بڑی
گردن پہ بال حور کی ہیں کاکلیں پڑی
قطرے عرق کے ہیرے کی پریں ہیں یا جڑی
غنچہ ہے سمٹ کے اگر باگ ہو کڑی
زینت کی اس فرس کیلئے احتیاج ہے
طناز ہے حسین ہے نازک مزاج ہے

۴۲۴

ترسا ہے جس سے حور وہ چہرہ ہے لاجواب
وہ نرم نرم رونگٹے مخمل کا جیسے خواب
رشک نجوم کیلیں ہیں سم رشک ماہتاب
دونوں کے حسن کا ہے عوض عالم شباب
قابل صفت کے قد بھی ہے اور پیش و پس بھی ہے
پیارا سوار اگر ہے تو پیارا فرس بھی ہے

×

۴۵۴

لو عزمِ کارزار ہوا آستیں چڑھی
وا رنگاہ پر بد یقیں چڑھی
ابرو چڑھے کہ سان پہ شمشیرِ کیں چڑھی
جن ہٹ کے سر پہ تیغِ قضا اور دیں پہ تیغ آئی
کُند الفیں ہوئی صفِ [illegible]
نیچے اُٹھا یا تیر جری نے [illegible]

۴۵۵

چمکی یہ برق گری مورچے سے ہٹے
بجلی ہوئی صفوں میں سپاہ [illegible] منہ کے
[illegible] دو بدو بچے ہوں جب سنان اُلٹ گئے
لاشیں گریں زمیں پہ گرے جا بجا پٹے
تلوار جب تن پہ گلی [illegible] سر کو اُڑا دیا
تن کو زمیں پہ خون کا چھڑکاؤ کر دیا

۴۵۶

پہلے ہی حملے میں صفِ اول کو دو کیا
اور پیل کا سر اُڑا کے اس پیل کو دو کیا
اسوار کو کبھی کبھی پیدل کو دو کیا
یہ سناں آگاہ [illegible] تن جسم [illegible]
[illegible] زن نبائے [illegible]
سب با عین لودالیا دم میں [illegible]

۴۵۷

جب تیغ چمکی پانی [illegible] گئے
ڈھیلے ہوئے جو عزم تو دل ٹوٹ گئے
لے سر تمام فوج کے سر [illegible] گئے
جاں آئنہ جو بیچ تیغ [illegible] گئے
خطرے مقتول [illegible] خطر و بیم [illegible]
[illegible] ہوئے تو تقسیم کر گئے

۴۹

غیظ آگیا پسرِ شہِ تشنی اس لالہ فام کو
دیکھا نگاہِ قہر سے افواجِ شام کو
لیکر زبانِ پاک سے حیدر کے نام کو
کھینچا کمال طیش میں آکر حسام کو
برہم ہوا مزاج بل ابرو پہ پڑ گئے
اُسکے جو تیور شیر کے بیٹے بگڑ گئے

۵۰

ساقی رحیقِ طیب و طاہر پلائے آج
ہونٹوں سے میرے جام لبالب لگائے آج
مستوں کو اپنے بزم میں آکر چھکائے آج
شیشے خُمِ غدیر سے بھر کر لنڈھائے آج
مانع نہیں ہوں میں کسی زاہد کے باب میں
تر کر دے آج جامہ تقوی شراب میں

۵۱

دے مے پلا نشاط کا جس سے وفور ہو
وہ مے پلا کہ جس کا نہ زائل سرور ہو
وہ مے پلا خمارِ خودی جس سے دور ہو
وہ مے پلا نہ عقل میں جس سے فتور ہو
بے ہوش ہو کے ہوش و خرد سے میں کام لوں
بہکوں بھی گر تو ساقی کوثر کا نام لوں

۵۲

ساقی ابھی چھکا نہیں میں ایک جام اور
دریا دلی میں چاہیے ہے اہتمام اور
آبِ سخن کے آتے ہیں تشنہ کام اور
یہ بزم اور طرز کی ہے یہ مقام اور
مجلس میں تو ہو اور صراحی میں پھول ہو
جب تک نہ ختم بزمِ شبیہِ رسول ہو

٦١

ہے بسملوں کی جان پہ ایذا و درد و کرب
نقشیدہ سوئے شرق ہیں پھر چھپیں عجب
کھنچے ہیں اہل نمر کا کریں کس طرح سے حرب
بیکار ہو گئے ہیں سب آلات حرب و ضرب
ثابت کسی کے پاس نہ خنجر نہ ڈھال ہے
پھیرے ہوئے ہیں منہ کو یہ تیغوں کا حال ہے

٦٢

بھالے خمیدہ خوف سے بکتے ہیں سب سناں
چھپائے گوشہ سر کو جھکائے ہے ہر کماں
ہے اپنی اپنی راہ ہر اک تیر بھی رواں
خنجر ہیں دم بخود کہ نہ منقطع ہو زباں
اس خوف کے اثر کی کوئی انتہا نہیں
لرزہ جگر سے نیزوں کے اب تک گیا نہیں

٦٣

ہیں موذیوں کو جان کے لالے پڑے ہوئے
افسردہ سب ہیں موت کے پالے پڑے ہوئے
خنجر بھی ہیں زباں کو نکالے پڑے ہوئے
نیزے ہیں یا زمیں پہ ہیں کالے پڑے ہوئے
دہشت سے مرغ تیر کے ہوش اڑنے والے ہیں
زاغ کماں بھی خوف سے پر ڈالنے والے ہیں

٦٤

کیا وصف تیغ دلبر شبیر ہو بیاں
عاجز صفت میں اسکی ہے مداح کی زباں
کم ہے جو تولیں موتیوں میں اسکو قدرداں
قیمت خراج مصر بھی ہو تو نہیں گراں
بانکی ادا ہے قہر و ستم آن بان ہے
جوہر شناس کہتے ہیں مول اسکا جان ہے

۶۵

دیتا ہے خون میں ڈوب کے چلنا غضب بناو
جوہر پہ ضوفشاں ہیں کہ ہیرے کا ہے جڑاو
خون پیکروں کے کرتی ہے بے لوث بے لگاو
لو کے ذرا کوئی یہ کسیکا نہیں ہے او
جاتی ہیں جانیں جب وہ چال سے آتی ہے
ہے سرخ پیرہن کہ لہو میں نہائی ہے

۶۶

ہے جوہروں سے اپنے سراپا چمن یہ تیغ
الماس وش یہ تیغ ہے آئینہ تن یہ تیغ
ہے مثل شمع زیب دہ انجمن یہ تیغ
سیکھے ہے ذوالفقار علی کا چلن یہ تیغ
منظور اسے بھی قتل عدو بے دریغ ہے
یہ بھی سلاح خانۂ حیدر کی تیغ ہے

۶۷

ممکن نہیں ہے زخم کا اسکے کوئی علاج
ہے آب گوں بنا ہے مگر آگ کا مزاج
شان خدا ہے اسکے عناصر کا امتزاج
حاجت نہ سان کی ہے نہ صیقل کی احتیاج
کچھ کم نہیں برش میں علی کی حسام سے
صیقل ہے اسکے واسطے کھنچنا نیام سے

۶۸

ہے بے نظیر حسن میں اور آب و تاب میں
دیکھا نہ ہوگا جو ہے یہ حسن خواب میں
اعدا کا خون پیا تو ہے غیظ و عتاب میں
دھبہ ذرا نہیں ہے تن لاجواب میں
رخ صاف صاف ہے تو زباں لال لال ہے
ہے خوں کی چھینٹ بھی تو کہیں خال خال ہے

۷۶۹
تیر و کمان و گرز بہم کٹ کے گر پڑے
تیغیں مثال خامہ قلم کٹ کے گر پڑے
اونچے ذرا ہوئے تو علم کٹ کے گر پڑے
فرق سران فوج سے سم کٹ کے گر پڑے
سر اُنکے فرش خاک پہ تھے خاک زین پر
نخوت سے پاؤں رکھتے نہ تھے جو زمین پر

۷۷۰
آئے جو تیر مثل قلم کٹ کے رہ گئے
ذلت ملی کہ اہل ستم کٹ کے رہ گئے
اسوار و راہوار بہم کٹ کے رہ گئے
بھاگے پیادے گر تو قدم کٹ کے رہ گئے
نازل عجیب قہر کا اُس دم عذاب تھا
دوزخ میں جانیوالوں کا یہ با تراب تھا

۷۷۱
کی دیر تک جو دلبر حیدر نے یوں جدال
مسمار ہو گئے یہ ہوا لشکروں کا حال
بڑھتا مقابلہ کو یہ کسکی تھی پھر مجال
فرزند بوتراب کا چمکا ہوا جلال
استادہ ہو گئے وہیں رہوار روک کے
ہاتھوں کو پونچھنے لگے تلوار روک کے

۷۷۲
اصرار سے یہ دلی علی اکبر جواں
تھے مطمئن قریب تھا گو لشکر گراں
سوکھے ہوئے لبوں پہ پھرائی کبھی زباں
پونچھا کبھی لہو کبھی چٹکائیں انگلیاں
نعرہ کیا مثال اسد گاہ جھوم کے
او دیا علی کہا کبھی قبضے کو چوم کے

۴۳

غافل سمجھ کے انکو یہ بولے وہ بے ادب
اللہ کیا لڑا ہے یہ دو دن کا تشنہ لب
دم لیکے اب جو آ پڑا ضیغم بصد غضب
پھر خاتمہ ہے فوج کا اتنا سمجھ لو اب
ہے مغتنم کہ ایسے میں یہ شیر دور ہے
اسوقت بھاگ چلنے کا موقع ضرور ہے

۴۴

آمادہ گریز ہوئے تھے وہ بد خصال
جو بیکسی کا شہ کی انھیں آگیا خیال
پھر غیظ آیا پھر ہوا چہرہ غضب سے لال
پلٹا ہزبر پھر طرف مجمع شغال
کیا تھمتے پاؤں قوم ضلالت پناہ کے
آخر قدم اکھڑ گئے ساری سپاہ کے

۴۵

سب نے پھرائیں گھوڑوں کی باگیں جو ایکبار
پیدل بچل کے رہ گئے رن میں بیشمار
کڑکا کے راہوار و نکل کر جو سب سوار
پیچھے چلی پیادوں کی ٹوٹی ہوئی قطار
آثار زلزلے کے جو سب آشکار تھے
لشکر بھی بھاگنے کیلئے بیقرار تھے

۴۶

آثار سب تھے قہر الہی کے آشکار
گردوں سے برسی آگ زمیں کو چڑھا بخار
آیا جو زلزلہ تو اٹھی گرد ایکبار
پہونچا بلند ہو کے سر چرخ تک غبار
واں جائے نار خاک کا انبار ہو گیا
یاں خاک کا کرہ کرہ نار ہو گیا

۷۷

سمجھے ملائکہ کہ ہے یہ ساعت نشور
اٹھے جگہ سے اپنی سرافیل لے کے صور
آندھی سیہ چلی متلاطم ہوئے بحور
کانپی زمیں پہاڑ کے شق ہوئے قبور
سامان حشر ران میں نمودار ہو گئے
مردے لحد سے اٹھنے کو تیار ہو گئے

۷۸

چلتی ہے باد تند لرزتے ہیں کوہسار
شدت تھی گرد کی کہ ہوا کو بھی تھا فشار
طوفاں ہوا تھا خاک کے دریا میں آشکار
اٹھتا تھا کانپ کانپ کے ہر ذرۂ غبار
طاری ہراس کیوں نہ ہو سارے جہان پر
ڈر کر زمیں چڑھ رہی تھی آسمان پر

۷۹

دیکھا حسین نے جو حر کی وفا کا حال
بھر لائے اشک آنکھ میں صدمہ ہوا کمال
آواز دی لپک کے کہ اے میرے نونہال
اس تشنگی میں دھوپ میں یہ جنگ و جدال
ایسی لڑائی خلق میں دیکھی سنی نہیں
افسوس ہے کہ آج جہاں میں علی نہیں

۸۰

ہوتا تمھاری موت کا مجھ کو اگر یقیں
دیتا دعائے طول حیات ایسی شان نہیں
جاتے ہو تم تو آج سے گلشن بریں
کس کس کے لیے دعا کریں اے میرے مہ جبیں
ہے یہ دعا کہ فرق نہ آئے حواس میں
اللہ صبر دے تمھیں دو دن کی پیاس میں

۸۱

لیٹا ہے کھیت بیچ سے دلبر گہر بار بار
و ہاں پا جائے راہ اپنی یہیں ہو نثار
سیدان میں پڑے ہیں ہمیں پیادہ و سوار
دیکھا گیا ہے قتل پہ نیزہ ہے تاک کے سوار
رادہ ہے بیسہ پہ شام ورد ہے
چار دن طرف سے فوج ستم کا ہجوم ہے

۸۲

انبوہ فوج دیکھ کے صفدر نے ایک بار
کھینچی لی نیام سے شمشیر آبدار
کاٹے قدم پیادوں کے سب سر سے سر سوار
نیزے اٹھا اٹھا کے گرے سب سپاہ شعار
ٹھا ما کا بعد میں جناب امیر نے
[illegible]

۸۳

کھائی سنان لڑکا کہ یہ وہ لاچار ان گرا
اٹھا وہ تیغ سے وہ ناتوان گرا
دیدہ صدا یہ تھی کہ وہ سر خاک پر ان گرا
جلاد آ کے کھولا سے تو پھر آیا در بھون
ٹوٹ لعین الا ہے کہ آخری دیدار دیکھ لوں
حسرت یہ ہے

رباعی

دامن غم شاہ میں بھگونے والے
بیکس کے الم میں جان کھونے والے
کچھ دور نہیں ہے دیکھ لینا انھیں کل
ہنستے اٹھیں گے شہ کے رونے والے

رباعی

ہر گل سے ظہور قدرت باری ہے
کچھ طرفہ بہار طرفہ تیاری ہے
سمجھیں نہ رباعی اِسے اہل دانش
یہ باغ سخن کی چار دیواری ہے

سلام

مدحِ اہلبیت کی فردوس میں گھر لے لیا — اور اب کیا لیں گے جنت لے لی کوثر لے لیا

رو کے آنکھوں نے صلا آخر برابر لے لیا — ایک نے تسنیم لے لی اک نے کوثر لے لیا

دے کے دل ساقی کو ہم نے جامِ کوثر لے لیا — ایک ساغر دیدیا اور ایک ساغر لے لیا

تشنہ لب ہیں پاس کوثر اور ساقی بھی سخی — ایک ساغر پی چکے اور ایک ساغر لے لیا

اللہ اللہ یہ غلامیِ علی کا ہے شرف — مشکلیں حل ہو گئیں جب نامِ قنبر لے لیا

فرش قاقم کی جنھیں عادت تھی اُنسے پوچھئے — قبر میں سونے کو بھی ہمراہ بستر لے لیا

جب چلے مرنیکو ہمشکل نبی بولے حسین — اذن ماں سے جنگ کا اے لال کیونکر لے لیا

جب خبر رضواں نے کی جنّت میں آتے ہیں حسین — ہاتھ میں زہرا نے بھر کر جامِ کوثر لے لیا

تیغِ کیں رکھنے لگا جب شمر حلقِ شاہ پر — کہہ کے بسم اللہ ماں نے گود میں سر لے لیا

شرمسار ایسا ہوئے اپنے گناہوں سے عروج
منہ پہ اپنے گوشۂ دامانِ محشر لے لیا

۵۱

صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر
پھر ہے عجب اندوہ و مصیبت کی سحر
ہے جو قتل پسر شاہ ولایت کی سحر
صبح محشر سے بھی افزون ہے یہ آفت کی سحر
شکل غم روز شہادت نے جو دکھلائی ہے
صبح بھی چاک گریبان کئے آئی ہے

۵۲

ہے جو آنے کو گل فاطمہ پر ابر خزان
کسی گلشن میں نہیں کوئی خوشی کا سامان
ایسی خاموش ہے قمری کہ نہیں جسم میں جان
قلب بلبل ناشاد کے اٹھتا ہے دھوان
قطرۂ شبنم کے نہیں ہیں یہ فلک روتا ہے
باغ پر اوس پڑی ہے یہ عیان ہوتا ہے

۵۳

گل سے بلبل یہ بیان کرتی ہے با دیدۂ تر
آج کس طرح کی دنیا میں یہ آئی ہے سحر
غنچہ سنجی کی مجھے تاب ہے نہ تیری خبر
خود بخود چشم چھلک جاتی ہے مثل ساغر
باغ کی سیر سے دم اور بھی گھبراتا ہے
خار اندوہ و الم دل میں کھٹک جاتا ہے

۵۴

آج ہر غنچہ پہ عجب طرح کا ہے عالم یاس
جسکو دیکھو وہ ہے سر تا بقدم شکل ہراس
فاختہ سرو پہ شمشاد پہ قمری ہے اداس
ماسوا اس کے کسی گل میں نہیں ہے بو باس
جو ہے گلشن میں وہ فریاد کو آمادہ ہے
سرو ماتم کے لئے باغ میں استادہ ہے

ش ۵

باغ ویران نظر آتا ہے مجھکو اس دم
کیا عجب ہے کہ نکل جائے تن زار سے دم
شاخیں مرجھا گئی ہین سر جھکا کے زمین سے پیہم
ہر شجر بار مصیبت سے ہوا جاتا ہے خم
پھول شکل اپنی دکھاتے نہیں خزان ہو کے
بال بکھرائے ہین بلبل نے پریشان ہو کے

ش ۶

خوف سے کانپتا ہے باغ کا ایک ایک شجر
آج ہر شاخ گل ہے موج ہوا مثل تبر
پیچ ہے غنچے مین تو چلتا ہے جگر پہ خنجر
گل جو کھلتا ہے تو شق ہوتا ہے سینے مین جگر
چشم نرگس ہے کہ جون غیظ مین گھورے کوئی
غنچے ہنستے ہین کہ جس طرح بسورے کوئی

ش ۷

باغ مین آکے صبا نے جو اڑائی ہے خاک
نظر آتی ہے ہر اک پھول کی میلی پوشاک
حال یہ دیکھ کے سینے مین جگر ہے صد چاک
بلبلیں نالہ و افغان سے کئے دیتی ہین ہلاک
آج گلشن مین ہوا بس کہ بُری چلتی ہے
دل ناشاد پہ رہ رہ کے چھری چلتی ہے

ش ۸

یہ اداسی نہین بے وجہ میان گلشن
یہ صدا آتی ہے چلتی ہے ہوا جب سن سن
آج لٹ جائیگا محبوب الٰہی کا چمن
مصطفےٰ نکلے ہین جنت سے بصد رنج و محن
آج دنیا مین عجب ظلم و ستم ہووے گا
باغ زہرا و محمد کا قلم ہووے گا

۹

گلشنوں میں ہیں ادھر مرغ سحر نوحہ کناں
کربلا میں چمن شہ پہ ادھر آئی خزاں
اوس سحر کو ہے عجب رنج والم کا ساماں
گرد میں اہل حرم بیچ میں سلطان زماں
بال کھولے ہوئے ناموس نبی روتے ہیں
ملکے خواہر سے حسین ابن علی روتے ہیں

۱۰

شاہ فرماتے ہیں زینب سے بصد آہ و بکا
ہو اب صبر کرو ہے یہی قسمت میں لکھا
ہو لازم ہے بہن وعدۂ طفلی کی وفا
آج کٹ جائے گا سر اس میں نہیں فرق ذرا
عصر کے بعد یہ سب گھر وار لٹ جائے گا
ساتھ جنگل میں بہن بھائی کا چھٹ جائیگا

۱۱

ابھی رو و نہ بہن تم کو رسالت کی قسم
لاؤ جو کچھ ہے بزرگوں کا تبرک اس دم
ہاتھ سے اپنے سجا لاے محمد کا علم
رایت احمد مرسل کی زیارت کریں ہم
اور تو شان و حشم کچھ مجھے درکار نہیں
میرے لشکر کا مگر کوئی علمدار نہیں

۱۲

سن کے ارشاد امام دو جہان وہ غمناک
لائی کشتی میں رسول عربی کی پوشاک
دیکھا ملبوس محمد تو ہوا دل صد چاک
رکھ لیا فرق پہ عمامۂ شاہ لولاک
پہلے پیراہن محبوب خدا کو پہنا
شوق سے پھر شہ مردان کی قبا کو پہنا

۱۳

لے خوشا حسن رخ پاک امام دوسرا
ہوئی نور تن روشن سے منور وہ قبا
چست ہو کر جو بدن سے وہ ہوئی چسپیدہ
جسم کے رنگ سے رنگ اوسکا گلابی سا ہوا
نور یہ چھن چھن کے ہر اک چشم میں در آنے لگا
ابر باریک میں خورشید نظر آنے لگا

۱۴

شہ نے پوشاک پہن کر بصد اعزاز و وقار
داب سے میں مثل علی لیکے لگائی تلوار
عرض کی بڑھکے یہ زینب نے کہ خواہر ہو نثار
آپنے حکم کیا ہے کہ علم ہو طیار
ہو جسے مد نظر اوسکو عنایت کیجئے
علم فوج پیمبر کی زیارت کیجئے

۱۵

سنکے یہ زینب ذیجاہ سے بولے سرور
تم رہو انکی جگہ اٹھ گئیں جب سے مادر
آج ہے کون بزرگون میں ہمارے سر پر
تم جسے چاہو اوسے دو یہ علم اے خواہر
بجا حق ہے وہی سب آج طلبگار بھی ہیں
بھائی عباس بھی ہیں آپکے دلدار بھی ہیں

۱۶

عرض کی حضرت زینب نے کہ یا شاہ امم
آپ مالک ہیں جسے چاہیں اوسے دیں یہ علم
میرے نزدیک تو ہیں عہدے کے لائق اکرم
کوئی عباس سے بہتر نہیں خالق کی قسم
سب میں ممتاز و نمودار ہے فائق ہے وہی
حق تو یہ ہے کہ علمداری کے لائق ہے وہی

۱۷

سنکے ہمشیر سے شبیر نے فرمایا
ہاں بہن سچ ہے یہی تم نے جو اس وقت کہا
میرے لشکر میں نہیں ایک جوان بھی ایسا
صاف ظاہر ہے کہ تصویر علی ہے گویا
کیا کہوں جو ہے مجھے اس سے محبت زینب
وہی اس چھوٹے سے لشکر کی ہے زینت زینب

۱۸

سنکے شبیر نے فضہ سے یہ ارشاد کیا
جاکے عباس دلاور کو خبر کر دے ذرا
یاد کرتی ہیں تمہیں بنت شہ عقدہ کشا
جاکے فضہ نے جو عباس علی سے یہ کہا
حکم شہ سنتے ہی گھر میں وہ دلاور آیا
سامنے خواہر شبیر کے صفدر آیا

۱۹

جوڑ کر دست ادب عرض یہ کی بعد سلام
یاد فرمایا تھا کس واسطے حاضر ہے غلام
بھائی سے ہنسکے یہ فرمانے لگی شاہ انام
کوئی تشویش کی جا ہے نہ تردد کا مقام
دختر فاطمہ ہیں اوج و حشم دینے کو
تم کو زینب نے بلایا ہے علم دینے کو

۲۰

بولیں الفت سے علم ہاتھ میں لیکر زینب
لو اے بھائی مبارک ہو تمہیں یہ منصب
یہ سنا زینب ذیجاہ سے عباس نے جب
کرکے تسلیم نشان دوش پہ رکھا با ادب
ہو گئے شاد تمنا سے دلی بر آئی
تازگی سی رخ عباس علی پہ آئی

۲۱

مل گیا اوس سے شبیر کو جو وقت علم
بولے خواہر سے یہ پھر رو کے شہنشاہ امم
لو بہن جاتے ہیں اب سوے طرف فوج ستم
بے لڑے اب کوئی چارہ نہیں گو فوج ہے کم
غم نہیں مجھکو جو سر تن سے جدا ہو جاوے
ہے گراں امت کا کس طرح بھلا ہو جاوے

۲۲

بس یہ فرما کے چلا فاطمہ کا نور نگاہ
تھے علمدار بھی ہمراہ امام ذیجاہ
بڑھکے عباس نے پردہ جو اوٹھایا ناگاہ
خادمان در دولت نے کہا بسم اللہ
ہان خبردار امام ازلی آتے ہیں
باادب ہو کہ حسین ابن علی آتے ہیں

۲۳

سب رفیقوں نے کیا شاہ کو پیدل مجرا
پھر وہ تب کیا اوس چھوٹے سے لشکر کا پرا
باز و شہ سے نے پھریرا جو نشان کا کھولا
علم سبز سے آنے لگی طوبیٰ کی ہوا
نور پنجے کا پھریرے سے جو نکلا چھن کے
سنگ در بن سے ہوئے تابندہ زمرد بن کے

۲۴

اوس پھریرے سے جو مل مل کے نکلتی تھی ہوا
خلد کی بو سے بسا جاتا تھا جنگل سارا
آنکھ خورشید کی جھپکاتی تھی پنجے کی ضیا
تھا میسر جو اوسے قرب امام والا
خود علم کہتا تھا کیوں اوج میں میں کیسا ہوں
فرق پر شاہ کے ہوں سایہ فگن ایسا ہوں

۲۵

وصف کیونکر علم شیر خدا کا ہو بھلا
وہ علم ہے کہ جو لشکر میں محمد کے رہا
وہ علم ہے جو ہوا حمزہ و جعفر کو عطا
وہ علم ہے جسے احمد نے علی کو بخشا
وہی اقبال، وہی اوج و حشم پایا ہے
آج عباس علی نے وہ علم پایا ہے

۲۶

جمع تھے زیر علم شہ کے عزیزان جری
جنکی توصیف بشر کیا نہ ملک سے ہو کبھی
کوئی ہمرنگ حسن ہے کوئی ہم شکل نبی
کوئی ہم صورت جعفر کوئی ہم شان علی
سب تھے ہم شکل و حسین صاحب جوہر سب تھے
جو تھے رشتے میں محمد کے وہ گوہر سب تھے

۲۷

شکل جنکا نہیں عالم میں وہ تھے ایسے حسین
چاند کی طرح سے ایک ایک کی روشن تھی جبین
صبح کو جس سے حلاوت ہو وہ باتیں نمکین
خوش بیان ایسے کہ شل دل کا زمانے میں نہیں
جس سے حظ دلکو ہو معنی میں نزاکت ایسی
مانتے تھے اہل زبان جنکو فصاحت ایسی

۲۸

ان میں کمسن تھا کوئی اور جوان تھا کوئی
گلبدن تھا کوئی اور غنچہ دہان تھا کوئی
خوش بیان کوئی تو اعجاز بیان تھا کوئی
ہمہ گیر ان میں تھا کوئی ہمہ دان تھا کوئی
حال افلاک و زمین جو تھا وہ سب جانتے تھے
جسکے جو دل میں ارادہ ہو وہ پہچانتے تھے

۲۹

ایک سے ایک یہ کہتا تھا بہادر ہنس کر
بھائی تلواروں میں ہم شاہ کے ہوں سینہ سپر
دوسرا کہتا تھا ہاں بھی ہے یہی مد نظر
لاکھ جانیں ہوں تو قربان شہ والا پر
حق ادا کر کے نمک خواری کا پھل پائیں گے
بھائی شہزادوں پہ صدقے ہمیں ہو جائیں گے

۳۰

ہو رہے تھے ابھی آپس میں یہ وعدہ یہ کلام
کہ سواری کو ہوا حکم شہنشاہ انام
سجا اصطبل سے آیا فرس برق خرام
دیکھ کر شان ہوا قدسیوں میں غل یہ تمام
کیوں نہ ہو اوج کہ مانند براق آج یہ ہے
فرس تخت دل صاحب معراج یہ ہے

۳۱

آ گئے نزدیک فرس بڑھ کے امام دو جہان
اپنے رہواروں کے پاس آ گئے سب پیر و جوان
یا علی کہہ کے رکھا ہاتھ جو بالائے عنان
مستعد ہو گئے چلنے پہ بجا ناز بھی یہان
جان جانے پہ جو تھے صاحب اقبال ہوئے
کھینچ کر تنگ رکابوں میں قدم ڈال دئے

۳۲

پشت مرکب پہ شہنشاہ حجازی آئے
گرد گھوڑوں پہ چڑھ چڑھ کے وہ غازی آئے
تیر کی طرح پھرتے ہوئے تازی آئے
متصل کعبۂ دین کے وہ نمازی آئے
عزم تائید امام دوسرا باندھ لیے
سب نے عقب شاہ پرا باندھ لیے

۳۳

شانِ حیدر سے شہنشاہِ حق آگاہ چلے
شیر نرگو بچے سوئے صفِ جنگاہ چلے
ساتھ سب یوسفِ مصرِ حشم و جاہ چلے
جنگ کے شوق میں حضرت کے ہوا خواہ چلے
نیزے سے تن تن کے جوانوں نے بہم قول لیے
ڈورے تلواروں کے سب غازیوں نے کھول لیے

۳۴

دو صفیں چھوٹی سی پیچھے ہیں اور آگے ہیں امام
صفِ اول میں عزیزانِ شہنشاہ انام
رفقائے شہِ دیں دوسری صف میں ہیں تمام
دل سے ایک ایک ہے ان میں شہِ مرداں کا غلام
ولولہ جنگ کا تھا تیغ و سپر باندھے تھے
نصرتِ شاہ پہ مدت سے کمر باندھے تھے

۳۵

مدح ہو کیا رفقائے شہِ دیں کی مرقوم
ہیں شرف اُن کے ہر اک پیر و جواں کو معلوم
سب کے سب رشتۂ والا گہری میں منظوم
آج تک خلق میں ہے اُن کی وفاداری کی دھوم
حُسنِ باطن جسے کہتے ہیں جمال اُن کا تھا
نقص ممکن نہیں جس میں وہ کمال اُن کا تھا

۳۶

عاشقِ پیرِ سلطانِ حجازی سب تھے
حافظ و قاری و ابرار و نمازی سب تھے
جنگ کی پیاس میں اس طرح کے غازی سب تھے
دستِ صیادِ اجل میں گلِ بازی سب تھے
کر دیے ظلم کی تیغوں نے سراپا ٹکڑے
ورقِ گل کی طرح ہو گئے اعضا ٹکڑے

۳۷

خوش بیان ایک سے ایک اور حسین ایک سے ایک
باخبر ایک سے ایک اہل یقین ایک سے ایک
لائق و فائق و ذیجاہ و گزین ایک سے ایک
صورت دانۂ تسبیح قرین ایک سے ایک
جنکا افسانہ زمانے میں ہے نام ایسا ملا
خوش نصیب ایسے کہ قسمت سے امام ایسا ملا

۳۸

ذی شرف ایسے کہ اشراف عرب میں ممتاز
سحر باتوں سے عیاں شکلوں سے پیدا اعجاز
شغلہ یاد حق و طاعت و تسبیح و نماز
آفرینش پہ انھیں بندوں کے خالق کو ہے ناز
دل میں وہ اور ولا کب وہ ولی رکھتے ہیں
خوف حق رکھتے ہیں یا حب علیؑ رکھتے ہیں

۳۹

وہ لب و لہجہ کہ خود جسپہ فصاحت ہو نثار
نمکین لب کوئی ہے اور کوئی شیریں گفتار
تھا جو ہر اک کو فدا ہونے میں بیحد اصرار
آئے میدان میں لیکر انھیں حضرت ناچار
اشقیا قتل پہ سادات کے آمادہ ہوئے
شیر جنگل میں صفیں باندھ کے استادہ ہوئے

۴۰

ختم کی حجت ناطق کے خلف نے حجت
تیر جسم آئے تو دی شہ نے وغا کی رخصت
غیظ سے ہو گئی کچھ اور ہی انکی حالت
جا پڑے فوج شقاوت پہ اسد کی صورت
سیکڑوں کٹ گئے لشکر کے جوان دم بھر میں
کر دیا خون کی ندی کو رواں دم بھر میں

۱۳۱

ایک اک شبیر نے سو سو کو کیا خون میں تر
بھر دیا لاشوں سے میدان وغا سر تا سر
تشنہ لب چند کہاں اور کہاں کل لشکر
چل سکا بس نہ کوئی ہو گئے زخمی صفدر
باری باری ہوئے آقا پہ فدا سب غازی
کر گئے حق رفاقت کو ادا سب غازی

۱۳۲

خیر تک ہو گیا خالی جو رفیقوں کا بھرا
کبھی تڑپے شہ دیں گاہ دم سرد بھرا
رو چکے تھے ابھی ان کو نہ امام دوسرا
کہ قلم ہونے لگا فاطمہ کا باغ ہرا
تھی بہار آہ کہ پیغام قضا آنے لگے
گل جو کھلنے بھی نہ پائے تھے وہ مرجھانے لگے

۱۳۳

خاک پر بکھرے ہیں گلہائے زمن دیکھتے ہیں
پیاسے دم توڑتے ہیں غنچہ دہن دیکھتے ہیں
چاند سے جسموں کو بے گور و کفن دیکھتے ہیں
پوچھ کر اشک جراحات بدن دیکھتے ہیں
ضبط ہو سکتا ہے نہ دل کو قرار آتا ہے
جھوم لیتے ہیں دہن خشک جو پیار آتا ہے

۱۳۴

دیکھ کر لاشۂ قاسم کبھی کرتے ہیں فغاں
ہیں کبھی عون و محمد کے سرہانے گریاں
کرتے ہیں بھائی کے کٹے ہاتھ بدن سے چسپاں
کھینچتے ہیں کبھی فرزند کی چھاتی سے سناں
دیکھ کر گھاؤ جگر غم سے پھٹا جاتا ہے
خون ابلنے سے لہو تن کا گھٹا جاتا ہے

٣٥

کان میں آتی ہے زینب کے جو نالوں کی صدا
تیر گڑ جاتا ہے اک قلب حزیں میں گویا
غم سے ہو جاتا ہے فوراً متغیر چہرا
ہاتھ بے ساختہ رکھ لیتے ہیں دل پہ مولا
آہ اک کھینچتے ہیں آنکھوں میں آنسو بھر کے
شکر کرتے ہیں نظر جانب گردوں کر کے

٣٦

ہے یہ کھٹکا کہ نکل آئے نہ گھر سے خواہر
مر نہ جائے کہیں فرزند کے غم میں مادر
گو سمجھتے ہیں کہ اب گھر میں ہے چلنا بہتر
چھوڑی جاتی نہیں پر شاہ سے قبر صغر
ہے یہ خواہش کہ نہ اب صورت تصویر اٹھیں
دل تو تربت میں ہے کس طرح سے شبیر اٹھیں

٣٧

رکھے منہ تربت بے شیر پہ شاہ عادل
روئے باراں کی طرح تڑپے مثال بسمل
پھر یہ فرمایا کہ ہم تم تو یہاں ہیں غافل
ہوگی وہ منتظر خیریت اے پارۂ دل
کون ہے جینے کا اب اسکے سہارا بیٹا
حال بانو کو سنا آئیں تمھارا بیٹا

٣٨

کہہ کے یہ تربت معصوم سے آئے سرور
پونچھا چہرے سے غبار لحد لخت جگر
قبر صغر سے خدا حافظ و ناصر کہہ کر
بس روانہ ہوئے مقتل سے شہ جن و بشر
تا بہ خیمہ بصد اندوہ و مصیبت آئے
آہیں بھرتے ہوئے سوئے در دولت آئے

۴۹

دل میں جس کے جا رہا ہے تیغ ہجر کا زخم ہوا
آتی جو درد اری کی تیری سی نگاہ کا زخم تھا
پھر ٹھہرے سے جو قدم تیرے کا یہ درد اٹھا
اک جھلک یاد دیا تیرے کہ ایک الٹ کے گیا
دی ہے آواز کہ جلدی کی اودھر آ اور زنہار
بھاگی کو آخری دیدار دکھلا اور زنہار

۵۰

سنتے ہی پیا ناز کی آواز تیری دور سے جا دم
آتے ہی پیسے کے اوس سمت تمنا ہو دم
جب جھلک لیتا ہے منظور سے زنہار پر دم
ام کلثوم سے کہہ دیا بالا سے قدم
پیارے سے وقت سے سلطان مدینہ لینی
دل کہ اٹھوں کو گردان میں سکینہ لینی

۵۱

دل سنتا ہوں کی اگر دار امام مظلوم
نیچے سے پاس پیارے اون کا جو بطن ہجر معصوم
آکر بہائی سے گلا سے پیاسے کو زینب اعدا مظلوم کہتی
کہتی تھی ادو ہے آ دادہ وطن
کہیں تیرا زادہ کیا دو تیرا تادہ بس دہے
تیرا چلو سے کو وارثات و بین میں

۵۲

شاہ کے تیغ کی جس صبر کی گردن دے پلا
بی تقدیر میں لکھا ہے کہ وہ چہرہ دو ہے لیا
ایسا زینب نے بیچ بنا ان کی ایک کہا
کیا بے تھمیں ابے بی بیاں سے ہوگا
جسم ہیں جان ہے اب تن میں ابوالی لے
دل ایسی ماں کی تیغ و گلو بازی ہے

۵۳

اب نہیں وعدہ وفائی میں مناسب تاخیر
مرنے جاتے ہیں خدا حافظ و ناصر ہمشیر
کہکے سب سے جو نکلنے لگے باہر شبیر
ہوش میں آکے یہ کہنے لگی بانوئے دلگیر
کہیں روتا نہ ہو بیکس کے لئے دلبر میرا!
کیا ہوا آپ کی آغوش سے اصغر میرا!

۵۴

نام اصغر جو لیا بانو نے رونے لگے شاہ
تھام کر ہاتھوں سے دل کو کہا انا اللہ
کرتی ہو رو رو کے کس کے لئے تم حال تباہ
تیر کھا کر علی اصغر نے تو لی خلد کی راہ
سچ ہے بچے ہیں سب ہی ماؤں کو پیارے ہوتے
پاس ہوتے نہ تمہارے جو تمہارے ہوتے

۵۵

یہ سخن سنتے ہی سیدانیاں غش کھا کے گریں
ہو سکا ضبط نہ کلثوم بھی تیورا کے گریں
خاک پر زینب ناشاد بھی چلا کے گریں
بانو گہوارۂ اصغر کے قریں جا کے گریں
فائدہ کچھ نہیں قسمت پہ صدا دینے لگی
فضہ رومال سے چہرے کو ہوا دینے لگی

۵۶

دفعتہً ہو گیا وہ غم کا مرقع ابتر
آہیں بھرتے نکل آئے شہ دیں گھبرا کر
حسرت و یاس سے پھر چار طرف کر کے نظر
جلوہ فرما ہوئے تازی پہ شہ نیک سیر
پشت مرکب پہ امام ازلی بیٹھے ہیں
شان کہتی ہے کہ دلدل پہ علی بیٹھے ہیں

۴۵۷

لو غماں تر سے نہ ہمیشہ کہ ہوا بے چین و قرار نفس نفس
تا آزار نے سے سوا اس کو ہوا ہے دنیا کی حالت تنگ نفس
ہو گئیں آنکھیں ان میں دنیا کی [illegible] سے کہاں بس
جبر کے اسے کا کیا قصد [illegible] زمین نے روکا
تھر الٰہی جو زمین کا وار [illegible] زمین نے روکا
وا بے [illegible] ان میں گھوڑا [illegible] دن نے روکا

۴۵۸

بدن غماں لیتے ہی جو بلبل ہوا دو سرا ہوا
نشہ کیو سے نہیں کر دے گا کوئی شیخ ہوشیار
سے آنکھیں ابھی ہو فتیں ان میں غیظ نہیں ہے انتظار
ہے عشق الماس ازل سے سر شام
بے حساب سو جہاں سے بھی بادہ و مر کتا ہے
راہ الفت جو کر سکے وہ قدم رکھتا ہے

۴۵۹

بہ چمن ادھر تا ہوا جاتا ہے کسی کی طرح
بے قرار ادھر بھی ہے گا قمر اب کی کی طرح
کبھی نازل ہے جو سوئے الفت آشنا کی طرح
دھوپ میں گئی جو آوارہ جاتا ہے حباب کی طرح
شعلہ خو کہی ہے اداؤں سے جتیاں بھی ہیں
آپ ہی آپ اک آگ بھی ہے آپ ہی بیتاب بھی ہے

۴۶۰

مدتوں تک سفر کرکے نفس آتش دم
ہوا آگ تو دل کے اندر نہیں ہے پہ قدم
عرق آتا ہے جو ہوا سے اک شکل سے [illegible]
تا آزار نے سے زمین موج سے ہر دم
کسی جوان نے زہر اک [illegible] زمین پایا ہے
جب ہوا کھانا جو [illegible] کو دی کیا پایا ہے

٦١

شک نہیں ختم اسی رہوار پہ ہے جانداری
نیزہ ران یہ ہو تو مشکل نہیں میدان داری
نام سے اس کے عرب کرتے ہیں دوکانداری
گو کہ حیوان ہے پہ ہے کوشش ایمانداری
پا بہ زنجیر کئے ہے کفر سے منہ موڑا ہے
سعی کرتا ہے وہ دین میں عجب گھوڑا ہے

٦٢

وہ سبک گام کہ پھر وہ جو بیابان گلشن
آئے پائے نہ ذرا ایذا یہیں گل میں شکن
فرش کر دیں تہ ران اور گل اپنے دامن
تیغ نہ ذرا دیکھے ہو رنگ سوسن
چھیڑ سے ہوا اور تو وہیں پاؤں جما کے اڑ جائے
پھول جس طرح کہ جھونکے سے ہوا کے اڑ جائے

٦٣

قصد راکب کا سمجھتا ہے فراست دیکھو
شاہ کی رائے پہ چلتا ہے اطاعت دیکھو
ساتھ فاقوں میں دیا شہ کا رفاقت دیکھو
عازم اوج ہوا سوار تو سرعت دیکھو
عرش پر جائے دعا کی یہ اثر سے پہلے
پہونچے یہ تا بفلک مرغ نظر سے پہلے

٦٤

سب سے افضل ہے یہ اس گھوڑے کی تعریف و ثنا
اس کا راکب ہے بدل و جان رسول دوسرا
عین سجدے میں جو کاندھے پہ محمد کے چڑھا
روز عید اونٹ بنے جن کے لئے شاہ ہدا
کب ملا اور کسی کو جو شرف پایا ہے
حق نے خود بچۂ آہو جنہیں بھجوایا ہے

٦٥

آب و دانہ ہے میسر کئی دن سے نہ گیاہ
فربہی اب بھی ہے ایسی کہ چھلکتی ہے نگاہ
جھوم کر شیر کی صورت سے جو چلتا ہے یہ راہ
خود نظر دیکھ کے کہتی ہے کہ ماشاء اللہ
اُٹھتے ہیں سم تو نظارے کا مزا لیتی ہیں
پتلیاں قدموں کو آنکھوں سے لگا لیتی ہیں

٦٦

جبڑا نور و جمال رخ سلطان زمن
ہو گیا چہرے کی تنویر سے صحرا روشن
سر ہے قرآن جبین آئینہ عارض گلشن
دہن تنگ ہے ایسا کہ نہیں جائے سخن
وصف سینے کا یہ کیا کم ہے کہ بے کینہ ہے
علم اسرار الٰہی کا یہ گنجینہ ہے

٦٧

دل وہ جس میں الم و رنج کے پیکان ہیں گڑے
وہ جگر جس میں کہ ناسور بہتّر ہیں پڑے
گو بہت رنج ہیں پر شاہ بھی صابر ہیں بڑے
ہیں قدم گاڑے ہوئے راہ الٰہی میں کھڑے
خاک قبر علی اصغر ہے رخ و گیسو پر
ہاتھ قبضے پہ نظر فوج پہ بل ابرو پر

٦٨

غیظ میں آکے یہ فرماتے ہیں سلطان انام
کیا ارادہ ہے اب اے لشکر روم و اے شام
قتل پہ میرے ہو کیوں کہ کسی کو ہے کلام
مجھکو مظلوم تو جانو نہ اگر سمجھو امام
جو بیاں کرتا ہوں گو سب پہ وہ ظاہر ہے پر
ختم کرنی ہے مگر حجت آخر تم پر

۶۹

آئے تو لوٹنے پہ پھر بھی تمھیں معلوم ہوا
میں ہوں کون اور مجھے اہل جہاں کہتے ہیں کیا
ہے مرا نام حسین اے پئے ظلم و جفا
مرا نانا ہے نبی باپ علی ماں زہرا
متحد سمجھے ہو ان سے کہ جدا جانتے ہو
مجھکو پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو

۷۰

قتل بیکس کو کرو گے بھی تو کیا پاؤ گے
جز ندامت نہ کوئی اور صلہ پاؤ گے
عمل بد کی سزا روز جزا پاؤ گے
ہاتھ مجھ پر جو اٹھایا تو سزا پاؤ گے
روسیہ پیش خدا حشر میں جانا ہوگا
غیر دوزخ نہ کہیں اور ٹھکانا ہوگا

۷۱

کلمہ گو میرے ہی جد کے ہیں جو موجود ہیں یاں
خود کو مسلم بھی وہ کہتے ہیں اور اہل ایماں
جائے انصاف ہے انصاف کریں دین و بیاں
کیا مرے قتل سے خوش ہونگے رسول دو جہاں
روح زہرا و علی کو نہ اذیت ہو گی
حشر میں تم کو نہ احمد سے خجالت ہو گی

۷۲

دوست میں امت احمد کا ہوں بدخواہ نہیں
کینہ تم سب میں کسی سے مجھے واللہ نہیں
میں ہوں معصوم خطا کرنے سے آگاہ نہیں
رہنما خلق خدا کا ہوں میں گمراہ نہیں
کسب مال و حشم و زر نہیں مطلب میرا
ہاں مگر عہدہ امامت کا ہے منصب میرا

۴۳

منحرف جس سے ہوا اس مرد کو میں بھی تو سنوں
رہ گیا فرض کوئی مجھ سے کہ امر مسنون
اسکے قائل ہو کہ فرزند پیمبر میں ہوں
پھر یہ بتلاؤ کہ جائز ہوا کیونکر مرا خون
میں تو ہر طرح سے موجود ہوں آمادہ ہوں
مگر اتنا ہے کہ بیکس ہوں نبی زادہ ہوں

۴۴

شہ مظلوم کی تقریر کا اثر ہے اثر
یہی لکھا ہے کہ رونے لگا سارا لشکر
بڑھ کے حاکم پسر سعد سے کچھ بانی شر
بولے حضرت سے کہ ہم لوگ ہیں سب بیدادگر
دل میں ہم رحم نہ کچھ خوف خدا رکھتے ہیں
دین کیا چیز ہے دنیا کی ہوا رکھتے ہیں

۴۵

کیجیے ان سے یہ سخن جو ہیں مطیع اسلام
ہمکو مطلب نہیں کچھ آپ نبی ہوں کہ امام
جو بہادر ہیں صدا جنگ سے وہ رکھتے ہیں کام
کاٹ کر آپ کا سر پائینگے خلعت انعام
حاکم شام کے پروانے چلے آتے ہیں
پاس اسکا ہے ہمیں جس کا نمک کھاتے ہیں

۴۶

آگیا شاہ کو اس ہرزہ سرائی پہ جلال
سرخ چہرہ ہوا بل کھانے لگے زلفوں کے بال
دل میں کہنے لگے اسوقت شہ نیک خصال
ہمکو مغلوب تو سمجھے نہیں یہ بد افعال
بد زبانی کا مزا کچھ تو چکھا دوں ان کو
صبر دکھلا چکا جرأت بھی دکھا دوں ان کو

۷۷

پھر یہ کہنے لگے اعدائے شہنشاہ غیور
فخر کچھ صبر پہ مجھکو ہے نہ جرأت پہ غرور
گو کہ اظہار شجاعت تھا نہ حاشا منظور
تم مگر کرتے ہو بیکس کو وغا پر مجبور
زور بازوئے شکستہ ابھی دکھلاتا ہوں
حکم اللہ کا جو کچھ ہے بجالاتا ہوں

۷۸

کہکے یہ کھینچ لی تیغ شہ مردان شہ نے
اور کیا اشہب جانباز کو جولان شہ نے
لے لیا کاٹ کے صف بڑھ کے میدان شہ نے
آب شمشیر سے برپا کیا طوفان شہ نے
شق ہوئے سینوں میں دل غم سے پھپھولوں کی طرح
سر برسنے لگے میدان میں اولوں کی طرح

۷۹

بارش خون ہوئی باران سے فزون چار طرف
سیل کی طرح سے جاری ہوا خون چار طرف
فرق گرنے لگے ہو ہو کے نگون چار طرف
لاشے افتادہ ہیں با حال زبون چار طرف
ہیں پتیان فرق پہ ازخود کہ ہوا کھیلتی ہے
سر پہ آئی ہوئی مردون کے قضا کھیلتی ہے

۸۰

ہیبت شاہ سے بیداد و ستم گرتے ہیں
صف بہ صف بانئ ایذا و ستم گرتے ہیں
مر کے جب گرتے ہیں دس بیس بہم گرتے ہیں
سر جو کٹتے ہیں تو بالائے قدم گرتے ہیں
ہے یہ مطلب کہ بس اب خواب سے جاگو جلدی
پاؤں ہم پڑتے ہیں میدان سے بھاگو جلدی

۸۱

بارِ سر پھینک کے باغی تھم جاتے ہیں
خوف سے موت سفر ہو کے بہم جاتے ہیں
جس طرف تیغ بکف شاہِ امم جاتے ہیں
بھاگتے بھاگتے شامت زدہ تھم جاتے ہیں
موت زنجیر کی ہیبت میں جکڑ دیتی ہے
کچھ نہیں اور اجل پاؤں پکڑ دیتی ہے

۸۲

تھی سنان قطع کسی نے جو سنبھالا بھالا
اُڑ گیا ہاتھ جو قبضہ پہ کسی نے ڈالا
کسی مردود کو اوجھڑ پہ سپر کی ٹالا
رو سیہ کون تھا دن جسنے نہ دیکھا کالا
آیت محکمہ قہر سے آہی نہ گئی
رات کی طرح سے قسمت کی سیاہی نہ گئی

۸۳

وصفِ تیغِ شہِ ذیجاہ رقم ہو کیونکر
اسکے اوصاف ہیں تحریر کی حد سے باہر
جب سے اتری تہِ چرخ تھی جو خیمہ پہ تیغ دو سر
جون جون کستی گئی کھلتے گئے اسکے جوہر
میان میں رہتی تھی جو وقت تک بیکل تھی
استخوان کاٹ کے کھنچتی تھی یہی صیقل تھی

۸۴

رات کو رہتی تھی پہلو میں بصد زینت و زین
دن کو تھی قوتِ بازوے امامِ کونین
خندق و خیبر و بیر الا لم و بدر و حنین
کسی غزوے میں نہ لینے دیا کفار کو چین
انس و جن مانگتے ہیں اس سے امان آج تلک
دست حیدر پہ ہے قبضہ کا نشان آج تلک

۸۵

صید کرنے سے تو مانند اجل باز رہی
قدر دانوں کی نگاہوں میں یہ ممتاز رہی
ناصر دین جو رہا کی بسر ناز رہی
دست حیدر میں ہمیشہ یہ سرافراز رہی
اتفاقاً جو یہ پہلو سے جدا ہوتی تھی
زینت مسند محبوب خدا ہوتی تھی

۸۶

شرک کی بیخوں کو دم میں اجاڑا اس نے
جامۂ ہستی کفار کو پھاڑا اس نے
گرد آئینۂ اسلام کو جھاڑا اس نے
دین احمد کا نشان خلق میں گاڑا اس نے
معرکے جیتے دل فتح و ظفر شاد کیا
دین آباد کیا کفر کو برباد کیا

۸۷

کبھی ناوک کبھی نیزے سے کبھی خنجر کاٹے
کبھی مغفر کبھی جوشن کبھی بکتر کاٹے
طیش میں آکے سر مرحب و عنتر کاٹے
اور جھلائی تو جبریل کے شہپر کاٹے
آج تک خوف زدہ ہو کے نظر کرتے ہیں
آنچ سے اسکی فرشتے بھی حذر کرتے ہیں

۸۸

آج قبضہ میں ہے اسکے جو ہے اسکا وارث
روح و جان اسد اللہ امام ثالث
فتنے کیا کیا نہ ہوئے عہد نبی میں حادث
دفع کا انکی یہی تیغ ہوئی ہے باعث
کفر کو دائرۂ دین سے خارج رکھا
سکۂ ایمان کا اس تیغ نے رائج رکھا

۸۹

آج سے ہوگا نہ فتنہ کوئی برپا نہ فساد
حشر تک کیلئے کافی ہے یہ بیکس کا جہاد
حکم خالق سے ہیں مجبور شہ نیک نہاد
دل میں کہتے ہیں ہوئی جاتی ہے اُمت برباد
شدت رحم سے اشک آنکھوں میں ڈبڈبا آتے ہیں
قتل کرتے ہیں پر آنسو بھی نکل آتے ہیں

۹۰

منتظر ہیں کہ یہ مانگیں تو اماں دوں ان کو
کریں توبہ تو شفاعت کی زباں دوں ان کو
مژدۂ عفو دوں جنت میں مکاں دوں ان کو
بچ کے بیکس نہ رہے گریہ تو جاں دوں ان کو
جہل سے جائیں نہ دوزخ میں خیال اسکا ہے
میرے نانا کی یہ اُمت ہیں ملال اسکا ہے

۹۱

تھی ادھر بخشش اُمت پہ شہ دیں کی نظر
اسطرف کہتے تھے آپس میں یہ سب باغی شر
جنگ کی اب نہیں بڑھنے کے شہ جن و بشر
اب کرو سید ذیجاہ کو زخمی چل کر
نیزہ و خنجر و شمشیر لگاؤ جلدی
چل کے تصویر پیمبر کو مٹاؤ جلدی

۹۲

کرکے یہ مشورہ وہ دشمن دیں سب آئے
صفیں اُمڈیں کہ جس طرح سے بادل چھائے
کون باقی ہے جو بیکس کی مدد کو جائے
خاک پر سوتے ہیں انصار سنانیں کھائے
زندہ اکبر نہیں قاسم نہیں عباس نہیں
کوئی پہلو میں بجز بیکسی و یاس نہیں

۹۳

چار جانب سے ہیں شقی بیچ میں تنہا شبیر
دل پہ نیزہ کبھی لگتا ہے جگر پہ کبھی تیر
درد سے زخموں کے چہرے کی ہے حالت تغییر
رو کے فرماتے ہیں اک ایک سے شاہ دلگیر
میہمان جس کو بلایا تھا وہ پیاسا ہوں میں
جرم لازم ہے محمد کا نواسا ہوں میں

۹۴

رحم کھاتے نہیں بیکس پہ ستمگر ہے ہے
تن شبیر ہے اور نیزہ و خنجر ہے ہے
جبکہ سنبھلا نہ گیا زین فرس پر ہے ہے
جلتی ریتی پہ گرے سبط پیمبر ہے ہے
واں تو جنت سے نبی چاک گریبان نکلے
یاں حرم خیمہ سے باہر بصد افغان نکلے

۹۵

پاس مظلوم کے آیا جونہی شمر ظالم
خاک پر گر کے تڑپنے لگے سب اہل حرم
حلق سرور پہ جو رکھنے لگا شمشیر دو دم
دوڑیں یہ کہتی ہوئی خواہر سلطان امم
روح زہرا و محمد سے حیا کر ظالم
پہلے گردن سے مرے سر کو جدا کر ظالم

ختم شد

تقریظ و تاریخ برائے عروج سخن از عالیجناب خان بہادر سید احمد علی خان صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر بالقابہ المتخلص بہ علیم۔ رئیس اعظم پٹنہ

فن و کمال کی تاریخ کا ہر صفحہ دیکھ ڈالئے لیکن ان اوراق میں آپکو کوئی گھرانا بجز انیس کے گھرانے کے ایسا نظر نہیں آئیگا جہاں کمال مسلسل چھ پشتوں تک بزرگوں کی میراث کی طرح ورثا میں تقسیم ہوتا رہا ہو۔ عام طور پر کمال کی عمر ایک دو پشتوں سے زیادہ نہیں ہوتی باکمال مرتا ہے اور اپنے کمال کا سرمایہ اپنے ساتھ لیتا جاتا ہے۔ بہت کم ایسی مثالیں ملینگی کہ باپ کا کمال بیٹے کو وراثتاً پہونچا ہو۔ قدرت کا قانون یہ ہے کہ علم ہو یا کمال کسی خاندان کی میراث نہیں ہے لیکن انیس کا خانوادہ اس قانون سے مستثنیٰ ثابت ہوا۔ میر ضاحک سے لیکر میر انیس تک یہ خانوادہ شاعری ع:۔ نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا۔ کا مصداق رہا۔ خلیق کے بعد انیس نے اپنے کمال کو ترقی کے جس نقطۂ آخر پر پہونچایا اس کے بعد آگے بڑھنے کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے انیس کی نسل گو فن مرثیہ گوئی کو آگے نہ بڑھا سکی لیکن بلندی کا جو معیار انیس نے قائم کردیا تھا اس سے ایک نقطہ نیچے بھی نہ اتری۔

یہ وقت کی گرم رفتاری اور زمانہ کے طبعی انقلاب پر انیس کے گھرانے کی ایک ایسی فتح ہے جسپر اردو علم ادب کی تاریخ ہمیشہ فخر کریگی اور نقاد کا قلم ہر عہد میں خراج تحسین ادا کرتا رہے گا۔

نفیس کے بعد انیس کی مسند کا عروج ان کے پوتے سید خورشید حسن صاحب عرف دولھا صاحب عروج کی ذات گرامی سے ہوا۔ عنفوان شباب میں ان کی زندگی ایک ایسے راستے پر چل پڑی تھی کہ زمانہ ان کے مستقبل کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا خود ان کے گھر والے یہ سمجھ چکے تھے کہ انیس کی مسند اب سونی ہوگئی۔ لیکن دفعتاً موروثی ذوق نے ان کے اندر ایک انگڑائی لی۔ اور وہ ستارہ جو حالات کی تاریکیوں میں جھلملا رہا تھا یک بیک ممبر کی بلندی سے طلوع ہوا اور دیکھتے دیکھتے آفتاب بن گیا — ایک ایسا آفتاب کہ وقت نے جس سے روشنی لی اور ارباب کمال نے جسکی تابش سے اپنے کمال کے چراغ روشن کئے

موصوف کے چند مراثی کا ایک اسم با مسمیٰ مجموعہ "عروج سخن" اسوقت میرے پیش نظر ہے جسکے ہر صفحہ پر انیس کی روح دوڑتی نظر آرہی ہے۔

زبان کی نفاست اور بیان کی سلاست الفاظ کا رکھ رکھاؤ اور بندش کا گٹھاؤ اس گھرانے کی میراث ہے اور اس خانوادہ کا حصہ ہے جس کے متعلق نقاد کے قلم کو کچھ بولنے کا حق نہیں لیکن ایک بڑی بات جو عروج صاحب کو ان کے ہمعصروں سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کے طرز بیان کی مرثیت ہے۔ وہ مرثیت جو عام طور پر انیس و نفیس کے بعد ہی سے مرثیوں میں کم ہوتی گئی یہاں تک کہ مرثئے گل و بلبل کی کہانی بن گئے اور وہ مقصد فوت ہوگیا جس کے سہارے شاعری ممبر رسول کی بلندی تک پہونچی تھی اور جس کی برکت سے آج بھی امت حسینی میں زندگی کی لہر دوڑ رہی ہے۔ یہ نہیں کہ عروج وقت کے رجحانات سے متاثر نہ ہوئے اور زمانہ کے مذاق کے مطابق شاعری کا حق ادا نہ کر سکے۔ نہیں انھوں نے ساقی نامے بھی لکھے اور بہاریے کے عنوان سے شاعری کے پھول بھی کھلائے لیکن ہر رنگ میں ان کا ذوق سخن معتدل رہا اور ان کی طبع سلیم نے کسی حال میں بھی وہ راستہ نہ چھوڑا جس پر ان کے بزرگوں کے نقوش قدم نے شاعری اور مرثیہ گوئی کے حدود معین کردئیے تھے۔ اور یہی وہ خصوصیت ہے جو عروج کو ان کے عہد کے تمام مرثیہ گویوں سے علٰحدہ کئے ہوئے ہے۔

اس مجموعہ کا پہلا مرثیہ ع:۔ عندلیب چمنستان فصاحت ہوں میں۔ ایک ادبی شاہکار ہے جس میں حضرت عباسؑ کی رخصت کے سلسلے میں عروج نے جس قدرت قلمکاری کا ثبوت دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شاعر ہونے کی حیثیت سے عروج کو نہ صرف زبان اور بندش ہی پر قدرت حاصل تھی بلکہ انھوں نے نفسیات انسانی کا مطالعہ

بھی بہت ہی گہری نظر سے کیا تھا۔ اس میں حضرت عباسؑ کے صاحبزادوں کی گفتگو کو اس خوبی سے نظم کیا گیا ہے کہ ذوق سخن کا سامعہ یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ انیسؔ کا قلم بول رہا ہے۔

اردو ادب کے پاس رزمیہ شاعری کا سرمایہ نہ تھا۔ انیسؔ کے قلم نے اسے رزمیہ شاعری دی اور ایسی دی کہ فردوسی اور ہومر کے پاس بھی اس کا جواب نہیں ہے۔ لیکن انیسؔ کا کمال رزم سے زیادہ بزم میں کھلتا ہے انسانی زندگی کے اس نفسیاتی مطالعے میں کھلتا ہے جس کی گہرائیوں تک عوام کی نظر نہیں جاتی اور جس کی باریکیوں کو صرف وہی شاعر سمجھ سکتا ہے جسے فطرت نے اپنے دل کا ترجمان بنایا ہو۔ انیسؔ کی یہ خصوصیت ان کے پوتے عروجؔ کے کلام سے ہر جگہ نمایاں ہے۔ ان چند مراثی میں جہاں بھی کسی شہید کی رخصت کا حال لکھا گیا ہے۔ وہاں معاشرتی زندگی کے مرقع اور حالات کی بولتی ہوئی تصویریں کھینچ کے رکھدی گئیں ہیں۔

عروجؔ رزمیہ شاعری میں اپنے ہم عصروں سے پیچھے نہیں بلکہ بہتوں سے آگے ہیں۔ لیکن رخصت اور بین یہ اشارات میں مرثیت کا جو حق ان کے قلم نے ادا کیا ہے اس کی نظیر مرثیہ گوئی کے اس دور انحطاط میں نہیں مل سکتی۔

اس کے علاوہ مضامین کی ندرت اور ترکیب بیان کا بانکپن عروجؔ کے کلام کی وہ خصوصیات ہیں جن پر انتقاد کی نظر ٹھہرے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتی بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے ذوق شعری نے تخیل کی راہوں میں جو اپنے خاص نشانات بنائے ہیں ان کا حسن قدم قدم پر دل کا دامن کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ "جا اینجاست"۔

ان کا حرؓ کے حال کا وہ مشہور مرثیہ ع: "جب ہوا رن میں عیاں روز دہم نور سحر" اپنے اندر ندرت فکر کی ایک دنیا بسائے ہوئے ہے ان بزرگوں نے حرؓ کے حال میں کوئی چیز باقی نہ رکھی تھی۔ ظاہر ہے کہ "بخدا فارس میدان تہور تھا حرؓ" (انیسؔ) یا "مجلس افروز ہے مذکور وفاداری حرؓ" (مونسؔ) یا "حشر کی صبح ہے عاشور محرم کی سحر" (انسؔ) ان مراثی کے بعد کس شاعر کا جگر تھا جو اس میدان میں اترنے کی جرأت کرتا۔ لیکن آفرین دولھا صاحب عروجؔ کے کمال پر کہ ان کی فکر رسا نے قلم کے زور سے اپنا خراج اقلیم معانی سے وصول کر ہی لیا۔

افسوس ہے کہ اس مختصر سی تقریظ میں ان سیکڑوں اشعار کے نقل کرنے کی گنجائش نہ تھی جنھوں نے اثنائے مطالعہ میں میری نظر کو دیر تک ٹھہرائے رکھا۔ اگر گنجائش ہوتی اور گنجائش کے ساتھ مجھ میں انتقاد کی قوت بھی ہوتی تو میں یہ دکھلانے کی کوشش کرتا کہ عروجؔ نے کہاں کہاں اپنے کمال فن سے شاعری کی دنیا میں اپنی خاص جگہ بنائی ہے۔

خاکسار ازلی

سید احمد علی خان بہادر ڈپٹی کلکٹر پٹنہ

فائز ہو آپ پر کرم خالق سخن … شائع کیا کلام بہ درحق ادا کیا
تھے وہ سپہر نظم کے خورشید ضو فگن … ابتک ہے سرزمین سخن جس سے پر ضیا
وہ تاجدار ملک سخن جس کی دھاک ہے … اور نام جن کا تیغ فصاحت پہ ہے لکھا
وہ بے مثیل شاعر و مداح اہل بیت … وہ بے عدیل ذاکر سلطان کربلا
ہر بند بزم و رزم ہے جن کا غذائے روح … ہر شعر مرثیہ کا ہے پیکان جانگزا
ذہن رسا کی جنکے ہوئی شہرت اکمال … پہنچا کلام نغز کا آوازہ تا سما

بے مثل و لاجواب یہ تاریخ ہے علیم
نظم عروج کو ملی معراج مرحبا

۱۹۴۰ ع